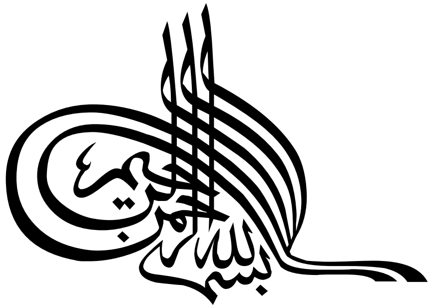


منبرِ حقانیہ سے

خطباتِ مشاہیر

جلد پنجم

منبرِ حقانیہ سے

خطباتِ مشاہیر

(جلد پنجم)

ترتیب وتدوین	....	حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
معاون	....	مولانا محمد اسرار ابن مدنی
نظر ثانی وتخریج	....	مولانا محمد اسلام حقانی/مفتی یاسر نعمانی
کمپوزنگ	....	بابر حنیف
ضخامت	....	۴۱۰ صفحات
تعداد	....	1100
اشاعتِ اوّل	....	اپریل 2015
برقی رابطے	....	editor_alhaq@yahoo.com
		www.jamiahaqqania.edu.pk

ملنے کے پتے

☆ مؤتمر المصنفین ...... جامعہ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

☆ مکتبہ ایوان شریعت ...... جامعہ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

☆ تحقیقات پبلشرز نوشہرہ

☆ مکتبہ محمودیہ، سردار پلازہ، اکوڑہ خٹک (0300-9610409)

☆ القاسم اکیڈمی ...... جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد نوشہرہ

☆ کتاب سرائے، اردو بازار لاہور

☆ یونیورسٹی بک ایجنسی، خیبر بازار پشاور

فہرست

(۲) سیرت کی اہمیت اور جامعیّت

(۳) حضور اقدس ﷺ کا سفر آخرت

(۴) اسلام کا نظام وراثت

(۵) انگریزی نظام اور اسلامی نظام

(۶) انسانی مجد وشرف کا حقیقی معیار اور اسلام کی حقیقت شناسی

(۷) قیام پاکستان کے پچاس سال

(۹) مسلم حکمران اور سنت ابراہیمیؑ کی اصل روح

(۸) طلبہ علوم دینیہ کا مقام و ذمہ داریاں

(۹) مدارس دینیہ کا قیام اور علماء کرام کی ذمہ داریاں

(۱۰) مدارس، علماء اور طلباء کی اہم ذمہ داریاں

(۱۱) عالم کفر بمقابلہ دینی طلبہ و مدارس عربیہ

(۱۲) حصول علم میں مصائب اور تکالیف پر صبر!

(۱۳) علماء کرام اور فضلاء مدارس

(۱۴) مادر علمی کا رشتہ سب رشتوں سے اٹوٹ

(۱۵) فضلاء حقانیہ کی دینی و ملی ذمہ داریاں

حلف نامہ

(۱۸) مولانا یونس خالص مرحوم کی وفات کا حادثہ فاجعہ

(۱۹) عالم بے بدل صاحب بصیرت عبقری شخصیت

((((()))))

مُقدّمۃ

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ حامداً ومصلیاً و مسلماً

خطبات مشاہیر جیسی اہم کتاب میں اساتذہ ومشائخ کے ضمن میں مجھ جیسے کم سواد کے خطبات شامل کرنا ریشم میں ٹاٹ کی پیوندکاری لگتی ہے، جوعلم وعمل کے میدانوں میں ہر لحاظ سے تہی دامن ہے مگر کچھ بے ہنگم تقریریں بعض اہم قومی وملی مسائل پر اجتماعات میں کی گئیں، جن کا تعلق جہاد و سیاست شرعیہ سے یا ملک میں نفاذ شریعت یا پارلیمنٹ میں اعلاء کلمۃ اللہ کی غرض سے ہوئیں، یا طلبہ کرام کو ختم بخاری شریف یا اُن کے الوداعی اجتماعات میں کی گئیں جن میں طالبانِ علوم نبوت کے مقام و منصب اور ذمہ داریوں کو توجہ دلانے کے نصائح کے طور پر کی گئیں یا افتتاح اسباق کے موقع پر دارالعلوم کے دارالحدیث میں فضیلت علم، آدابِ تحصیل اور طلب علم کے تقاضوں پر طلبہ کو توجہ دلائی گئی ۔انہیں میرے ساتھیوں کے اصرار پر بغرض افادۂ عام شامل کتاب کیا گیا ہے، ان میں پہلا خطاب ''قرآن کریم اور تعمیر اخلاق'' کے اہم موضوع پر ہے جو ایک مقالہ کی شکل میں ڈھاکہ مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) کے لئے لکھا گیا تھا جو شاید میری پہلی تحریری کاوش تھی جسے بعد میں کتابی شکل میں بھی شائع کیا گیا۔

کچھ تقریروں سے اِس وقت بھی درپیش قومی اور ملی چیلنجوں کا سامنا کرنے سے مدد اور رہنمائی مل سکتی ہے۔ اس لئے ایسے مواقع پر متکلم سے زیادہ کلام پر نظر رکھنی چاہئے جیسا کہ عربی محاورہ ہے کہ لاتنظر إلى من قال بل تنظر إلى ما قال۔

گلستانِ اساتذہ کرام ومشائخ حقانیہ کے ایک ادنیٰ حصہ ہونے کی وجہ سے اِن خطبات کو شامل کتاب کیا جا رہا ہے اور کچھ دارالعلوم کے ادنیٰ خادم ہونے کی وجہ سے ساتھیوں نے اس کا اہل سمجھا حالانکہ میری حالت بقول شاعر یہ ہے کہ......

گرچہ خوردیم نسبتے ست بزرگ
ذرہ آفتاب تابانیم

اللہ تعالیٰ ان کلمات اور بیانات پر اولاً خود عمل کی توفیق عطاء فرماوے اور پھر ان میں جان ڈال کر اوروں کی اصلاح وہدایت کا ذریعہ بنادے، یہ بِضَاعَۃ ہر لحاظ سے بِضَاعَةٍ مُّزْجٰةٍ ہے مگر پھر بھی اخوان یوسف علیہ السلام کی طرح بارگاہ ایزدی میں استدعاءِ قبول اور طلب اجر ہے......

وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ
عَلَيْنَا إِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ (یوسف:۸۸)



(مولانا) سمیع الحق

مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

۲۸/اپریل ۲۰۱۵ بمطابق ۹/رجب المرجب ۱۴۳۶ھ

خطبات

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب

قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق

پیش لفظ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب

الحمد للّٰہ و کفیٰ و سلامٌ علیٰ عبادہٖ الذین أصطفٰی

آج انسان چاند ستاروں پر کمندیں ڈال رہا ہے، بحروبر پر اس کی حکمرانی ہے لوہا اس کے ہاتھوں میں موم ہو کر رہ گیا ہے سائنٹیفک آلات کی ایجاد نے دنیا بدل کر رکھ دی ہے لیکن اسی انسان کی اندرونی زندگی میں جھانک کر دیکھئے! تو اندر سے اقبال کا یہ شعر سنائی دیتا ہے کہ......

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

جس وقت نیل آرمسٹرانگ اور اس کے امریکی ساتھی چاند کی زمین پر اپنا پرچم نصب کر رہے تھے ٹھیک انہی دنوں صدر امریکہ کا ایک انٹرویو شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ امریکہ کا سب سے بڑا مسئلہ اس وقت افلاس اور جرائم ہیں، اسباب و وسائل ،علم و ہنر اور مال و دولت کی اس ریل پیل کے دور میں بھی اگر انسانی زندگی مجموعی اعتبار

سے ظلم و بربریت، اضطراب و بے چینی اور بدامنی کا جہنم بنی ہوئی ہے تو اس کا سبب اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ انسان نے اپنے نفس کی تسخیر سے پہلے کائنات کی تسخیر شروع کر دی ہے۔ دنیا کے مہذب ترین ممالک میں بھی قتل و غارتگری، چوری وڈاکے، بدکاری و فحاشی اور ہوس پرستی کا جو بازار گرم ہے وہ زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ......

تسخیر کر رہا ہوں میں ماہ و نجوم کو
چلتا نہیں مگر دل ناداں پہ بس ابھی

اسلام نے اسی حقیقت کے پیش نظر اپنی انقلابی اصلاحات کے پہلے مرحلے میں اسی ''دل نادان'' کو پاکیزہ بنانے کی طرف توجہ دی اور انسان کو انسان بنانے کی فکر کی ہے کیونکہ جب تک انسان کے اعمال اور اخلاق درست نہ ہوں اور اس کے قلب و روح اور ذہن وفکر میں پاکیزگی نہ آئے اس وقت تک وہ سائنس اور علم و ہنر سے صحیح فائدہ نہیں اٹھا سکتا، اور اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے ایک نادان بچے کے ہاتھ میں بھرا ہوا پستول تھما دیا جائے۔

اس لئے آج کے زمانے میں اسلام کی ان اخلاقی تعلیمات و ہدایات کو عام کرنے کی ضرورت پچھلے ہر دور سے زیادہ ہے جنہوں نے وحشت و بربریت میں ڈوبے ہوئے عربی معاشرے کو اعلیٰ انسانی اخلاق کی معراج تک پہنچا دیا تھا۔

زیر نظر مقالے میں ہمارے محترم دوست اور بھائی جناب مولانا سمیع الحق صاحب مدیر ماہنامہ ''الحق'' (اکوڑہ خٹک) نے قرآن کریم کی انہی اخلاقی تعلیمات کو واضح کر کے یہ بتایا ہے کہ ان تعلیمات نے انسان پر کتنا عظیم احسان کیا ہے اخلاقیات کا سبق تقریباً ہر مذہب میں ملتا ہے، لیکن فاضل مؤلف نے دوسرے مذاہب کی تعلیمات کا اسلام سے موازنہ کر کے یہ بھی واضح فرمایا ہے کہ اسلام نے کس باریک بینی، جزرسی اور دور اندیشی کے ساتھ انسان کو بداخلاقی کے ہر سرچشمے سے محفوظ رکھا ہے۔

محبّ محترم مولانا سمیع الحق صاحب (صاحب زادہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق

صاحب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) ذی استعداد عالم اور شگفتہ بیان اہل قلم ہیں انہوں نے ایک ایسے دور افتادہ علاقے میں ''الحق'' کی جوئے شیر نکالی ہے جہاں طباعت و اشاعت کے وسائل نایاب ہیں، انہوں نے یہ مقالہ تعلیم القرآن سوسائٹی ڈھاکہ کے زیر اہتمام منعقد شدہ کانفرنس (فروری ۱۹۶۸ء) کے لئے لکھا تھا بعد میں یہ ''الحق'' کی کئی قسطوں میں شائع ہوا اور اب افادۂ عام کے لئے مستقل کتابی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ اسے نافع و مفید بنائے اور اسے اپنی بارگاہ میں شرف مقبولیت عطاء فرمائے آمین ثم آمین

احقر محمد تقی عثمانی
دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴
۱۹۹۴/۴/۱۶

قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق

انسان کو امانت کی سپردگی اور اس کے تقاضے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد لحضرۃ الجلالۃ والصلوٰۃ علیٰ من بعث لیتمم مکارم الأخلاق خداوند کریم انسان کو اپنا خلیفہ اور خلاصۂ کائنات کی شکل میں پیش کرتا ہے اس کی سرشت میں ظلمت و نور، خیر و شر، نیکی اور بدی کی متضاد صفات ودیعت کی گئی ہیں، وہ اگر چاہے تو ان متضاد صفات کے ذریعے تمام مخلوقات سے افضل اور برتر ہوسکتا ہے اور اگر چاہے تو تمام ظلماتی اور مادی عناصر سے بدتر ہو جائے صفات خیر غالب ہونے کی صورت میں وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ کا مصداق ہے اور صفات شر غالب ہونے کی شکل میں اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اور ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ کی بناء پر روئے زمین کی سب سے بدتر اور مبغوض مخلوق قرار پا جاتا ہے خداوند کریم کی وہ امانت جس کے اٹھانے سے تمام کائنات عاجز رہی خداوند کریم نے انسان کو اس امانت کا حامل قرار دیا اس امانت کے کچھ تقاضے ہیں اور قرآن کریم انسان سے ان تقاضوں کی تکمیل اور اسکی پیدائش سے لیکر وفات تک اس بار امانت کے سنبھالنے کا مطالبہ کرتا ہے۔

حسن اخلاق کا مفہوم اور اس کی وسعت و ہمہ گیری

زندگی کے اس مختصر وقفہ میں اسے خالق کائنات کے علاوہ دنیا کی ہر شے سے کچھ نہ کچھ واسطہ پڑتا ہے جس میں ہم جنس بنی نوع انسان، ماں باپ، اہل وعیال، حاکم اور رعایا، دوست و دشمن، ملک و وطن، قبیلہ اور گاؤں، قومیت اور جنسیت یہاں تک کہ حیوانات سے مختلف نوع کے روابط اور تعلقات شامل ہیں اس کے ذمہ کچھ حقوق ہیں کچھ فرائض، خالق اور مخلوق کے ساتھ اس تعلق کو حسن و خوبی سے نباہنا اور خدا کی دی ہوئی تمام صلاحیتوں اور امانتوں کو اپنے موقع اور محل میں بہترین طریقہ سے خرچ کرنا حسن اخلاق کہلاتا ہے، اس لحاظ سے ”حسن خلق“ کا لفظ اتنا وسیع مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے جس میں اعمال صالحہ اور اوصاف حسنہ کے ساتھ اعتقادات اور عبادات کی تمام تفصیلات بھی آجاتی ہیں اور قرآن کریم کی تعلیمات اور انسانی اخلاق کے سب سے بڑے معلم خاتم النبیین ﷺ کی سیرت و کردار کا کوئی گوشہ ایسا نہیں رہتا جس میں قولی یا عملی طور پر انسان کی تعمیر اخلاق، تہذیب نفس اور تشکیل سیرت کا پہلو نہ پایا جاتا ہو۔ تعمیر اخلاق کے ساتھ اسلامی تعلیمات کے اس گہرے اور ہمہ گیر تعلق کے ساتھ جب قرآن کریم اور سیرت نبوی ﷺ کی جامعیت بھی ملحوظ رہے تو دعویٰ سے کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کے کسی مذہب کسی اخلاقی فلسفے اور اصلاحی تحریک کسی ریفارمر اور مصلح کی تعلیمات اور ہدایات میں اخلاق حسنہ کا اتنا اہتمام نہیں جتنا قرآن کریم کی تعلیمات میں ہے اور یہ کہ اسلام اس معاملہ میں بھی یکتا منفرد اور خاتم الادیان ہے خود حضور ﷺ نے تعمیر اخلاق کے سلسلہ میں اسلام کی اس تکمیل اور امتیازی حیثیت کی طرف اشارہ فرمایا: إنما بعثت لأ تمم صالح الأ خلاق (مجمع الزوائد: ج۸،ص۱۹۱) ”میری بعثت کا مقصد ہی اخلاق حسنہ کی تکمیل ہے“ حضور ﷺ نے جس جامعیت اور خوبی کے ساتھ اخلاقی حسنہ کی تکمیل فرمائی۔

قرآن کریم اول تا آخر اس اجمال کی تفصیل اور اس متن کی تشریح ہے اس بناء

پر حضرت عائشہؓ نے پورے قرآن مجید کو حضور ﷺ کا اخلاق قرار دیا و کان خلقهٗ القرآن

''حضور ﷺ کے اخلاق تو قرآن ہی ہیں۔''

اخلاق حسنہ کی اہمیت قرآن میں

قرآن کریم اپنی تمام تعلیمات، اوامر اور نواہی، دین اور شریعت کا مقصد ہی انسان کی تکمیل اور رذائل نفسانی سے اس کی تطہیر اور تزکیہ قرار دیتا ہے

مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (المائدة:٦)

''اللہ تعالیٰ تمہیں تنگی میں نہیں ڈالنا چاہتا بلکہ تمہیں پاک وصاف کرنا اور اپنی نعمت پوری بھیجنا چاہتا ہے اور یہ کہ تم شکر کرو''

یہ تطہیر جسے کبھی وہ تزکیہ کا نام دیتا ہے، یعنی نفس کا تمام ظاہری اور باطنی آلائشوں سے پاک وصاف رکھنا قرآن کریم کے الفاظ میں فلاح دارین کا ذریعہ اور سرخروئی آخرت کا وسیلہ ہے ارشاد ہوتا ہے:

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (الشمس:٦۔١٠)

''قسم ہے نفس کی اور جیسا کہ اس کو ٹھیک کر دیا پھر اس کو اس کی نیکی اور بدی سمجھا دی بیشک جس نے اپنے نفس کو پاک کر دیا وہ کامیاب وکامران ہوا اور جس نے اسے آلائشوں میں ڈال دیا وہ خائب اور ناکام رہا''

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (اعلیٰ: ١٤۔١٥)

''بیشک کامیاب ہوا جس نے اپنے آپکو پاک وصاف کیا اور اپنے رب کا نام لیکر نماز پڑھی''

وہ نفس کو اس کی خواہشات اور آلائشوں سے بچانے والوں اور اخلاقِ حسنہ

سے آراستہ کرنے والوں کو پُر مسرت زندگی کا مژدہ سناتا ہے۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى (اللیل: ٥۔١٠)

''سو جس نے دیا (مال اللہ کی راہ میں) اور اللہ سے ڈرتا رہا اور سچ مانا بھلائی کو سو تو توفیق دیں گے ہم اسکو راحت کے راستے کی اور وہ جس نے بخل کیا اور بے نیازی برتی اور جھٹلایا بھلائی کو تو ہم پہنچائیں گے اسے سختی میں''

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (النازعات: ٤٠۔٤١)

''لیکن جو کوئی ڈرا پیشی سے اپنے رب کے حضور اور روکا اس نے اپنے نفس کو خواہشات کی پیروی سے تو بے شک جنت ہی ہے اس کا ٹھکانا''

تزکیہ وتطہیر بعثت نبوی ﷺ کا مقصد

قرآن کریم نفس کے اس تزکیہ اور تطہیر، اخلاق حسنہ کی تعمیر، تعلیم اور خبائث سے روکنے کو حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد قرار دیتا ہے جا بجا آنحضرت ﷺ کی تعریف میں کہتا ہے:

يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ (اعراف: ١٥٧)

''نبی لوگوں کو نیک باتوں کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے پاکیزہ چیزوں کو لوگوں کے لئے حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام ٹھہراتا ہے اور وہ بوجھ اور طوق ان سے اتارتا ہے جو ان پر پچھلے زمانہ میں لادے گئے تھے''

وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (الجمعه : ۲)

"اور حضور ﷺ ان ان پڑھوں کو پاک وصاف کرتے ہیں اوران کو کتاب وحکمت کی تلقین کرتے ہیں"

پیغمبر اسلام ﷺ اپنی سیرت کے ذریعہ اور کتاب وحکمت کی تعلیمات سے نفوس انسانیہ کی تعمیر وتہذیب کرتا ہے اور جس طرح کتاب ربانی اخلاق حسنہ کی جامع ترین کتاب ہے، اسی طرح یہ حکمت نبوی ﷺ بھی اخلاق فاضلہ کا سرچشمہ ہے اس وجہ سے قرآن کریم جا بجا حکمت کے بعد اخلاق حسنہ کا ذکر کرتا ہے پھر قرآن کریم اس پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ اخلاق حسنہ کی عظمت اور اہمیت کا احساس دلانے کیلئے کہیں اسے ایمان اور اسلام کا نام دیتا ہے، کہیں تقویٰ اور خشیت کا، اور کبھی عبدیت کا شعار اور رحمان کے بندوں کی علامت قرار دیتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ○
وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ○ (سورة المومنون: ۱-۳)

"بیشک کامیاب ہوئے ایمان لانے والے جو نماز میں عاجزی کرتے ہیں اور برائیوں سے اعراض کرتے ہیں۔"

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (البقره: ۱۷۷)

"نہیں ہے نیکی یہی کہ کرلو تم اپنے چہرے مشرق کی طرف یا مغرب کی طرف بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی ایمان لائے اللہ پر اور روزِ آخرت پر اور فرشتوں پر اور اللہ کی

کتاب پر اور پیغمبروں پر اور دے مال اس کی محبت میں، رشتے داروں کو اور یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور قائم کرے نماز اور دے زکوٰۃ اور (نیک وہ ہیں جو) پورا کرنے والے ہیں اپنے عہدے کو جب عہد کرلیں اور ثابت قدم رہنے والے ہیں تنگدستی میں اور جسمانی تکالیف میں اور جنگ کے وقت یہی لوگ ہیں راست باز اور یہی لوگ ہیں متقی"

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (الی قوله)
وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (سورة الفرقان: ٦٣-٧٤)

"خدائے رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر دبے پاؤں چلتے ہیں......اور جن کی دعا یہ ہے کہ اے اللہ! ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنادے۔"

پھر وہ صرف اخلاق حسنہ کی ترغیب نہیں دیتا بلکہ پوری شدت کیساتھ ہمیں رذائل اخلاق اور اس کے عواقب پر بھی متنبہ کرتا جاتا ہے اور کہیں اسے فحشا، منکر، بغی سے یاد کرتا ہے کبھی اثم اور فسق کے نام سے اور کبھی اسے مقت یعنی خداوند تعالیٰ اور اس کی تمام مخلوق سے تصادم کا نام دیتا ہے:

وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ (النحل: ۹۰)

"اور اللہ تعالیٰ تمام بے حیائیوں اور قابل انکار اور سرکشی کی باتوں سے روکتا ہے"

اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقْتًا وَ سَآءَ سَبِيْلًا (النسا: ۲۲)

"بیشک یہ زنا (جو اخلاقی برائی ہے) بڑی بے حیائی نہایت نفرت کی بات اور بہت برا طریقہ ہے"

برے اخلاق و اعمال سے بچانے میں قرآن کریم کو انسان کا ظاہر اور باطن دونوں ملحوظ ہیں اور جوارح واعضاء کے ساتھ وہ قلب وفکر کو بھی پاکیزگی نفس کا پابند بناتا ہے:

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ

الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ (الاعراف: ۳۳)

''اے نبی! کہہ دیجئے کہ میرا رب فحش اور بے حیائی کی تمام ظاہری اور باطنی باتوں اور گناہ اور سرکشی کو حرام ٹھہراتا ہے''

احکام اور نواہی کے ساتھ ساتھ قرآن کریم آخر تک قصص، امثال اور واقعات امم ماضیہ کے ضمن میں بھی اخلاقِ فاضلہ کے اچھے ثمرات اور اخلاق سیۂ کے برے نتائج اور عواقب سے خبردار کرتا جاتا ہے۔

اخلاق حسنہ کی اہمیت حدیث میں

خداوند کریم کے ہاں اخلاق فاضلہ کی اہمیت اور برے اخلاق کی نفرت کا اندازہ قرآن کریم کے اوّلین شارح اور اخلاقیات کے سب سے بڑے معلم سرور کائنات ﷺ کے ان ارشادات سے بھی لگایا جاسکتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

أكمل المومنين إيماناً أحسنهم خلقاً (ترمذی، ابو دائود، مسند احمد)

''مسلمانوں میں کامل ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں''

اس حدیث میں حسن اخلاق کو ایمان اور اسلام کی تکمیل کا معیار قرار دیا گیا ہے، ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہے:

إن من خيارُكم أحسنكم أخلاقاً (بخاری: ح ۳۵۵۹)

''تم میں سے سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں''

ترمذی وغیرہ کی روایت میں ہے کہ قیامت کے دن اعمال کے ترازو میں حسن اخلاق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہ ہوگی۔

مامن شئ یو ضع فی المیزان اثقل من حسن الخلق فإن صاحب حسن الخلق لَيبلُغ به درجة صاحب الصوم والصلوٰة (ترمذی: ح ۲۰۰۳)

''قیامت کے دن میزان میں حسن اخلاق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہ رکھی جائے گی، صاحب اخلاق شخص اخلاق کی بدولت نمازی اور روزہ دار کا درجہ پالیتا ہے''

ایک اور حدیث میں ہے کہ بندہ کو حسن اخلاق سے بڑھ کر کوئی عطیہ خدا کی طرف سے نہیں ملا:

خير ما أعطى الناس خلق حسن (حاکم، نسائی، ابن ماجہ، طبرانی)

''بہترین نعمت خدا کی نعمتوں میں اچھے اخلاق ہیں''

اسلام میں نماز اور روزہ کی اہمیت ظاہر ہے مگر ایک موقع پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسان ایمان کے بعد حسن اخلاق سے وہ درجہ پاسکتا ہے جو دن بھر روزہ رکھنے اور ساری رات عبادت کرنے سے حاصل ہوتا ہے:

إن أحبكم إليّ وأقربكم مني أحاسنكم اخلاقاً وإن أبغضكم إليّ وأبعدكم مني مساويكم أخلاقا (المهذب: ج ۸، ح ۴۲۰۱)

''تم میں میرے سب سے پیارے اور نزدیک خوش خلق اور سب سے برے اور مجھ سے دور بد اخلاق ہیں''

تعمیر اخلاق اور دیگر مذاہب کا ایک تقابلی جائزہ

تعمیر اخلاق میں اسلام کے حکیمانہ اور جامع اسلوب اور چند خصوصیات پر روشنی ڈالنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دیگر مذاہب پر ایک تقابلی نگاہ ڈالی جائے۔

مذاہب عالم میں یہودیت اور عیسائیت دو ایسے مذاہب ہیں جن کا آسمانی ہونا خود قرآن نے بتلایا ہے اور آسمانی ادیان میں یہودیت اس لحاظ سے ممتاز تھی کہ خداوند کریم نے تورات کی شکل میں اسے ہدایت کا ایک بہت بڑا سرمایہ دیا تھا پھر لگاتار بیشمار انبیاء اس شجر ہدایت کی آبیاری کے لئے آتے رہے۔

یہودیت اور اخلاقی حدود سے فرار کے راستے

مگر یہود کا معاملہ ابتدا ہی سے اپنے مذہب کے ساتھ تعنت، سرکشی اور اعراض کا رہا انہوں نے اس نسخہ شفاء کے ذریعہ اصلاح نفس اور ازالہ رذائل کی بجائے اسے اپنی خواہشات کے سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کی اس کی تمام اخلاقی تعلیمات کو بری طرح مسخ کر ڈالا توحید خالص میں (جو اخلاق حسنہ کا سرچشمہ ہے) گوسالہ پرستی کی ملاوٹ کی اور اپنی فطری کج روی کی وجہ سے تاویل وتحریف کے راستوں سے اس کی اخلاقی حدود سے فرار کا راستہ نکالا تعمیر اخلاق کے پہلو سے کسی شریعت کے لانے والے کی سیرت و کردار کا اس کے ماننے والوں پر بڑا اثر پڑتا ہے۔

صحف سماوی میں فحش گوئی اور ناشائستہ تعلیمات کی ملاوٹ

آج کی تورات اور بائبل انبیاء کرام کی سیرت کو ایسی گھناؤنی شکل میں پیش کرتی ہے کہ اسے پڑھ کر اخلاق کی رہی سہی وقعت بھی زائل ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ خداوند قدوس کی وہ کتاب جس کی تقدیس وتحمید کے ترانے حضرت موسیٰؑ اور دیگر انبیاء بنی اسرائیل کی زبان پر رہے، اسے ایسی فحش گالیوں، بیہودہ واقعات اور ناشائستہ تعلیمات سے بھر دیا گیا ہے جنہیں بازار کے غنڈے بھی زبان پر نہ لاسکیں۔ ایک ایسی کتاب جس میں انبیاء پر شراب نوشی یا حرام کاری کے الزامات پائے جائیں، جس میں لوط علیہ السلام جیسے برگزیدہ نبی کو معاذ اللہ اپنے بیٹیوں سے ملوث دکھایا گیا ہو، یہاں تک کہ خداوند قدوس کو یعقوبؑ سے رات بھر کشتی لڑتے (تورات: باب پیدائش ۲۲، آیت ۲۴) اور اللہ عزوجل کو پچھاڑتے اور خدا کو زمین وآسمان کی پیدائش پر پچھتاتے (تورات درس ۵۔۶) اور روتے دکھایا گیا ہو، ہرگز اپنے پیرووں کے اخلاق واعمال کی درستگی کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔

پھر یہود نے تورات کے اخلاقی پہلو مسخ کرنے پر بس نہیں کیا بلکہ حضرت عزیر

علیہ السلام اور دیگر انبیاء کے بارہ میں عقیدۂ ابنیت اور خود اپنے بارہ میں اللہ تعالیٰ کے محبوب اور اس کی اولاد ہونے کا بیہودہ عقیدہ بھی قائم کر لیا۔

عقیدۂ ابنیت کا شیطانی گھمنڈ

یہ عقیدہ خداوند تعالیٰ کی ذات اور اس کے ساتھ مخلوق کے تعلق کی حیثیت پر ضرب کاری تھا اور بالآخر شرک اور گمراہی، ظلم اور سرکشی، عجب اور غرور بغض وعناد اور اپنے سے علاوہ دیگر تمام مخلوق کی تحقیر و تذلیل اور اس طرح کی دیگر ہزاروں اخلاقی برائیوں کا باعث بنا۔ خداوند تعالیٰ کا کسی سے کوئی رشتہ نہیں سوائے خالقیت اور مخلوقیت کے اس کی بارگاہ میں قرب ومنزلت کا مدار عمل صالح اور پاکیزہ اخلاق اور عقائد ہیں اور کسی قوم کا بلا کسی دینی اور عملی استحقاق کے اپنے آپ کو خداوند کریم کا منظورِ نظر اور لاڈلا سمجھنا ایک ایسا شیطانی فریب ہے جو اسے انسانی مجد وشرف کے تمام وسائل اور ذرائع سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ مکافات عمل اور محاسبہ آخرت کا احساس ختم ہو جانے کے بعد کسی روحانی اور اخلاقی ضابطے کی وقعت دل میں باقی نہیں رہ سکتی اور انسان ایک بے لگام حیوان بن کر رہ جاتا ہے یہود کے اس باطل زعم نے انہیں ایک ایسے عجب وغرور میں مبتلا کر دیا کہ وہ اپنے علاوہ تمام اقوام عالم کو حقیر اور بے وقعت سمجھنے لگے اور تمام خیر اور بھلائی کے اکیلے حقدار کہلانے لگے جس کے نتیجہ میں ایک الہامی مذہب طبقاتی کشمکش اور برہمنیت کا شکار ہو کر رہ گیا۔

قومی اور نسلی مذہب بنا کر یہود نے دنیا پر تعمیر اخلاق کے راستے بند کر دیئے

اس پندار اور جاہلی تفاخر کا یا پھر یہودی مذہب کی مخصوص اور وقتی حیثیت کا یہ ایک نتیجہ یہ بھی نکلا کہ یہود نے اپنے مذہب کو ایک قومی ونسلی مذہب قرار دے کر ساری دنیا پر اس کی راہیں بند کر دیں ایک ایسے تنگ اور گوشہ گیر مذہب سے تعمیر اخلاق اور

مذہب انسانیت کی توقع ہرگز نہیں کی جاسکتی ہے جو مال و دولت اور مادی مقاصد کے لئے تو اقوام عالم کا خون چوس سکتا ہو، مگر مرضیات خداوندی ، جنت اور مغفرت انبیاء سے نسبت اور تعلق بلکہ خدا سے قرابت داری تک کو اپنے لئے الاٹ کرا کر خدا کے نازل کردہ دین کو ایک ہی کنبہ اسرائیلی خاندان کیلئے مخصوص کردے۔

اخلاقی رذائل اور یہود کا قومی کردار

حضرت موسیٰؑ کے لائے ہوئے اخلاقی اور روحانی نظام کے ساتھ یہود کے اس تلاعب اور تمسخر کی وجہ سے انکے تمام قومی اور اخلاقی خصائل ایک خاص سانچہ میں ڈھل گئے جن سے قرآن کریم نے جابجا پردہ اٹھایا ہے، کمزور اور مغلوب ہونے کی شکل میں شجاعت اور بہادری کی بجائے بزدلی، ذلت اور خوشامد جبکہ غالب ہونے کی صورت میں عدل و احسان کی بجائے سنگ دلی اور بربریت ، مظلوموں کے حقوق مال و جان کی پامالی عام معاملات میں مکروفریب دغا بازی، نقض عہد، نفاق اور حق سے گریز انبیاء کرام سے عداوت خودغرضی اور نفس پروری اور حد سے زیادہ حرص اور لالچ ، بخل ، کنجوسی ، خیانت اور محبت دنیا وغیرہ اموران کا قومی کردار بن گئے :

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۝ وَّ اَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَ قَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَ اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (النساء:۱۶۰۔۱۶۱)

’’پس یہود کی گناہوں کی وجہ سے ہم نے ان پر بہت سے پاک چیزیں حرام کیں جو ان پر حلال تھیں اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور سود لیتے تھے جبکہ انہیں ممانعت کی گئی اور اس وجہ سے کہ وہ ناحق

لوگوں کا مال کھاتے تھے جو ان میں سے کافر ہیں ان کیلئے عذاب دردناک تیار کردیا ہے‘‘

وَ لَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ (البقرہ : ۹۶)

’’تو دیکھے گا ان کو مشرکین اور تمام لوگوں سے زیادہ زندگی کا حریص ان میں ہر ایک چاہتا ہے کہ ہزار برس کی زندگی پاوے‘‘

وَ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ (ال عمران : ۷۵)

’’ان یہود میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب تک تو اس کے سر پر کھڑا نہ رہے تو تیری امانت کی ایک اشرفی بھی واپس نہ کریں‘‘

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ قَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ (النساء:۱۵۵)

’’پس ان کو جو سزا ملی ان کی عہد شکنی اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے انکار کرنے اور انبیاء کرام کے قتل کرنے کی وجہ سے ملی‘‘

یہودیوں کی اخلاقی انحطاط کا اثر آج کی دنیا پر

اس اخلاقی انحطاط اور اجتماعی مفاسد کے ہوتے ہوئے یہودیت تعمیر اخلاق تو کیا کرسکتی البتہ وہ دنیا کی ہر غیر اخلاقی نظریے، ہر غیر فطری تحریک اور ہر لادینی نظام کی پشت پناہ اور ہمنوا ثابت ہوئی اور آج اخلاق و اعمال کو تہ و بالا کرنے والی ہر تحریک میں اس کا در پردہ یا علانیہ بھرپور حصہ ہے روس کی خالص لادینی تحریک ’’اشتراکیت‘‘ کا بانی یہودی تھا اور آج کی مغربی تہذیب و سیاست اور اس کے نتیجہ میں یورپ کا تصور اخلاق سے عاری ’’سرمایہ دارانہ نظام‘‘ جس کی وجہ سے دنیا سودی نظام میں جکڑی ہوئی ہے،

یہودی شاطروں کی منت پذیر ہے اور بقول اقبال مرحوم......

این بنوک ایں فکر چالاک یہود
نورِ حق از سینۂ آدم ربود

فتنۂ دجال سے یہودیت کا رشتہ

قیامت سے قبل فتنہ دجال کا ظہور اس یہود یانہ ذہنیت کا نقطۂ کمال ہوگا اور روایات سے دجال کا یہودیت سے رشتہ ثابت ہے خداوند تعالیٰ کی طرف سے اس اخلاقی تنزل کی سزا دائمی ذلت وخسران ،اللہ تعالیٰ اوراس کے انبیاء کی طرف سے ان پر لعنت سوراور بندروں کی شکل میں ان کے مسخ ہونے کی شکل میں ظاہر ہوئی:

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَيْهِ وَ جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِيْرَ وَ عَبَدَ الطَّاغُوْتَ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ (المائدۃ : ٦٠)

''تو کہہ! میں تم کو بتلاؤں ان میں سے کسی کی بری جزا ہے اللہ کے ہاں وہی جس پر اللہ نے لعنت کی اور اس پر غضب نازل کیا اور ان میں سے بعض کو بندر کیا اور بعضوں کو سور اور جنہوں نے بندگی کی شیطان کی وہی لوگ بدتر ہیں اور بہت بہکے ہوئے سیدھی راہ سے''

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ م بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ○ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ○ (المائدۃ:٧٨۔٧٩)

''بنی اسرائیل کافر حضرت داوٗدؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی زبان پر ملعون ہوئے یہ اس لئے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے بڑھ گئے تھے آپس میں برے کام کرنے والوں کو منع نہیں کرتے تھے کیا ہی برا کام ہے جو وہ کرتے تھے''

توریت کی استنادی حیثیت

یہودیت کی اخلاقی اوراعتقادی کوتاہیوں اور یہود کے مزاج قومی اور خصوصیت کے علاوہ تورات کی استنادی حیثیت پر نظر ڈال کر ہمیں اور بھی مایوسی ہوتی ہے اسرائیل کے صرف دو اسباط کے بچے کھچے افراد اور تورات کی بخت نصر کے ہاتھوں بربادی پھر ہر سودوسو سال بعد مسلسل کسی جبار کے ہاتھوں ان کی تباہی پھر خاص طور سے انٹونیس یونانی اور طیطس رومی اور ہڈرسن کے ہاتھوں تورات کو دنیا سے ناپید کرنے کی جدوجہد پھر ترجمہ در ترجمہ اور ہر دور ہر زمانہ کی تحریفات ، ظاہر ہے کہ اتنے ان گنت مراحل سے گذرنے والی کتاب تعمیرا خلاق اور تکمیل سیرت کی صلاحیت کب تک برقرار رکھ سکتی جبکہ خدا نے بھی اس کی حفاظت کا بیڑا نہ اٹھایا ہو۔

عیسائیت اور تعمیر اخلاق

اپنی پیش رو یہودیت کی طرح عیسائیت کے پاس بھی نہ تو اصلاح اخلاق اور شائستگی اعمال کا کوئی واضح، معتدل اور فطری نظام ہے اور نہ کوئی مستند، غیر محرف اور جامع اصول وضوابط ہیں ۔حضرت عیسیٰؑ کے متبعین کے ہاتھوں عیسائیت کی اخلاقی تعلیمات کا حلیہ اس طرح بگڑ چکا ہے کہ آج کسی ہوش وعقل والے کے لئے اس میں جذب وکشش نہیں رہی خود عیسائی قوم اخلاقیات میں اس مذہب کی ناکامی کا معترف ہے، وہ تعصب کی وجہ سے اپنے مذہب کا نام تو لیتی ہے مگر زندگی کی رہنمائی نفس کی پاکیزگی اور معاشرہ کی اصلاح کے لئے اپنے مذہب کی بے بسی دیکھ کر سارے مذاہب سے وہ عقیدتاً بیزار ہو چکی ہے۔

عیسائی مذہب میں بداخلاقی کی پہلی بنیاد

پہلی چیز خداوند کریم پر ایمان اور توحید ہے جو انسان کی علمی وفکری قوتوں کو اعتدال میں رکھتی ہے مگر یہودیت کی طرح عیسائیت کو بھی شرک اور مظاہر پرستی کا جامہ پہنا دیا گیا اقانیم ثلثہ یعنی اللہ، روح القدس اور عیسیٰؑ کو اپنا معبود، تین کو ایک اور ایک کو تین پھر حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا اور حضرت مریم کو خدا کی جورو مان کر انہوں نے اپنے مذہب کی جڑ ہی کاٹ دی پھر اس کے علاوہ انہوں نے حضرت مسیحؑ کا یہود کے ہاتھ صلیب ہونے اور ایلی ایلی لما سبقتنی کہتے ہوئے زاروقطار رو کر اپنی مدد کیلئے بلانے کا افسانہ گھڑ کر اپنے خدا کو عجیب مجبوری اور بے بسی کے عالم میں دنیا کے سامنے پیش کر دیا عقیدہ تثلیث ویسے بھی توحید الوہیت کی نفی کر رہا تھا کہ رہی سہی کسر ۳۰۵ء (بعد از مسیح) سلطنت روما کے قسطنطین کے عیسائیت اپنانے سے پوری ہوئی اس کے ذریعہ قدیم بت پرست رومی تہذیب نے عیسائیت اور بت پرستی میں امتزاج اور یگانگت پیدا کرنے کی کوشش کی اور عیسائی مذہب عیسائیت اور بت پرستی کا معجون بن کر رہ گیا (معرکہ مذہب وسائنس ص ۶۱، ص ۶۲)

عقیدۂ کفارہ فکر آخرت سے آزادی کا جھوٹا سہارا

تعمیر اخلاق اور تہذیب نفس کے لئے دوسری بنیادی چیز عقیدہ آخرت اور نیکی و بدی کی بنا پر مکافات عمل اور احتساب کا صحیح تصور ہے، کہ خدا کے ہاں سرخروئی کا مدار ہر شخص کے ذاتی اعمال واخلاق پر ہے نہ تو خدا کے ساتھ کسی کا رشتہ ہے اور نہ ایک شخص کا بوجھ دوسرا اٹھا سکتا ہے خداوند کریم ہر شخص کو گناہوں کی سزا دینے پر قادر ہے۔ وہ کسی کے بدلے دوسرے کو پکڑ کر اسے معاف نہیں کرتا بلکہ ہر شخص کے ساتھ ایک ایک پل کا حساب کرے گا مگر عیسائیوں کے ہاتھوں محرف شدہ مسیحیت میں عقیدۂ آخرت اور محاسبہ اعمال کا

بری طرح مذاق اڑایا گیا ایک طرف اپنے زعم باطل میں نحن أبناء الله واحباء ہ کا عقیدہ جما لیا گیا کہ جب ہم خدا کے پیارے اور رشتہ دار ہیں تو ہم سے باز پرس اور سختی کہاں ہوگی؟ دوسری طرف حضرت عیسیٰؑ کے سولی پر چڑھنے کو اپنے تمام برے اعمال، معاصی اور منکرات کا کفارہ سمجھ لیا گیا اور اس کے ساتھ ہی بعض عیسائیوں کا یہ تصور کہ صرف ایمان اتنا مؤثر ہے کہ ایمان لانے کے بعد کوئی گناہ مضر نہ ہوگا اور نہ خداوند تعالیٰ کسی کا گناہ بخشنے پر قادر ہے ان تصورات کے بعد ظاہر ہے کہ انسان فکر آخرت سے آزاد ہو کر ہر بڑے سے بڑے گناہ پر جری ہو جاتا ہے آج کی مسیحی دنیا کے ہاتھوں پورا عالم جہنم زار بن چکا ہے مگر اس ظلم و بربریت اور حیوانیت کے باوجود اسے کچھ بھی احساس نہیں اس کا حاسۂ انسانیت اور ضمیر مر چکا ہے اور وہ اپنے آپ کو تمام اخلاقی بندھنوں سے آزاد سمجھ رہا ہے۔

رہبانیت اور اخلاق

اس عقیدہ کفارہ نے آگے چل کر اتنی وسعت اختیار کی کہ ارباب کلیسا جنت کے پروانے اور مغفرت کے قبالے جائیداد کی معمولی دستاویزوں کی طرح بیچنے لگے عقیدہ کفارہ، ابنیت مسیح اور ان غلط تصورات کی وجہ سے جب اصلاح نفس اور تزکیہ اخلاق کے میدان میں مسیحی نظام کی بے بسی ثابت ہو چکی تو حضرت عیسیٰؑ کے دو سال بعد عیسائی مذہب کے علماء نے اس مقصد کیلئے رہبانیت کے نام سے ایک نیا نظام اور فلسفہ گھڑ لیا جس کے بنیادی اصول بدھ مذہب کے بھکشوؤں، ہندومت کی جوگیت، ایران کی مانویت اور افلاطون (فلاطینوس) کی اشراقیت سے ماخوذ تھے اور انہی کو تزکیۂ اخلاق کا وسیلہ قرار دیا گیا ابتداء ہی سے مسیحیت میں ترک دنیا، تجرد، دینوی کاروبار، شادی بیاہ، تدبیر منزل اور سیاست مدنیہ سے کنارہ کشی اور درویشانہ زندگی اختیار کرنے کو اخلاق کا

اعلیٰ معیار سمجھا جاتا تھا یہ تخیلات انجیل میں موجود تھے پھر عیسائیوں کے ساتھ تطہیر اخلاق کا کوئی ہمہ گیر اور جامع مفصل نظام شریعت نہ تھا تنہا انجیل جو انہی کی ستم ظریفیوں کے ہاتھوں تحریف و تلبیس کا شکار ہو کر تفصیلی ہدایت نامہ بننے کی صلاحیت کھو چکی تھی (چنانچہ موجودہ انجیل میں حضرت عیسیٰؑ کے ایک وعظ میں صرف دو چار اخلاقی باتیں مذکور ہیں جو ان سے پہلے آسمانی صحیفوں میں منتشر پڑی تھیں)

رہبانیت فطرت کے خلاف جنگ

غرض رہبانیت کے نام پر عیسائیت کی جگہ ایک ایسا غیر فطری اور غیر طبعی نظام کھڑا کیا گیا جس میں نہ تو انسان کی فطری خواہشات اور حیوانی جبلتوں کا لحاظ رکھا گیا تھا اور نہ دین و دنیا کے باہمی ربط اور فرد و جماعت کے آپس کے تعلقات کا انسان جو فطرتاً مدنی الطبع ہے اسے تمدن اور تہذیب سے کاٹ کر پہاڑوں اور غاروں کی طرف دھکیل دیا گیا اور شدید جسمانی اذیتوں اور جسم کشی کے لرزہ خیز مظاہروں کو عبادت کا نام دے کر اس کی فطری صلاحیتوں کو سختی سے کچلنے کی کوشش کی گئی اور اس ترک دنیا اور باہمی علائق، خونی رشتوں اور زندگی سے فرار کو جو در حقیقت وحشت، ظلم، بربریت، نامردی اور بزدلی کہلانے کا مستحق تھا عبادت اور ریاضت اور اخلاق کا منتہائے کمال ہونے کا نام دیا گیا سینکڑوں سال تک فطرت کے خلاف جنگ کا یہ سلسلہ جاری رہا ''تاریخ اخلاق یورپ'' وغیرہ کتابیں رہبانیت کے اس غلو، افراط، تشدد اور اس کے مہلک اخلاقی اور معاشرتی نتائج کی لرزہ خیز مثالوں سے بھری پڑی ہیں۔

عیسائی راہبوں کی غیر فطری لرزہ خیز طور طریقے

سینٹ میکریس سکند رومی کی بابت مشہور ہے کہ وہ چھ ماہ تک مسلسل ایک غلیظ دلدل میں پڑا رہا اور اس کے برہنہ جسم کو زہریلی کھیاں ڈستی رہیں، ان کا ایک مرید لوہے کا دو دو من وزن اٹھائے پھرتا اور تین سال تک ایک خشک کنویں میں پڑا رہا، بعض ''زاہد'' عمر بھر مادرزاد ننگے رہتے اور چوپایوں کی طرح ہاتھ پیر کی بل چلتے اس نظام میں جسم کی طہارت اور روح کی بالیدگی کے منافی طریقوں پر اتنا زور دیا جاتا کہ سینٹ اتھینس نہایت فخر سے اپنے مرشد کے بارہ میں کہتا ہے کہ وہ اس کبرسنی کے باوجود اپنے پاؤں دھونے کے گناہ کا مرتکب نہیں ہوا سینٹ ابراہام نے پچاس سال تک اپنے چہرے پر پانی کی چھینٹ نہ پڑنے دی ایک کانونیٹ کی تیس راہبات کی تعریف میں لکھا ہے کہ انہوں نے کبھی پاؤں نہیں دھوئے اور غسل کے نام پر تو لرزہ براندام ہوا کرتی تھیں۔

ایک راہب الگزنڈر بڑے تاسف اور حیرت سے کہتا ہے کہ ایک وہ زمانہ تھا کہ ہمارے اسلاف منہ دھونا حرام سمجھتے اور ایک ہم ہیں کہ حمام جایا کرتے ہیں نجاست اور غلاظت کو نفس کی پاکیزگی کا ذریعہ سمجھنے کے ساتھ انسانی بھائی چارہ اور معاشرتی زندگی کو بھی نہایت بیدردی سے پامال کیا گیا اور اس راہبانی طرز معاشرت کے نتیجہ میں خاندانی زندگی کی بنیادیں متزلزل ہو گئیں اور باہمی حقوق، قرابت داری، صلہ رحمی، ہمدردی وغیرہ صفات حسنہ کا خون کیا گیا۔ رہبانیت کے لئے پادری بچوں کو اغوا کرتے، والدین کا اپنی اولاد پر کوئی اختیار نہ رہا اور جو لوگ ایک دفعہ اس زندگی کو اختیار کر لیتے تو عمر بھر ماں باپ اور خویش و اقارب کے چہرہ دیکھنے کو بدترین گناہ اور روحانیت کی بربادی سمجھتے ایک راہب ''ایولاگریش'' سالہا سال ریاضتوں میں لگا رہا اس کی ماں اس کے فراق میں تڑپتی اور روتی رہی مدتوں بعد وہ اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لئے پہنچی، بیٹے

نے خانقاہ ہی سے ملاقات نہ کرنے کی اطلاع دی، ماں نے اسے خطوط بھیجے، اس نے جذبہ رحم سے مغلوب ہونے کے ڈر سے وہ خطوط بغیر پڑھے جلا دیئے اور ماں کے سامنے نہ ہوا اس طرح بہن بھائی اور ماں باپ کے عمر بھر نہ مل سکنے کی بے شمار مثالیں ان راہبوں کی زندگی میں موجود ہیں اس نظام نے ازدواجی زندگی کو عملاً حرام قرار دیا قوت شہوانی کو پامال کرنے کیلئے جنسی تعلق اور عورتوں سے شادی کو حرام قرار دے کر اسے عفت کا نام دیا گیا اس نظام کا ایک راہب ''سینٹ جیر دم'' لکھتا ہے کہ ''عفت کی کلہاڑی سے ازدواجی تعلق کی لکڑی کو کاٹ پھینکنا راہب کا اولین کام ہے''

خوش طبعی، ہنسی مزاق اور مسرت کی تمام کیفیتوں کو گناہ سمجھا گیا لوگ جو شادی شدہ ہوتے راہبانہ زندگی کی خاطر عمر بھر کے لیے بیوی بچوں سے جدا ہو جاتے اگر مرتے وقت بھی بیوی اس کے سرہانے پہنچ جاتی تو نہایت سختی اور نفرت آمیز طریقہ سے اسے اس کے سامنے سے ہٹا دیا جاتا، ایک شخص شوق ''ولایت'' کے حصول میں خانقاہ پہنچا تو راہبوں نے اس کے عشق و محبت کو آزمانے کے لئے اسے اپنے آٹھ سالہ اکلوتے بیٹے کو اپنے ہاتھوں سے دریا میں پھینکنے پر آمادہ کیا اور اس کے سامنے اس کے بیٹے کو سخت اذیتیں دیں اور جب وہ اس سنگدلانہ طریقوں پر پورا اترا تو اسے راہب بننے کی اجازت دی گئی۔

انسانیت سوز رہبانی فلسفہ اخلاق کا تباہ کن ردعمل

انسانی فطرت کی خلقی صلاحیتوں اور جبلی خواہشات کو اعتدال میں رکھنے کے لئے اس غیر فطری نامعقول طریقوں کا نتیجہ وہی نکلنا تھا جو عظیم الشان اخلاقی انحطاط اور شرافت ونجابت کے زوال کی شکل میں ظاہر ہوا مسیحیت کی پروٹسٹنٹ تحریک اور بالآخر یورپ لادینی اور مادی تہذیب اس انسانیت سوز فلسفہ اخلاق وتعمیر سیرت کا طبعی ردعمل ہے بالآخر فطرت انسانی رہبانیت پر غالب ہوئی اور فسق و فجور کا ایک سیلاب اس ''اخلاقی نظام'' ہی کی بدولت امڈ پڑا اس نظام کے علمبرداروں، پادریوں اور ارباب

کلیسا کی اخلاقی حالت کے بارہ میں قرون وسطیٰ کے مصنفین کی شہادتیں پڑھ کر انسان شرم وحیاء سے ڈوبنے لگتا ہے۔ خالص مذہبی ادارے، کلیسائیں اور روحانی تقریبات کے مراکز بے حیائی اور فحاشی کے اڈے بن گئے مذہبی عہدہ دار، سودخوار اور راشی ہوئے اور ان کے تعیش کا یہ عالم ہوا کہ مملکت فرانس کی پوری آمدنی بھی ان پاپاؤں کے لیے کافی نہ رہی [1] اہل کلیسا کی عیاشی کے سامنے امرا اور دنیاداروں کی عیش وعشرت بھی ماند پڑ گئی [2] رہبانیت کے علمبرداروں کی سیرت ٹھیک اس آیت کی تفسیر بن کر رہ گئی۔

إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ
بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ (التوبة:٣٤)

''بیشک بہت احبار اور رہبان لوگوں کا مال ناحق طریقوں سے کھایا کرتے ہیں اور اپنے (طور طریقوں) سے لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں''

عیسائی خانقاہیں یا فحاشی کے اڈے

تجرد کے نام پر راہبات کی خانقاہیں بداخلاقی کے چکلے بن کر رہ گئے وہاں نوزائیدہ بچوں کا قتل عام ہونے لگا اس مقصد کیلئے زمین دوز تہ خانے کام میں لائے جاتے محرمات تک سے ناجائز تعلقات اور خلاف وضع فطری جرائم ان خانقاہوں پر چھا گئے دسویں صدی کا اطالوی بشپ لکھتا ہے کہ اگر ان خانقاہوں سے حرامی لڑکوں کو الگ کیا جائے تو شاید کوئی بھی خادم لڑکا نہ رہ جائے۔ آٹھویں صدی سے گیارہویں صدی تک بداخلاقی اور بدکرداری کی یہ داستان اس رہبانیت کی داستان ہے، جسے تطہیر اخلاق کے مقصد سے گھڑ لیا گیا اور جسے نباہانہ جا سکا وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا (الحدید:٢٧)

(۱) انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر ص ۲۵۰
(۲) معرکہ مذہب وسائنس

عیسائیت کی رہبانیت میں تبدیلی اور اس کے اخلاق سوز نتائج سے قطع نظر اگر ہم ایک اور پہلو پر غور کریں تو پھر بھی یہ حقیقت ثابت ہو جائے گی کہ عیسائیت قوموں کی تعمیر اخلاق کی ذمہ داری نہیں اٹھا سکتی ،عیسائیوں کے اپنے آپ کو خدا کی اولاد اور احباب سمجھنے کے بعد ظاہر ہے کہ وہ یہودیت اور برہمنیت کی طرح اخلاق و اعمال کا کوئی عالمگیر اور ہمہ گیر تصور پیش نہیں کر سکتے ۔

عیسائیت بنی اسرائیل تک محدود ایک علاقائی نسلی نظریہ حیات

وہ نسلی برتری کو ثابت کرنے کے لیے ایک علاقائی اور نسلی نظریۂ حیات ہے گو سیاسی مقاصد اور اقتصادی منافع کے حصول کی غرض سے اس کی مشنریوں کا جال دنیا میں بچھا ہوا ہے آج یورپ میں تعلیم و معاشرت کے میدان میں کالے اور گورے کا امتیازی سلوک اور کالوں پر ظلم و بربریت اس امر کا بین ثبوت ہے کہ اس مذہب میں عالمگیر نسخۂ ہدایت بننے کی کوئی صلاحیت نہیں ، مساوات انسانی اور حقوق آزادی و جمہوریت محض زبانی دعوے ہیں پھر وہ مذہب کب عالمگیر اصلاحی دین ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے جس کے پیغمبر نے بار بار اپنی دعوت کی وقتی اور نسلی حیثیت کو ظاہر کر دیا ہو اور ان الفاظ سے کہ ”میں تو اسرائیلی بھیڑوں کو جمع کرنے آیا ہوں اور یہ کہ میرا جانا ہی تمہارے لیے بہتر ہے کہ آنے والا میرے جانے کے بغیر نہیں آئے گا مکارم اخلاق کے ہمہ گیر آخری نظام پیش کرنے والی شخصیت ﷺ کی بشارت دی خود قرآنِ کریم نے بھی حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں وَ رَسُوْلًا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ کے الفاظ سے مسیحیت کا بنی اسرائیل تک محدود ہونے کو ظاہر فرمایا ہے اس صورت حال کے بعد انجیلی پروگرام (جو ایک مخصوص قوم اور مخصوص حالات کے مناسب حال اتارا گیا تھا) کب غیر اسرائیلی دنیا کی فلاح و سعادت کا پیغام بن سکتا ہے ۔

مذاہب پر حرف گیری مقصود نہیں بلکہ تحریف شدہ چہرہ دکھانا ہے

یہاں یہ امر ملحوظ رہے کہ تعمیر اخلاق میں قرآن کریم کے ساتھ دیگر مذاہب کا موازنہ کرتے ہوئے ہمارا مقصد ان مذاہب کے انبیاء کرام اور ان کی تعلیمات پر حرف گیری مقصود نہیں ہم تمام انبیاء اور سچے ادیان کی بنیادی تعلیمات کو اعلیٰ انسانی اخلاق اور سچی تعلیمات کا بہترین اور پاکیزہ نسخہ شفاء سمجھتے ہیں بلکہ ہمارا موازنہ ان مذاہب کی بگڑی ہوئی تحریف شدہ موجودہ تعلیمات سے ہے اور ان کی یہ بے اعتدالی ، نا قابل عمل اور غیر مفید ہونا ، ان کے پیروؤں کی تحریف و تلبیس کا ثمرہ سمجھتے ہیں اور اپنی موجودہ شکلوں میں انہیں تعمیر اخلاق کے لیے مفید نہیں سمجھتے ۔

دیگر مذاہب اور تعمیر اخلاق

ان دو عظیم مذاہب کے علاوہ دنیا میں بدھ مت ،ہندو مت یا برہمنیت ، کنفیوشس، تاؤ مت، شنٹومت وغیرہ کے نام سے جتنے مذاہب کے سراغ مل سکے ہیں وہ ایک تو اپنے پیروؤں کے ہاتھوں اس قدر مسخ ہو چکے ہیں کہ اگر ان مذاہب کے پیشوا بھی کسی طرح دنیا میں آ جائیں تو انہیں نہ پہچان سکیں پھر ان میں سے اکثر مذاہب کا تعلق ایک قومی ، علاقائی یا کسی خاص طبقہ اور قبیلہ سے تھا عالمگیر انسانیت کی تعمیر اور ہدایت سے نہیں ۔

ہندومت، عالمگیر تو کیا اپنے ملک اور قوم کو بھی یکساں حیثیت نہیں دیتا، کنفیوشس مت چین اور شنٹومت جاپان کی اکثریت کا مذہب رہا اور بدھ مت چین جاپان اور ہندوستان کے بعض علاقوں کے مذاہب بنے اور اکثر عقائد کی بربادی اخلاق کی تباہی اونچ نیچ اور ذات پات کی تفریق کا شکار ہوئے ۔

برہمنیت اور بدھ مت پر ایک سرسری نظر

یہاں ہم برہمنیت اور بدھ مذہب پر ایک سرسری نگاہ ڈالتے ہیں جس کا برصغیر اور چین کے علاقوں پر اثر رہا بدھ مذہب کے بانی گوتم بدھ کی تعلیمات میں

اخلاقیات رحم دلی، شفقت اور سادگی پائی جاتی تھی مگر ایک تو احسان وعفو کیساتھ اس میں بھی عدل اور قانون اور دین کیساتھ دنیا کا لحاظ نہیں رکھا گیا دوسرے بہت جلد ہندوستان کے برہمنی مذہب کو اپنے ساتھ شامل کر کے اس نے بھی مسیحیت کی طرح اپنی انفرادیت کھو دی اور گوتم کی اخلاقی تعلیمات نظروں سے اوجھل ہوگئیں اس نے بھی برہمنیت کی طرح گوتم کو اوتار بنایا اور عقیدہ توحید کو تجسم اور حلول اور مظاہر پرستی کے ذریعہ سے فنا کر دیا وہ سور، کچھوے، گائے، شیر اور سانپ تک کی پوجا کرنے لگے اور اس عقیدہ کی بناء پر رام چندر اور کرشن جی کو اوتار تسلیم کیا جانے لگا (تفسیر حقانی: ج ۲، ص ۳۷) بدھ مت کے پیروؤں کی پوری مذہبی اور تمدنی زندگی پر بت پرستی اور گوتم کے مجسمے چھا گئے پنڈت نہرو اپنی کتاب ''تلاش ہند'' میں لکھتے ہیں کہ بدھ رہنما نہایت دولت مند اور ایک طبقہ کے مفاد کے مرکز بن گئے عبادت میں سحر و اوہام داخل ہو گئے یہاں تک کہ ''رائس ڈیوڈس'' کے الفاظ میں ساری فضاء پر ذہن کے ان پر فریب نظریات کی گھٹا چھا گئی اور بانی مذہب کی سادہ تعلیمات ان الٰہیاتی موشگافیوں میں دب کر رہ گئے (تلاش ہند: ص ۲۰۱ تا ۲۰۳)
برہمنیت اور بدھ مت کی ان مسخ شدہ تعلیمات کے نتیجے میں ہندوستان جس مذہبی اور اجتماعی خرابیوں میں مبتلا ہوا، اس کی نظیر مشکل سے مل سکتی ہے انکی مذہبی کتب وید وغیرہ دیوتاؤں کے قصے کہانیوں سے بھری پڑی ہیں جس کے نتیجہ میں ہر شخص نے شیوہ، وشنو سورج چاند ستاروں یہاں تک کہ گائے کے گوبر تک کو اپنا معبود بنالیا۔قوت علیہ کی اس بربادی کیساتھ ان مذاہب کی کتابیں اخلاقی واعمال کی بجائے جنسی اور شہوانی جذبات ابھارنے والے کوک شاستر بن کر رہ گئی ہیں ان میں دیوتاؤں کے باہمی اختلاط کے ایسے افسانے پائے جاتے ہیں جنہیں سن کر مارے شرم کے پیشانی عرق آلود ہوجائے اخلاقی گراوٹ کی انتہا یہ ہے کہ اِن مذاہب میں بڑے دیوتا (شیو) کے آلۂ تناسل (لنگم) کی پوجا ہوتی ہے اور بچے اور جوان مرد وعورت سب اس میں شریک ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر گستاولی بان ان مذاہب پر حیوانی شہوت کے تسلط کے ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''ان کے مندر پرستش کی چیزوں سے بھرے پڑے ہیں جن میں سب سے مقدم لنگم اور یولی ہیں (جن سے مراد مرد اور عورت کی شرمگاہیں ہیں) اشوک کے ستونوں کو بھی عام ہندو لنگم خیال کرتے ہیں اور اسطوانہ اور مخروطی شکلیں ان کے نزدیک لنگم کی مشابہت کی وجہ سے واجب التعظیم ہیں (تمدّن ہند ص ۴۴۷) ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے کہ ایک مذہبی فرقہ کے برہنہ مرد اور عورتیں ایک دوسرے کی شرمگاہوں کی عبادت کرتے ہیں، برہمنی تہذیب میں شوہر کے خاندان یا اس کے بھائیوں سے مشترکہ طور پر اولاد پیدا کرنے کا رواج قدیم ہندوستان کا ایک جانا پہنچانا رواج ہے ستیارتھ پرکاش میں مختلف مقامات پر ''نیوگ'' کے نام سے اس شرمناک رسم کا ذکر موجود ہے (ستیارتھ پرکاش ص ۱۵۲ تا ۱۵۳) اپنے رہنما کرشن جی کے بارہ میں بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ وہ نہاتی ہوئی گوپیوں کے کپڑے اٹھا کر لے جاتا اور ان دوشیزاؤں کو چھیڑا کرتا تھا، اپنے اس مہاراج کے بارہ میں ان لوگوں کی تصریحات ہیں کہ ان کے پاس سولہ ہزار ایک سو آٹھ باندیاں اور آٹھ مہارانیاں تھیں (رحمۃ اللعالمین جلد ۳ ص ۹۷۴) اس کی عفت وعصمت کی قدر کا اندازہ نیوگ اور مشترکہ بیوی کے رواج سے لگایا جا سکتا ہے اسے شوہر کے ساتھ ستی ہونے یا جیتے جی دوسری شادی نہ کرنے کی تعلیم دی گئی۔

برہمنیت کے متبعین میں سے بعض لوگوں نے مختلف ریاضتوں اور جوگیت وغیرہ کے ذریعہ اپنی اصلاح کرنی چاہی مگر اس کا حشر بھی رہبانیت کی طرح بھیانک رہا جن لوگوں کی نگاہ میں صرف وسط ایشیاء کے ان قدیم مذاہب کی سیاہ تصویر ہے اور وہ اسلام کے ہمہ گیر جامع اخلاقی نظام سے واقفیت نہیں رکھتے وہ موجودہ عیسائی دنیا کی طرح اخلاقی اقدار میں مذہب کی تعمیری صلاحیتوں کے قائل نہ رہ سکے۔

اسلام سے قبل کی تحریکیں ایرانی اباحیت ، مانویت ، مزدکیت

ہندوستان کے ان مذاہب کے متوازی اسلام سے قبل جو تحریکیں اور تہذیبیں اٹھیں ان کی اخلاقی حیثیت کا بھی یہی حال ہے ایرانیوں کے ہاں ازدواجی رشتہ کے لیے حلال وحرام کی کوئی رکاوٹ نہیں تھی پانچویں صدی کے ''یزدگرد'' نے اپنی لڑکی اور بہرام (چھٹی صدی عیسوی) نے اپنی بہن کو زوجیت میں رکھا، تیسری صدی عیسوی میں اس شدید اخلاقی بحران کے ردعمل میں مانویت کے نام سے ایک اصلاحی تحریک اٹھی ، جو سراسر غیرفطری اور غیر اخلاقی تھی اس میں تجرد کی زندگی کو لازم اور نکاح کو حرام قرار دیا گیا تا کہ نوع انسانی جلد سے جلد فنا ہو اور دنیا اخلاقی رذائل اور برائیوں سے پاک ہو سکے مانویت کی دشمن فطرت تعلیمات کے ردعمل میں مزدکیت کی تحریک اٹھی جس نے اخلاق کی تمام حدود توڑ دیں اور دیگر اشیاء کے علاوہ عورت کو بھی ہر ایک کے لیے حلال ٹھہرایا اس کے نتیجہ میں پورا ملک بے حد انارکی ،شہوت پرستی ، لوٹ کھسوٹ اور حیوانیت میں ڈوب گیا جو چاہتا کسی کے گھر میں گھس آتا اور مال وزن پر قبضہ کر لیتا۔

مغربی تہذیب اور اشتراکیت ،مزدکیت کا نیا روپ

آج کی مغربی تہذیب عورت کے معاملہ میں اور اشتراکیت مال و دولت کے معاملہ میں انہی مزدک کے طریقوں پر عمل پیرا ہے ایران کے ان قدیم مذاہب میں بادشاہ کے ساتھ طبقہ واردیت کا وہی معاملہ ہوا جو برہمنیت میں تھا بادشاہوں کی عبادت کی جاتی اور انہیں تمام اخلاقی تقاضوں سے آزاد سمجھا جاتا اور اس کیساتھ اہل ایران اپنے آپ کو دنیا کی ہر قوم اور نسل پر برتر سمجھنے لگے ان دنوں مجوسیت کے نام سے جو تحریک اٹھی اس کی بھی عقائد واخلاق کے سلسلہ میں یہی حالت ہے۔

تعمیر اخلاق اور انسانی مجد وشرف کی تکمیل کے سلسلہ میں ان مذاہب کا یہ ایک

اجمالی جائزہ تھا اور اس سے واضح ہو گیا کہ ایسے مبہم ،محرّف ،قومی ،علاقائی ،نسلی ،طبقاتی اور غیر فطری اخلاقی ضابطے تعمیر انسانیت جیسے نازک ترین کام کی ہرگز صلاحیت نہیں رکھتے اب ہم اس بارہ میں قرآن کریم اور اسلامی تعلیمات کا جائزہ لیتے ہیں۔

قرآن کریم اور انسان کی قوت علمیہ کی اصلاح

انسان میں خداوند تعالیٰ نے تین بنیادی قوتیں رکھی ہیں جنہیں علمائے اخلاق اور حکمائے اسلام نے تمام اچھے اور برے اخلاق کا سرچشمہ قرار دیا ہے قوت علم ،قوت غضب، قوت شہوت ان تینوں قوتوں کے اعتدال سے بہترین صفات اور اخلاقِ حسنہ ظاہر ہوتے ہیں پہلی قوت انسان کے علمی، فکری اور اعتقادی زندگی اور دوسری و تیسری قوت انسان کی عملی زندگی کا منبع ہے ان باطنی جبلتوں میں سے کسی ایک کا بھی نقطہ اعتدال سے ہٹ جانا بے شمار اعتقادی اور اخلاقی خرابیوں ، ذہنی گمراہیوں اور اعمال فاسدہ کا سبب بن جاتا ہے۔

پھر ان تینوں صفات میں قوت علمی کی حیثیت اساس اور اصل الاصول کی ہے اور انسان کی دیگر تمام حیوانی صفات کی اعتدال اور بے اعتدالی کا مدار قوت علمیہ کے اعتدال ہی پر ہے اس قوت سے انسان کے نظریات اور اعتقادات پھوٹتے ہیں یہی قوت باطنی احساسات ،فطرت ،ضمیر اور حاسۂ انسانی کو بیدار یا برباد کرتا ہے قوت علمیہ کی بے اعتدالی افراط یا تفریط کے نتائج مکر، فریب ، جہل ، حماقت ، نا تجربہ کاری ، غلط روی، گمراہی ، بدعقیدگی، دیوانگی ، تذبذب ، تشکیک ، بدگمانی ،عیاری ،طراری ،غباوت ، اور بلاوت کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں ،قرآن کریم سب سے پہلے ایمان، اسلام اور توحید کے ذریعہ اس قوت کو اعتدال میں لانا چاہتا ہے ،جس کے نتیجہ میں انسان اچھے اور برے اقوال وافعال ، جھوٹ اور سچائی ،حق اور باطل کارآمد اور لغو چیزوں میں امتیاز کر سکے حق

اور باطل میں تمیز اور تفریق کی اس استعداد کو قرآن کریم ،حکمت اور فرقان کے نام سے موسوم کرتا ہے جو اخلاق فاضلہ اور اعتقادات صحیحہ کا سرچشمہ بن کر انسان کے اوپر دین اور دنیا میں خیر کثیر کے دروازے کھول دیتا ہے۔

قرآن کریم نے سب سے پہلے اخلاقی قوتوں کے اس منبع ''قوت علمیہ'' کی تصحیح کرنی چاہی اور اپنے جامع اور ہمہ گیر انداز بیان اور اعجازی اسلوب سے علم اور جہل حق اور باطل کے درمیان ایک واضح خط فاصل کھینچ دیا ،قرآن کریم کے اس حصہ کو ہم ''اعتقادات'' کے نام سے پہچانتے ہیں اسلام سے پہلے ساری دنیا قوت علمیہ کی بے اعتدالی کی وجہ سے جب اعتقادی خرابیوں میں مبتلا ہو کر اخلاقی انحطاط کی اتھاہ گہرائیوں میں جا گری تھی قرآن کریم نے ان تمام مفاسد اور خرابیوں کا معجزانہ انداز میں ازالہ فرمایا۔

عقائد کی اساس ذات وصفات میں توحید خالص

سب سے پہلی چیز ایمان و اسلام اور خداوند کریم کی ذات و صفات کے بارے میں پاکیزہ اور نکھرا ہوا تصور ہے قرآن حکیم نے توحید خالص پیش کرتے ہوئے خلق و امر اور ساری کائنات کی ربوبیت کا مستحق صرف خدا وند کریم کو ٹھہرایا ، ملائکہ اور انبیاء کی الوہیت کی تردید کی ، بت پرستی ،ستارہ پرستی جن اور شیطان ، مخفی قوتوں ، بھوت ، کہانت اور دیگر اوہام وخرافات کی پرستش کا قلع قمع فرمایا ،تعدّ دآلہہ کفارہ اور شفاعت کے من گھڑت معانی کا ابطال کیا ،غیر خدا کی مشرکانہ تعظیم سے روک دیا ،خدا اور مخلوق کے درمیانی واسطوں کے مشرکانہ اعتقادات کا ازالہ کیا اورشرک کے تمام شبہات، آباء پرستی ، قبر پرستی ،قوم پرستی ، وطن پرستی ، اور رنگ ونسل کی پرستش سے بھی انسان کو روک دیا ،اس کے ساتھ ہی خدا وند تعالیٰ کی حقیقی عظمت سے روشناس کراتے ہوئے جسم و جہت ، مادہ اور کثافت کے ہر ظاہری اور باطنی عیوب اور انسانی مزعومات سے

اس کی تنزیہ وتقدیس فرمائی ،انسان کو اسکی صفات جمال وکمال سے آگاہ کیا اس کے علاوہ قرآن نے خالق کا صحیح مرتبہ بھی متعین کیا کہ نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ بیٹا، نہ کوئی اس کا رشتہ دار ہے اور نہ کوئی اس کا برابر یا ہمسر تعالیٰ اللّٰه عن ذلك علوًّا كبيراً

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (اخلاص:٤-١)

هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (الحشر: ٢٣-٢٤)

''اللہ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے ،پاک ذات ،سب عیبوں سے سالم،امان دینے والا ، پناہ میں لینے والا زبردست دباؤ والا صاحب عظمت پاک ہے اللہ ان کے شریک بتلانے سے وہ اللہ ہے پیدا کرنے والا نکال کھڑا کرنے والا ،صورت بنانے والا ،سب عمدہ نام اسی کے ہیں پاکی بول رہا ہے اس کی جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور وہی زبردست حکمتوں والا ہے''

مدار فضلیت اور شرافت صرف اور صرف عمل

ساری کائنات اس کیلئے بحیثیت مخلوق برابر ہے اس کی بارگاہ میں فضلیت اور شرافت کا مدار نہ تو کسی کا مخصوص نسب، قوم اور وطن ہے نہ کسی کا خاص رنگ ، زبان یا دوسرے دنیاوی امتیازات ، اس کی بارگاہ میں بزرگی اور تقریب کی شئے ہر شخص کے ذاتی اوصاف اور کمالات ہیں:

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ (الحجرات : ۱۳)

''بیشک تم میں سے سب سے معزز تم میں سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے''

ہر شخص اپنے عمل کا خود محاسب ہے، کسی کا عمل، قربانی یا محنت دوسرے کی غفلت اور کوتاہیوں کا کفارہ نہیں بن سکتی اور نہ ایک کے جرم میں دوسرا پکڑا جا سکتا ہے:

فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ ○ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (الزلزال : ۷-۸)

''جس نے ذرہ برابر نیکی یا برائی کی وہ اس کا بدلا پائے گا''

اس بارہ میں قرآن کریم صحف اولیٰ اور صحف ابراہیمؑ و موسیٰؑ کے حوالے سے اس فطری اور سچی بات کو دہراتا ہے جسے ان انبیاء کے پیروؤں نے کفارہ اور ابنیت کے عقیدوں سے بدل دیا تھا:

وَاَنۡ لَّيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ○ وَاَنَّ سَعۡيَهٗ سَوۡفَ يُرٰى ○ ثُمَّ يُجۡزٰٮهُ الۡجَزَآءَ الۡاَوۡفٰى (النجم: ۳۹-۴۰)

''اٹھاتا نہیں کوئی اٹھانے والا بوجھ کسی دوسرے کا اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا اور یہ کہ اس کی کمائی اس کو دکھلائی ضرور ہے پھر اس کو بدلہ ملنا ہے اس کا پورا بدلہ''

اس کا ارشاد ہے:

اَنِّىۡ لَاۤ اُضِيۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡكُمۡ مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى (ال عمران:۱۹۵)

''بیشک میں تم میں سے کسی مرد اور عورت کی محنت ضائع نہیں کرتا''

خداوند عالم، ایمان اور اسلام، خالق اور مخلوق کے باہمی تعلق کے بارہ میں قرآنی تعلیمات کی طرف سے یہ صرف چند اشارات ہیں جس کی تفصیل سے مختلف اسالیب اور پیرایوں میں پورا قرآن مجید اول تا آخر لبریز ہے۔

قرآن کے اخلاقی فلسفے کی روح

قرآن کریم سب سے پہلے توحید ایمان اور اسلام کی شکل میں انسان کے علمی فکری اور نظری قوت کو تعمیر کرنا چاہتا ہے اور پھر اس بنیاد پر اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کی عمارت اٹھانا چاہتا ہے اور یہی ایمان، تصور آخرت، اور عقیدہ احتساب، اسلام کے اخلاقی فلسفے کی روح ہے جس کے بغیر تمام اخلاقی فلسفے بے جان ڈھانچے ہیں یہ روح اگر تر وتازہ اور توانا ہے تو انسانی فطرت صحیح، ضمیر زندہ اور حاسۂ اخلاق بیدار ہے جس کی وجہ سے تمام اعمال و اخلاق فاضلہ اس کی طبیعت اور عادت بن جاتے ہیں اور وہ رذائل اخلاق اور تمام برائیوں سے خود بخود بیزار اور دستبردار ہو جاتا ہے خداوند کریم نے ایمان کی اس اساسی حیثیت کو اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيۡكُمُ الۡاِيۡمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ وَكَرَّهَ اِلَيۡكُمُ الۡكُفۡرَ وَالۡفُسُوۡقَ وَالۡعِصۡيَانَ اُولٰٓـئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوۡنَ

(الحجرات:۷)

''خداوند تعالیٰ نے ایمان کو تمہارا محبوب اور پسندیدہ بنایا اور کفر گناہ اور نافرمانی سے تمہارے دلوں میں نفرت ڈال دی یہی لوگ نیک چلن ہیں''

پھر وہ اعمال و اخلاق کی غرض و غایت کسی مادی، وقتی یا فانی منفعت کو نہیں بلکہ خداوند کریم کی خوشنودی، رضائے مولیٰ دائمی زندگی سرخروئی آخرت، حصول جنت اور درجات عالیہ کو قرار دیتا ہے:

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰٮهَا ○ وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰٮهَا ○ (الشمس : ۹-۱۰)

اور جا بہ جا اعمال و اخلاق کی مقبولیت کا دارومدار **اِبۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ ، اِبۡتِغَآءَ وَجۡهِ اللّٰهِ ، اِبۡتِغَآءَ وَجۡهِ رَبِّهِ الۡاَعۡلٰى** کو بناتا ہے، دنیا کے تمام اخلاقی فلسفے سقراط، اور

افلاطون اور ارسطو کی اخلاقیات کسی نہ کسی مادی مقاصد اور فوائد پر مبنی تھے اور مادی چیزیں بدلتی رہتی ہیں۔

یورپ کے اخلاق کا معیار مادہ پرستی اور مادی نفع ونقصان

تصور آخرت اور ایمان کے بغیر حسن و اخلاق اور تہذیب وتمدن کی مثال یورپ کی شکل میں ہمارے سامنے ہے جہاں تمام اخلاق و اعمال کو صرف مادی نفع نقصان کے ترازو میں تولا جاتا ہے وہاں کی اخلاقیت استحصال زر اور جلب منفعت میں محدود ہو کر رہ گئی ہے اور صرف وہی خوبیاں، اپنائی جاتی ہیں جو ملک اور سوسائٹی کے لیے مادی لحاظ سے کچھ نہ کچھ فائدہ رکھتی ہوں مثلاً معاملات میں صفائی اور دیانت، وعدہ کی پابندی، نظم وضبط، باہمی تعاون، وقت کی پابندی اور حب الوطنی وغیرہ اور جن اخلاق حسنہ میں اسے مادی نفع نظر نہیں آتا یورپ اسکے بارہ میں مفلس اور قلاش ہے۔ شرم وحیا، عفت اور عصمت، بزرگوں کا ادب، چھوٹوں سے شفقت، کنبہ پروری رشتہ داروں کے حقوق، انسانیت کا احترام، دوسری قوموں کی پاسداری، خلق خدا سے ہمدردی وغیرہ اخلاق حسنہ سے تصور آخرت اور ایمان نہ ہونے کی وجہ سے یہ اقوام محروم ہیں جن سے ظاہر ہے کہ جو مادی اخلاق وہ اپنائے ہوئے ہیں وہ محض کاروبار اور تجارت اور منفعت پر مبنی ہیں، جو نفاق میں شمار ہوسکتے ہیں، مگر اخلاق میں نہیں الغرض کسی قوم فرد یا معاشرہ کا واقعی معنوں میں مہذب ہونے کے لیے لازمی چیز ایمان اور تصور آخرت ہے جس کے بغیر تمام عقلی موشگافیوں اور منطقی استدلالات اور فلسفیانہ تعلیمات تعمیر اخلاق انسانی میں ناکام ہیں یہ ایمان و اسلام جس کا قرآن کریم مطالبہ کرتا ہے انسان کا اپنے تمام قویٰ اور صلاحیتوں اور خواہشات کا رب العالمین کو مکمل سپردگی تفویض تام اور تسلیم کامل کا نام ہے جسکی وجہ سے خواہشات اس کی مرضی میں ڈھل کر رذائل اخلاق کی جڑیں خود بخود کٹ جاتی ہیں۔

عبادات

ایمان اور اعتقاد کے بعد قرآن کریم میں عبادات کا درجہ ہے جو اس ایمان اور عقیدہ کے مظاہر اور علامات ہیں اور قرآن کریم کا اکثر حصہ عبادات بالخصوص ارکان اسلام سے متعلق ہے۔

نماز اور تعمیر اخلاق

نماز جسے اسلام کی اہم ترین اساس اور ایمان و کفر کے درمیان حد فاصل قرار دیا گیا ہے وہ نہ صرف بدن اور جسم کو شائستہ و پاکیزہ بنانے بلکہ باطن کو مہذب بنانے کا بھی ایک جامع نظام ہے، اس کے حقوق وآداب کی رعایت اور اہمیت کے احساس کے بعد اخلاق نفس درست اور رذیلہ کافور ہوجاتے ہیں، بے شک صلوٰۃ جس کے مفہوم میں جلانا داخل ہے اخلاق خبیثہ کو جلادیتی ہے وجہ یہ ہے کہ نفس کی بدخلقی کی بنیاد انانیت اور کبر نفس ہے یہی دو چیزیں بیشمار خرابیوں فساد ذات البین، عجب وغرور، باہمی جدال و قتال، قتل وغارت، بدگوئی اور سب وشتم اوروں کی تحقیر وتذلیل، خودفریبی اور خودستائی کا ذریعہ بنتی ہیں جن کی وجہ سے پوری دنیا جہنم زار بن جاتی ہے نہ صرف یہ بلکہ یہ تکبر نفس زیردست پر ظلم وتعدی اور دوسروں سے حسد وعناد، بدگوئی، مکاری اور دغابازی کا باعث بن جاتا ہے جن میں سے ایک حسد بے شمار حریصانہ خصلتوں کی جڑ بن جاتا ہے جس سے غصب ونہب، ڈکیتی، سرقہ، رشوت، شہوت اور بخل، طمع اور لالچ پیدا ہونے لگتے ہیں۔

نماز جس کے ایک ایک رکن ہر حرکت وادا اور ایک ایک لفظ سے خداوند تعالیٰ کی عظمت و سطوت اس کے مالکیت و ربوبیت اور متصرف مطلق ہونے کا اقرار واعتراف نمایاں ہے، قرآن کریم نماز کی شکل میں دن میں پانچ مرتبہ انسانی برائیوں کی اس بنیاد کبر نفس پر تیشہ چلاتا ہے، نمازی اپنے قول وعمل اور تمام حرکات وسکنات کے ذریعہ اعلان کرتا ہے

کہ تمام صفات کمال و جمال اور ہر حمد وستائش کی سزاوار صرف وہ ذاتِ بے ہمتا ہے اور باقی ساری مخلوق عاجز اور محتاج ہے اس کا ہر ہر عمل عجز وخشوع ،تسلیم اور انقیاد ، عاجزی اور تفویض کلی کا آئینہ دار ہوتا ہے، وہ اپنی نماز کے ذریعہ اعلان کرتا ہے کہ ترفع اور تکبر، انانیت اور غرور تو ایک طرف میں تو اتنا سراپا احتیاج ہوں کہ انتہائی پستی اور آخری ذلت کیلئے ناک اور پیشانی تک خاک میں رگڑ رہا ہوں پس جبکہ نماز کبرنفس کو مٹا کر انسان کو تمام آثار خبیثہ سے پاک وصاف کر دیتی ہے تو فحشاء اور منکر، جاہ اور باہ کی بدمستی اور بے اعتدالی، قولی اور فکری گناہوں اور اخلاقی گراوٹ کو پھر نفس میں کہاں پناہ مل سکتی ہے ۔

قرآن کریم نے نماز کے اس اخلاقیاتی پہلو کو خاص طور سے ذکر فرمایا:

إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (العنكبوت:٤٥)

''بیشک نماز بے حیائی اور بری بات سے روکتی ہے اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے''

اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس کی نماز اسکو برائی اور بدی سے باز نہ رکھے اسکی نماز نماز ہی نہیں''

یہ تو نماز کا سلبی پہلو ہے ۔ایجابی پہلو یہ ہے کہ تزکیہ نفس اور تطہیر اخلاق کے ساتھ ساتھ نماز انسان میں وہ اخلاق حمیدہ پیدا کرنا چاہتی ہے جو ایک مہذب انسان کے لئے ضروری ہیں ۔ گویا نماز بیک وقت تخلیہ اور تجلیہ دونوں ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے ہیں مثلاً صرف سورۃ فاتحہ کو لیجئے جو نماز کی روح ہے اس کا آغاز ہی الحمد سے ہوتا ہے جو رب العالمین کا شکر اور اس کی عظمتوں کا اعتراف ہے صبر کر لیں تو نماز لذائذ اور خواہشات نفس سے دست کشی ہے اخلاق واحسان کو لیں تو وہ نماز ہی ہے جسے أن تعبد الله كانك تراه اور معراج المومنین کہا گیا ہے سخاوت اور ایثار کو لیں تو نماز ماسوائے خدا کے ساری مخلوق کو قربان کر کے اور تکبیر کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے اس سے برأت ظاہر کر دیتا ہے غرض صدق وعفاف ،تسلیم و انقیاد ، ضبط و تنظیم ، اجتماعیت اور جمعیت خاطر ،شوق و ذوق ،

شجاعت اور قہر نفس ، تواضع اور فروتنی ، انفاق و ایثار کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو اس جامع العبادات والملل عبادت یعنی نماز میں موجود نہ ہو (فلسفہ نماز: قاری محمد طیب صاحب ص۴۲ تا ۵۰)

باہمی روابط

اس کے علاوہ نماز کا ایک اور اخلاقی پہلو ہے وہ یہ کہ نماز مسلمانوں کی باہمی الفت ومحبت ایک دوسرے کے حالات کی خبر گیری، غم وخوشی میں شرکت جیسے اوصاف سے آراستہ کرتی ہے وہ دن میں پانچ مرتبہ اہل محلّہ اور ہفتہ میں ایک بار صلوٰۃِ جمعہ کی شکل میں سارے شہر اور سال میں دوبار عیدین کی شکل میں دور دراز تک کے دیہات کو اکٹھا کرتی ہے اور باہمی محبت وتعارف اور تعاون وتعاضد کا ذریعہ بنتی ہے ۔ان اجتماعی فوائد ہی کی وجہ سے وہ دیہات میں نمازِ جمعہ اور صلوٰۃ عیدین کی اجازت نہیں دیتا اور جمعہ بھی شہر کی صرف ایک مسجد جامع میں افضل قرار دیتا ہے نماز کی اس جامع ترین حیثیت کی وجہ سے قرآن کریم نے اسے اپنی اکثر تعلیمات کا محور قرار دیا ۔

اس تفصیل کی روشنی میں بلا کسی تذبذب کہا جا سکتا ہے کہ جو قوم نمازی نہیں وہ کبھی با اخلاق نہیں بن سکتی خواہ وہ کتنی ہی ترقی یافتہ اور متمدن کیوں نہ ہو اس کی ترقی اور تمدن فواحش اور منکرات سے پاک نہ ہوگی ۔

روزہ اور تعمیر اخلاق

انسان کو ملکوتی قوتوں کے ساتھ حیوانی جبلتیں بھی دی گئی ہیں جو بسا اوقات اخلاقی خرابیوں کا سرچشمہ بن جاتی ہے قرآن کریم روزہ کے ذریعہ ملکوتی صفات کو قوت بہیمیہ پر غالب کرانا چاہتا ہے اور روزہ کی شکل میں زندگی کے حلال اور طیب لذات سے کنارہ کشی کرا کر انسان کے اندر ضبط نفس، تحمل اور صبر کا مادہ پیدا کرنا چاہتا ہے تا کہ انسان کی تمام معنوی اور ظاہری صلاحیتیں ایک حی وقیوم ذات کی مرضی میں ڈھل جائیں اس وجہ

سے قرآن کریم نے روزہ کو تقویٰ کا ذریعہ قرار دیا ہے "لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ" اور تقویٰ وہ صفت ہے جس سے آراستہ ہو کر انسان اخلاقیات عالم کا ''نسخۂ جامعہ'' بن جاتا ہے اس لئے کہ صرف یہ ایک لفظ تقویٰ اسلام کی تمام تعلیمات کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے

قال عمربن الخطاب لكعب الأخبار: حدثني عن التقوىٰ، فقال: هل أخذت طريقا ذا شوك؟ قال: نعم، وقال: فما عملت فيه؟ قال: حذرت وتشمرت ، فقال كعب: ذلك التقوىٰ (تفسیرالثعلبی، ج، ص ١٤٢)

''حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے تقویٰ کی حقیقت دریافت کی انہوں نے جواب میں فرمایا کیا آپ کبھی ایسے راستے سے نہیں گزرے جہاں کانٹے دار جھاڑیاں ہوں؟ فرمایا ہاں تو حضرت ابیؓ نے پوچھا کہ: پھر آپ نے کیا کیا؟ تو آپ نے فرمایا میں نے اپنے کپڑے سمیٹ لیے اور اس سے بچتا ہوا گذر گیا حضرت ابیؓ نے فرمایا کہ خواہشات اور منکرات ولذائذ کی خاردار جھاڑیوں سے بچ کر نکلنا یہی تقویٰ ہے''

پھر اس لحاظ سے کہ اس میں نفس سے مقابلہ اور مقاومت ہے جو دشمنوں کے مقابلہ سے بھی شدید ہے حضورﷺ نے اسے جہاد اکبر کہا اور جس طرح زکوٰۃ کے ذریعے مال کا میل کچیل نکل جاتا ہے روزہ کے ذریعے جسم کے فاسد مادے اور نفسانی بیماریاں الگ ہو جاتی ہیں اس لئے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں اسے جسم کی زکوٰۃ کہا گیا ہے (ابن ماجہ) یعنی جسم کو پاک وصاف کرنے والی چیز اور روزہ کے مہینے کو رمضان کہا گیا یعنی اخلاق فاسدہ اور معاصی و آثار کو جلانے والا مہینہ پھر اس میں تخلق بأخلاق اللّٰہ یعنی خداوند کریم کے اخلاق وصفات کو اپنانے کا پہلو بھی موجود ہے جو استغنا عن الخلق

اور مخلوق سے بے نیازی ہے اس وجہ سے اس کے اجر وثواب کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی طرف منسوب کر دیا إلّا الصوم فإنه لي وأنا أجزى به (بخاری: ح ١٩٠٤) ''روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا'' گویا اس میں اخلاق صمدیت کی جھلک پائی جاتی ہے تعمیر سیرت میں حیوانی خواہشات پر کنٹرول کرنے کا بنیادی حصہ ہے اور یہ صفت صبر سے حاصل ہوتی ہے جو علماء اخلاق کے نزدیک ایک بنیادی خلق ہے اور روزہ اس کے حصول کا بہترین ذریعہ اس واسطے روزے کو حدیث میں نصف صبر اور صبر کو نصف ایمان کہا گیا ہے اور بناء بر قول مفسرین صابرین سے صائمین ہی مراد ہیں، جن کو آیت: ''إِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (الزمر: ١٠) میں بے حساب اجر وثواب کی بشارت دی گئی ہے پھر اس صبر کے علاوہ دوسروں کے ساتھ غمخواری اور ہمدردی فقراء وغرباء کے دکھ درد کا عملی احساس دلانا بھی مطلوب ہے اس لیے حضورﷺ نے شہر رمضان کو شهرالصبروالمواساة کہا یعنی صبر اور غم خواری کا مہینہ اس طرح قرآن کریم نے سال کا پورا مہینہ تعمیر اخلاق اور تہذیب نفس کے لیے مخصوص کر کے رمضان میں صرف ترک اکل وشرب اور جماع سے احتراز کو لازم نہیں کیا بلکہ ہر اخلاقی برائی، تمام منکرات اور فواحش سے کنارہ کشی کو ضروری قرار دیا حضورﷺ نے ارشاد فرمایا:

من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجةٌ فى أن يدع طعامهٗ و شرابه (بخاری: ح،١٩٠٣)

''جس نے برے اعمال واقوال جھوٹ وغیرہ سے احتراز نہ کیا تو اللہ کے ہاں ایسے روزہ کی کوئی اہمیت نہیں''

ایک دوسرے ارشاد میں بھی اخلاقی خرابیوں سے سختی سے منع فرمایا:

إذا كان يوم صومِ أحدكم فلا يرفث ولا يصخب فإن سأبهٗ احدٌ او قاتلهٗ فليقل اني امرو صائم۔(بخاری:ح١٩٠٤)

''جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ کوئی بے ہودہ حرکت نہ کرے، نہ تیزی

سے بولے اور نہ لڑائی جھگڑے کا جواب گالم گلوچ سے دیا کرے اور اگر کسی
نے روزے دار کو گالی دی یا جھگڑا کرنے لگے تو یوں جان چھڑائے کہ میں تو
روزہ سے ہوں"

ایک اور موقع پر حضور ﷺ نے غیبت کو مفطر صوم قرار دیا اور لوگوں کو کھلانے پلانے اور ماتحت مزدور اور مظلوموں پر تخفیف اور آسانی لانے کی تاکید فرمائی۔

زکوٰۃ، صدقاتِ واجبہ ونافلہ اور تعمیر اخلاق

محبتِ مال میں غلو اور افراط کو ہر برائی کی جڑ کہا گیا ہے (۱) تاریخ کے ہر دور میں ظلم اور حقوق کی پامالی لوٹ کھسوٹ، جنگ وجدال اور کمزوروں پر غلبہ واستیلاء کے تمام واقعات میں یہی حیوانی جذبہ زیادت مال کارفرما رہا ہے اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا حرص یعنی مال کی محبت سے بچو اس حرص نے پہلے لوگوں کو برباد کیا اکثر اخلاق فاسدہ، خودغرضی، ناشکری، حسد وعناد، ظلم وفساد، غصب ونہب سرقہ، خالق اور مخلوق دونوں سے بے نیازی، بخل، اسراف وغیرہ اس سے جنم لیتے ہیں اور اس کے علاوہ افراط مال حب جاہ اور حب باہ کی بنیاد بن جاتا ہے جس کی وجہ سے شہوانی اور غضبانی قوتیں بے اعتدال ہو جاتی ہیں جو بالآخر اخلاقی بربادی کے علاوہ معاشرہ کو اقتصادی اور معاشی بدحالیوں میں مبتلا کر دیتی ہیں قرآن کریم نے زکوٰۃ کے ذریعہ جس کے مفہوم میں تزکیہ اور پاکیزگی داخل ہے خرابیوں کی اس جڑ (حب مال اور حرص دنیا) کو کاٹ دیا اور مال کو ان خرابیوں کی بجائے ہمدردیٔ خلق، غمخوارگی، رعایت حقوق، احسان وکرم، جود وبخشش، انفاق وایثار جیسے اخلاق حسنہ کا ذریعہ بنا دیا اور زکوٰۃ کے ذریعہ مال ودولت کو ایک طبقہ کی جاگیرداری سے نکال کر معاشرہ کے غریب طبقہ کے دل میں امراء کیساتھ بجائے حسد، نفرت، بغض اور عداوت کے محبت، انس اور خیرخواہی پیدا کر دی اس بناء پر زکوٰۃ کو صدقہ کہا گیا یعنی

(۱) حب الدنیا رأس کل خطیئۃ (مشکوۃ: ح ۵۲۱۳)

تمام سچائیوں کا سرچشمہ اور زکوٰۃ دینے والوں کو متصدقین ومتصدقات کہا گیا یعنی قول و فعل اور قلب وعقیدہ کے سچے کیونکہ صدق ان تینوں کی سچائی کا نام ہے خود قرآن کریم نے زکوٰۃ اور صدقہ کو تطہیر نفس اور تزکیہ اخلاق کا نام دیا فرمایا:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا (التوبہ: ۱۰)

"ان کے اموال سے صدقہ لیا کرو جس سے آپ ان کو پاک وصاف کرتے ہیں"

پھر صدقہ کو صرف زکوٰۃ تک محدود نہیں فرمایا بلکہ اس جذبۂ صدق وصفا کو ابھارنے کیلئے زکوٰۃ کے علاوہ صدقات نافلہ، انفاق فی سبیل اللہ، قربانی، نصف العشر (۱/۲۰) ربع العشر (۱/۴) خمس (۱/۵) صدقۃ الفطر، صدقاتِ جاریہ، عتقِ رقبہ، قرضِ حسنہ، ہبہ، عاریت وغیرہ کی بھی جا بجا تاکید فرمائی ارشاد ہے:

☆ وَ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (البقرہ: ۱۹۵) "اللہ کی راہ میں خرچ کرو"

☆ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (الحدید: ۱۱) "کون شخص ہے جو اللہ کو قرض دے اچھا قرض"

☆ وَ یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ (البقرہ: ۲۱۹)

"وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں تو کہہ دے کہ تمہارے خرچ سے جو بچے"

☆ وَالَّذِیْنَ فِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (المعارج: ۲۴-۲۵)

"اور وہ جن کے مال میں سائل اور محروم کا حق ہے"

☆ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (ال عمران: ۹۲)

"جب تک اپنی پیاری چیز میں سے کچھ نہ خرچ کرو نیکی میں ہرگز کمال نہیں پاسکو گے"

☆ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ (الروم: ۳۸)

"اور قرابت دار مسکین اور مسافر کو اس کا حق دیا کرو"

☆ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ (البقرہ: ۲۷۲)

"اور جو بھلائی تم نے خدا کی راہ میں کی اس کا پورا بدلہ تمہیں لوٹا دیا جائے گا"

☆ اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَھُمۡ بِالَّیۡلِ وَ النَّھَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً فَلَھُمۡ اَجۡرُھُمۡ عِنۡدَ رَبِّھِمۡ وَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡھِمۡ وَ لَا ھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ(البقرہ:۲۷٤)

''جولوگ اپنے مال کورات دن ظاہراور مخفی طور پرخرچ کرتے ہیں، اللہ کے ہاں ان کا اجر ہے، نہ ان پر ڈر ہوگا، نہ کوئی غم اور فکر''

☆ اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَھُمۡ وَ اَمۡوَالَھُمۡ بِاَنَّ لَھُمُ الۡجَنَّۃَ(التوبہ:۱۱۱)

''اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے جنت کے بدلے ان کے مال اور جان خرید چکا ہے''

☆ وَیُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسۡکِیۡنًا وَّیَتِیۡمًا وَّاَسِیۡرًا اِنَّمَا نُطۡعِمُکُمۡ لِوَجۡہِ اللّٰہِ لَا نُرِیۡدُ مِنۡکُمۡ جَزَآءً وَّلَا شُکُوۡرًا (الدھر:۷٦۔۸،۹)

''مسکین، یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں خالص اللہ کی رضا کے لیے تمہیں کھلاتے ہیں تم سے نہ بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ''

کسب حلال اور باہمی حسنِ سلوک بھی صدقہ ہے

مالی اور مادی امداد کے علاوہ باہمی ہمدردی حسن سلوک اور ہر قسم کے مروت اور احسان کو بھی صدقہ کہا گیا حضور ﷺ نے فرمایا:

مامن مسلم یغرُسُ غر ساً أو یزرع زرعاً فیأ کل منه طیرأو انسانٌ أو بهیمة الا کان لهٗ به صدقة (بخاری: ح ۲۳۲۰)

''جو مسلمان کوئی درخت لگائے یا کوئی کھیت بودے پھر اس میں سے کوئی انسان یا چرند پرند کھاوے وہ سب اس کے لئے صدقہ ہوگا''

اس کے علاوہ اپنے اہل وعیال کے لئے کسب حلال اور مزدوری کسی مسلمان بھائی سے خندہ روئی سے ملنا کسی کو نیک بات بتلانے اور کسی کو شر نہ پہنچانے، کسی کے درمیان صلح اور انصاف کرانے، کسی کا بوجھ اٹھانے اور تکلیف دینے والی چیز راستہ سے ہٹانے کو بھی صدقہ کہا گیا ہے۔ غرض قرآن کریم انفاق جو دوبخشش کو اخلاقی نیکیوں کا

گنجینہ قرار دیتا اور مختلف طریقوں سے اس کی ترغیب دیتا ہے۔

آج دنیا کی قومیں معاشی تفاوت میں کچھ تناسب و اعتدال پیدا کرنے کے لئے سوشلزم، کمیونزم، کیپٹل ازم اور دوسرے ناموں سے مصروف عمل ہیں مگر اسلام نے صرف ایک رکن زکوٰۃ کے ذریعہ انسان کے طبقاتی تفاوت اور افلاس وتنگدستی یا افراط زر سے پیدا ہونے والی تمام خرابیوں کی اصلاح کرنا چاہی اگر اس نظام زکوٰۃ کو صحیح شکل میں اپنایا جائے تو ان تمام اخلاقی خرابیوں ظلم وغصب، حرص وفساد، فقر وغربت، گداگری اور عیاشی وغیرہ سب کا قلع قمع ہوسکتا ہے۔

حج اور تعمیر اخلاق

عبادات میں حج چوتھا رکن ہے اور دیگر عبادات کی طرح یہ بھی تطہیر اخلاق اور اصلاح نفس کا ایک بہترین نسخہ ہے۔ قرآن کریم حج کے ذریعہ اپنے ماننے والے کو گھر بار اہل وعیال قوم وقبیلہ ملک ووطن کے تمام تعلقات اور آلائشوں سے جدا کر کے تقدیس وتحمید اور تکبیر وتہلیل کی فضاؤں میں اس کی اخلاقی اور ایمانی تربیت کرنا چاہتا ہے اور اس طرح خویش و اقارب، قوم و وطن کی محبت اور کاروبار زندگی میں انہاک سے جو اخلاقی خرابیاں پیدا ہوسکتی ہیں حج کی شکل میں ان کا ازالہ کرنا مقصود ہے وہ سرا سر مجاہدہ اور ریاضت ہے اور مختلف طبقوں، مختلف قوموں، نسلوں مختلف زبانوں اور رنگتوں کو ایک لباس میں رکھ کر عملی شکل میں مساوات کا درس دینے کی بہترین صورت ہے وہ خدا کے گھر میں ان انواع و اقسام کے انسانوں کو جمع کر کے انہیں ایک رشتہ اخوت اور تعلق ایمانی میں باندھنا چاہتا ہے وہ لوگوں کو شدائد سفر کے ذریعہ صبر وتحمل رفقاء کے باہمی حقوق، ضبط نفس اور جفاکشی کی تعلیم دیتا ہے وہ دنیا کے گوشہ گوشہ سے آئے ہوئے مسلمانوں کو ایک دوسرے کے حالات سے باخبر ہونے، ایک دوسرے کی بہترین صفات

اور اخلاق سیکھنے کا ذریعہ ہے وہ ایک عظیم ڈسپلن، اجتماعی نظم وضبط کی عملی تربیت ہے اس لیے اس سارے سفر میں ہر اس برائی اور منکر سے سختی سے اجتناب کرنے کی تاکید کی گئی ہے جو اس اخلاقی اور روحانی مقصد کو نقصان پہنچانے والی ہو وہ گالم گلوچ، جھگڑا فساد فحش گوئی اور بیہودہ حرکات کو منافی حج اعمال میں سے قرار دیتا ہے:

فَلَا رَفَثَ وَ لَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ (البقرہ: ۹۷)

''پس کوئی بے ہودہ فحش گوئی برے اعمال جھگڑا فساد کی گنجائش حج میں نہیں''

اس کے تمام اعمال عرفات ومنیٰ کے مشاغل خانہ کعبہ کا طواف استلام اور سعی زاروقطار رونا اور حالت احرام میں ناخن اور بال نہ اکھیڑنا جوں تک کو نہ مارنا، کسی جانور کا شکار نہ کرنا اس کے اندر تمام مخلوق سے استغنا، عشق ومحبت سوز وتڑپ اور شیفتگی کے جذبات ابھارتے ہیں اور آقا کے حکم پر سر تسلیم خم کرنا، مخلوق کو دھکم پیل میں ایذا نہ دینا، شیطان اور شیطانی اخلاق سے بیزاری اور براٗت کا اظہار ہے۔ حج کا یہ پورا موسم تہذیب نفس اور تربیت اخلاق کا نصاب ہے جس میں کامیابی پانے والے کو مغفرت اور دخول جنت کی بشارت دی گئی ہے وہ رزائل اخلاق اور ذنوب وآثام سے اس طرح پاک وصاف ہو جاتا ہے جیسے کہ اس نے آج نیا جنم لیا ہو حضور اقدس ﷺ نے حج کی اس خوبی پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ حج اور عمرہ دونوں نفسانی آلائشات اور معاصی کو ایسے دور کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے یا چاندی کی میل کو دور کر دیتی ہے۔

قرآن کریم اور قوت شہوانیہ کی اصلاح

قدیم فلسفہ اخلاق کے علماء کو بھی اعتراف ہے کہ انسانی فطرت میں قوت علمیہ کے بعد قوت شہوت اور قوت غضب دو ایسی قوتیں ہیں جو تمام اخلاق کی بنیاد ہیں ان دونوں صفات کی خوبی بھی ان کا اعتدال میں رکھنا اور برائیوں کی طرف سے

ان کا رخ نیکیوں کی طرف موڑنے میں ہے شہوت نام ہے فطرت انسانی کے امور کی طلب، خواہش اور قوت کا اگر یہ قوت اعتدال میں رہے تو اس سے عفت پیدا ہوتی ہے جس سے آگے چل کر سخاوت، پاک دامنی، پرہیز گاری، شرم وحیا، صبر وشکر، قناعت، بے طمعی، خوش طبعی، جود وبخشش، ترقی مال اور اولاد کی خواہش، جذبہ محنت و جدوجہد وغیرہ اخلاق حسنہ کی شاخیں پھوٹتی ہیں اور اگر اس قوتِ شہوانی میں افراط و تفریط آجائے تو وہ تہور اور جبن کا ذریعہ بن جاتا ہے، جو بعد میں حرص وطمع اسراف اور بخل، بے شرمی ریا، اوباشی، تملق، حسد رشک اور بے حیائی وغیرہ اخلاق قبیحہ مختلف شکلوں میں ظاہر ہونے لگتے ہیں امام غزالیؒ نے قوت شہوت کو ایک ظالم اور مطلق العنان حکمران سے تشبیہ دی ہے کہ اگر اسے قانون کی گرفت سے کلیۃً آزاد چھوڑ دیا گیا تو وہ اپنے لوٹ کھسوٹ ظلم تعدی اور فساد کے ذریعہ پورا ملک تباہی کے گڑھے میں پھینک دے گا اور اگر اس کے تمام اختیارات سلب کئے گئے تو ملک کی ترقی میں تعطل اور جمود آجائیگا جس کے نتیجہ میں بدعنوانی اور لاقانونیت ظاہر ہو جائے گی ہاں اگر اس کو شریعت عقل اور ملکی قوانین اور فرامین کا پابند بنایا گیا تو وہ اپنی حدود میں رہ کر ملک کو خوشحالی سے ہمکنار کر دے گا اسلام نے انسان کی اس فطری قوت کو نہ تو بالکلیہ زائل کیا کہ جبلی اوصاف اور طبیعتوں کا ازالہ ناممکن ہے جس کی طرف حضور ﷺ نے اپنے اس ارشاد میں اشارہ فرمایا:

إذا سمعتم بجبل زال عن مكانِهٖ فصدقوه و إذا سمعتم برجل زال عن خلقهٖ فلا تصدقوه (المقاصد الحسنة: ص ١٦٠)

''جب تم سنو کہ کوئی پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو اس کی تصدیق کرو اور اگر سنو کہ کوئی شخص اپنے اخلاق سے ہٹ گیا ہے تو اس کی تصدیق مت کرو''

ان قوتوں کو ہر قسم کی حدود اور قیودات سے آزاد نہیں چھوڑا گیا بلکہ اس کے استعمال کے لیے صحیح موقع اور جائز محل متعین کر دیا۔

اسلامی فلسفہ اخلاق فطری قوتوں کا ازالہ نہیں امالہ ہے

جس فلسفۂ اخلاق اور اصلاحی تحریک میں انسان کی فطری قوتوں کا ازالہ یا انہیں سختی سے دبانے کی کوشش کی گئی اس کا نتیجہ سوائے عظیم الشان اخلاقی تباہی کے اور کوئی ظاہر نہ ہو سکا یہودیت، نصرانیت، بدھ مت اور ہندومت کی مثالیں اور بالخصوص عصر حاضر کے مغربی تمدن کا نمونہ ہمارے سامنے ہے ان میں سے بعض نے تو رہبانیت ترک دنیا، تجرد، نکاح، توالدوتناسل سے احتراز پر زور دیا، دنیا کو دین سے الگ کر دیا اور خواہشات نفس پوری کرنے کی جائز صورتیں بھی حرام ٹھہرادیں زندگی سے فرار مال و دولت سے بے زاری کے طریقے اختیار کئے گئے اور بعض نے حصول دنیا اور قضائے شہوت ہی کو مقصد زندگی بنا لیا اور اس راہ میں حائل ہونے والی تمام اخلاقی حدود اور رکاوٹوں کو پس پشت ڈال کر انسان کو خوش حال حیوانات کی صف میں کھڑا کر دیا قرآن کریم نے درمیان اور اعتدال کی بہترین راہ نکالی، وہ مال و دولت، عورت اور دنیاوی لذائذ کی محبت کو انسان کا فطری تقاضا قرار دیتا ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (العمران:۱۳)

”فریفتہ کیا ہے لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے جیسے عورتیں اور بیٹے اور خزانے جمع کئے ہوئے سونے اور چاندی کے اور نشان لگائے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی یہ فائدہ اٹھانا ہے دنیا کی زندگی میں“

اس حب الشهوات کا خلاصہ بنیادی طور پر دو چیزیں ہیں ”مال کی محبت اور عورت کی محبت“ قرآن کریم دونوں میں افراط اور تفریط سے بچنے کی تلقین اور خود اعتدال کی درمیانی راہ متعین کرتا ہے اور جائز و ناجائز حرام وحلال تمام شکلوں کو واضح کرتا ہے۔

حبّ مال میں اعتدال

وہ دنیا کے حصول اور مال و دولت میں ترقی سے نہیں روکتا بلکہ دنیا کی تمام مادی طاقتوں کو اس کا مسخر اور خادم ظاہر کرتا ہے وہ مال اور دنیا کو آیت اِنْ تَرَكَ خَيْرَ نِ الْوَصِيَّةَ اور وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ میں خیر اور فضل اللہ کا نام دیتا ہے وہ فوجی قوت اور آلات حرب کی تیاری لازم کرتا ہے وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ قرآن کریم کے شارح حضورﷺ نے اسلامی عبادات کے بعد مسلمانوں کا سب سے بڑا فرض رزق حلال کمانا قرار دیا (بیہقی)

اور فرمایا کہ دنیا کے تحصیل میں ایسی کوشش کرو کہ گویا تمہیں ہمیشہ دنیا ہی میں رہنا ہے اور آخرت کے لیے ایسی کوشش کرو کہ گویا تمہیں کل ہی دنیا سے جانا ہے، اس نے زراعت، تجارت، ملازمت اور سیر فی الارض وغیرہ ہر شکل میں معاش کی راہیں سجائیں، وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ (الاعراف: ۱۰)

”ہم نے تمہارے لیے زمین اور آسمان میں سامان رزق رکھا ہے“

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ (الملك:۱۵)

”وہی ہے جس نے تمہارے آگے زمین کو پست کر دیا اب اسی کے کندھوں پر چلو پھرو اور کھاؤ اس کی دی ہوئی روزی“

فانی طیبات اور ساز وسامانِ لذت سے لطف اندوز ہونے کی اجازت

قرآن کریم دریافت کرتا ہے کہ کس نے تمہارے اوپر دنیاوی عیش اور متاع لذت اور طیبات کو حرام ٹھہرایا ہے **قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ** (الاعراف:۳۲)

پھر دنیا کی نعمتوں سے متمتع ہونے کی اجازت کے ساتھ ساتھ یہ اہتمام بھی کیا کہ انسان اپنی روحانی زندگی اور آخرت کی دائمی مسرتوں کو نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دے جا بجا دنیا کی حقیقت اور بے ثباتی بیان فرمائی کہ انسان اس دنیا کی فانی لذت کو مقصد حیات نہ سمجھ بیٹھے۔

وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا (الکهف :۴۶)

''اور تیرے رب کے ہاں باقی رہنے والی نیکیاں ثواب اور آخرت کے امید کے لحاظ سے بہتر ہیں''

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ٘ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (الاعلیٰ: ۱۶'۱۷)

''تم حیات دنیوی کو پسند کرتے ہو حالانکہ آخرت بہتر اور پائیدار ہے''

اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (الحدید:۲۰)

''جان لو کہ دنیاوی زندگی کھیل تماشہ ہے اور آپس کی بڑائی مال اور اولاد بڑھانے کی فکر ہے اس کی حقیقت بارش کیطرح ہے جس کا سبزہ کسانوں کو اچھا لگا۔ پھر کچھ دن وہ سب کچھ زرد اور خشک روندھتا ہوا گھاس ہو جاتا ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے مغفرت اور رضامندی بھی اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے''

حب مال میں غلو کا علاج استحضار آخرت

حب مال میں غلو اور افراط اور پھر اس کے نتیجہ میں جو اخلاقی خرابیاں ظاہر ہو سکتی تھیں آخرت کا لا فانی نقشہ سامنے لا کر اس کا علاج فرمایا پھر اس کے ساتھ مال و دولت ذرائع آمد وخرچ اور اسکے استعمال کے تمام جائز اور نا جائز مواقع بیان کئے اور مشتبہات سے احتراز دوسروں کے اموال پر نا جائز قبضہ اور تصرف، لوٹ کھسوٹ، سرقہ، غصب، رشوت، دھوکہ فریب سے بچنے کی تعلیم دی۔

وَ لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (البقرہ: ۱۸۸)

''آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ اور نہ لوگوں کے مال کا ایک حصہ گناہ اور ظلم کے طور پر کھانے کے لئے مقدموں کو حاکموں کے پاس لے جایا کرو جب کہ تمہیں اپنے جھوٹ اور ظلم کا علم بھی ہو''

حدیث میں آیا ہے کہ شہید کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، مگر کسی کا قرض (مسلم) حقوق العباد کی بخشش ناممکن قرار دی گئی، جب تک کہ صاحبِ حق سے منوا نہ لئے جائیں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ مسلمانوں کی سب چیزیں دوسرے مسلمانوں پر حرام ہیں۔ اس کا خون اس کی عزت و آبرو اور اسکا مال (بخاری عن ابو ہریرہ) حضور ﷺ نے فرمایا رشوت لینے اور دینے والے اور لینے والے اور لکھنے والے سب پر خدا کی لعنت ہے (ابو داؤد) خرچ کرنے کی صورت میں بے جا نمود و نمائش تعیش فضول خرچی اور اسراف کی ممانعت کی اور سادہ زندگی پر زور دیا تا کہ اقتصادی زندگی میں توازن قائم رہے۔

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا

''بیشک جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں جو خدا کی نعمتوں کی بے قدری کرنے والا ہے'' (بنی اسرائیل :۲۷)

وَالَّذِيْنَ إِذَا أَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا (الفرقان: ٦٧)

’’خدا کے خالص بندوں کی ایک خاص صفت یہ ہے کہ وہ خرچ کرتے وقت نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگ چشمی بلکہ سیدھا راستہ اختیار کرتے ہیں‘‘

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً إِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا (بنی اسرائیل: ۲۹)

’’اور نہ رکھا اپنا ہاتھ بندھا ہوا اپنی گردن کے ساتھ اور نہ کھول دے اس کو بالکل کھول دینا پھر تو بیٹھ رہے الزام کھایا ہارا ہوا‘‘ (شیخ الہند)

پھر انفاق وایثار کے ذریعے جس کی کچھ تفصیل زکوٰۃ کے عنوان میں گذر چکی ہے مال کو اعلاء کلمۃ اللہ غرباء پروری اور حصول مرضیات کا وسیلہ بنانا چاہا۔

حب شہوات میں عفت اور عصمت کا لحاظ

حب شہوات میں دوسری بنیادی چیز عورت سے محبت اور تعلق تھا یہاں بھی اسلام نے نہ تو رہبانیت اور مانویت کی طرح تقشّف تجرد اور تبتل کی راہ اختیار کی اور نہ یورپ کے اباحیت زدہ تمدن اور وسط ایشیاء کے قدیم مذاہب کی طرح اس خواہش کو کھلی چھوٹ دی عورت جس کی حیثیت پچھلی قوموں میں ذلیل اور قابل نفرت مخلوق کی ہوگئی تھی اور بعض نے اس کی عصمت اور عفت کو سرراہ نیلام کر دیا تھا اسلام نے اسے تحت الثریٰ سے اٹھا کر اوج ثریا تک پہنچا دیا، اس کے ساتھ حسن سلوک، پاسداری، نکاح اور تمتع کی تاکید کی:

خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (الروم: ۲۱)

’’تمہارے لئے تم ہی میں سے جوڑے پیدا کئے کہ تم ان کے ہاں سکون

حاصل کرو اور تمہارے درمیان خدا نے محبت پیدا کر دی‘‘

فرمایا هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ’’وہ تمہاری لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو‘‘ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ’’اور عورتوں کا مردوں پر حق ہے جیسا کہ مردوں کا ان پر ہے اچھے طریقے پر۔‘‘

عورت کی قدر منزلت اور حقوق

ایک طرف عیسائیت کی راہبانہ تعلیم جس کی اساس ہی ازدواجی زندگی سے فرار پر ہے دوسری طرف حضور ﷺ کا یہ ارشاد: الدنيا كلها متاعٌ وخير متاع الدنيا المرأة الصالحة (مسلم: ح ١٤٦٧) ’’پوری دنیا متاع ہے اور بہترین متاع عورت ہے‘‘ اعتدال کی راہ میں اسلام اور عیسائیت کے اس عظیم تفاوت کو ظاہر کر رہا ہے جب صحابہؓ میں سے بعض نے ترک دنیا اور تجرد اختیار کرنے کی خواہش ظاہر کی تو حضور ﷺ نے انہیں سختی سے روک کر فرمایا کہ بخدا! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں مگر میں کھاتا پیتا بھی ہوں اور شادی بھی کرتا ہوں ایک دفعہ دو صحابہؓ نے ترک اکل حیوانات اور ترک نکاح کا عزم کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا میں تو ان دونوں سے متمتع ہوتا ہوں ایک دوسرے صحابیؓ کو رہبانیت اور تبتل سے روکتے ہوئے فرمایا میں یہودیت اور عیسائیت لیکر دنیا میں نہیں آیا ہوں بلکہ آسان سہل اور روشن حنیفیت لیکر آیا ہوں (مسند احمد ج ٥ ص ٢٢٦) نکاح، توالد اور تناسل کی بار بار رغبت دی اور اسے مختلف مواقع میں اللہ تعالیٰ سے پاک و صاف (مشکوۃ باب النکاح) ملنے کو رسولوں کی سنت (بخاری کتاب النکاح) تحفظ عفت یعنی نگاہ کو محفوظ رکھنے اور شہوت (بخاری) کی جگہ کو بچانے کا ذریعہ قرار دیا۔

الغرض شہوت کو اعتدال میں رکھنے، نفس کو عفیف بنانے اور بقاء عالم کے لئے توالد و تناسل کی غرض سے ازدواجی تعلقات اور خانگی زندگی کی اتنی تاکید فرمائی۔

فواحش کے دواعی اور محرکات کی نشاندہی

اور دوسرے طرف اس قوت کی بے اعتدالی کی تمام نا جائز صورتوں کی اس قدر تفصیل سے نشاندہی کی کہ فواحش اور منکرات کا کوئی گوشہ نہ چھوڑا بلکہ فواحش کے محرکات دواعی اور اسباب تک کی ہلاکت آفرینیاں بھی امت مسلمہ پر ظاہر فرمائی گئیں ،سورۃ نساء میں زنا کو بیک وقت فاحشة ، مقت اور ساء سبیلا کہا گیا یعنی بڑی بے حیائی نہایت نفرت کی بات اور بہت برا طریقہ ، اس میں صرف ایک لفظ مقت ، کائنات کی مرکزی طاقت سے تصادم اور امن و امان کی بربادی پر دلالت کرتا ہے ،حضورﷺ کی زبانی زنا کو شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ کہا گیا(۱) دیگر روایات میں زنا کو پوری بستیوں کی ہلاکت (۲) کثرت اموات(۳) طاعون(۴) اور قحط سالی(۵) کا سبب بتایا گیا ہے ایک موقع پر عفت وعصمت کی تاکید کرتے ہوئے اسے جزء نبوت کہا گیا اور عفت کو محفوظ رکھنے پر فلاح دارین اور جنت کی ضمانت دی گئی قرآن کریم میں مرد اور عورت کو نگاہیں نیچی رکھنے، شہوت کے مقامات کو تھامنے اپنی زیبائش کی نمائش نہ کرنے اظہار زینت کے لیے پاؤں(۶) زمین پر نہ مارنے کی تاکید کی گئی ، بری نگاہ اٹھانے بری آواز بری بات کرنے اور دل کے برے ارادوں کو بھی زنا(۷) کا نام دیکر برائیوں کے تمام دروازوں کو بند کرنا چاہا اس کے ساتھ ہی وہ جاہلی بے پردگی مرد اور عورت کے آزادانہ اختلاط ،تنہائی کی ملاقات عام گذرگاہوں سے عورت کا خوشبو لگا کر گزرنے کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونے پر پابندی لگاتا ہے عورتوں کو بحالت مجبوری پردہ کی اوٹ سے درشت لہجہ(۸) میں بات کرنے کی تعلیم اور پاکیزہ اور پاکدامن عورتوں کا آوارہ عورتوں سے امتیاز قائم رکھنے کیلئے انہیں خاص لباس(۹) کا حکم دیتا ہے وہ عورتوں کو شوہر کے رشتہ داروں اور مخنث(۱۰) نابینا(۱۱) اور مراہق(۱۲) تک سے اجتناب اور اجنبی عورتوں کی حالت شوہر کو بیان نہ کرنے کی تلقین کرتا ہے ۔

---

(۱) ابن کثیر ج۳ ص۳۸ (۲) الجواب الکافی ص۲۲۰ (۳) مشکوۃ ص۴۵۹ (۴) الجواب الکافی ص۵۷ (۵) مشکوٰۃ (۶) سورہ نور (۷) ترمذی ج۱ ص۱۸۶ (۸) ترمذی ج۱ ص۱۴۸ (۹) جمع الفوائد ج۱ ص۱۸۶ (۱۰) مسند احمد (۱۱) مسند احمد وابی یعلی (۱۲) ابوداؤد

شریعت غراّ کی اس باریک بینی کی ایک مثال یہ ہے ۔کہ وہ مرد اور عورت کو اپنے ہم جنس کی شرم گاہ دیکھنے یا کسی عورت یا مرد کا اپنے ہم جنس کے ساتھ ایک کپڑے اور ایک بستر ہ میں لیٹنے سے بھی منع کرتا ہے جو لوگ کسی کی عفت اور عصمت کو بلا ثبوت افترا اور تہمت کے ذریعہ داغدار کرنا چاہیں قرآن کی نگاہ میں وہ ملعون اور تعزیر کے لائق ہے زنا اور اس کے دواعی کا اتنا شدید روک تھام کرنے ساتھ وہ دوسرے تمام غیر فطری راستوں سے شہوت کی تکمیل کو بھی نہایت مبغوض اور بدترین فاحشہ اور اس کے مرتکب کو قتل یا لعنت خداوندی کو مستحق سمجھتا ہے:

من وجد تموه يعمل عمل قوم لوط فأقتلو الفاعل والمفعول به (ترمذی: ح ١٤٥٤)

’’تم نے کسی کو قوم لوط کا عمل کرتے دیکھا تو فاعل اور مفعول بہ دونوں کو قتل کر ڈالو‘‘

تکمیل شہوت کی ایک اور قبیح شکل پر سخت وعید فرماتے ہیں: من أتى بهيمةً فأقتلوه (جمع الفوائد ج ١ ‘ص٣٨٦) ’’جس نے چوپایہ سے اپنی شہوت پوری کی اسے قتل کر ڈالو‘‘ الناكح باليد ملعون ’’ہاتھ سے شہوت پوری کرنے والا ملعون ہے‘‘

غرض استلذاذ بالنفس استلذ اذ بالمثل اور استلذاذ بالجنس کی کوئی غیر فطری اور قبیح اخلاقی برائی نہیں جس پر اسلامی تعلیمات میں تنبیہ نہ فرمائی گئی ہو اور قوت شہوت کو بے لگام چھوڑ دیا گیا ہو، اسلام نے اپنی جامع تعلیمات کے ذریعہ قوت شہوت کو اتنے حکیمانہ انداز سے اعتدال میں لاکر ہزاروں اخلاقی برائیوں کی جڑ اکھاڑ پھینک دی ،جس کا علاج رہبانیت نفس کشی ، ریاضتوں ،غیر فطری مشقتوں کے ذریعہ مشکل تھا۔ اس لیے حضورﷺ نے فرمایا: لا رهبانية في الإسلام (مسنداحمد) ’’اسلام میں کوئی رہبانیت نہیں ‘‘دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا :رهبانية هذاالأمة الجهاد فی سبيل الله (مسنداحمدوابی یعلی) اس امت کی رہبانیت جہاد ہے حضرت ابن عمرؓ نے عمر بھر روزہ

رکھنے کا عہد کیا تو بلا کر سمجھایا کہ تمہارے اوپر تمہاری آنکھ اور تمہاری بیوی کا بھی حق ہے غرض سختی سے قوت شہوت کو ناجائز طریقوں سے مٹانے کی مخالفت کی اور فرمایا کہ تشدد اور نفس پر ظلم کے ان طور طریقوں نے اوروں کو بھی سختی میں ڈال دیا تھا:

لا تشددوا على أنفسكم فإنما هلك من قبلكم بتشديدهم على أنفسهم، وستجدون بقاياهم فى الصوامع والديارات (جلباب المرأة : ٢٠)

''اپنے اوپر سختی مت کرو ورنہ اللہ بھی تم پر سختی کرے گا تم میں سے پہلے ایک گروہ، نے یہ طریقے اختیار کئے تو اللہ نے بھی انہیں سخت پکڑ لیا اب ان کی نشانیاں ان راہب خانوں اور کلیساؤں میں دیکھ لو'

افراطِ شہوانی کے شرمناک نتائج

قوت شہوت کے تفریط کی کچھ مثالیں رہبانیت کے ضمن میں آچکی ہیں اس کی افراط اور قلب و دماغ پر اس کے تسلط کے جو اندوہناک اور شرمناک نتائج رونما ہو سکتے ہیں اس کی مثالیں صفحات تاریخ میں رومی تہذیب و تمدن اور اب عصر حاضر کی لادینی مغربی تہذیب یا پھر اشترا کی تمدن کی شکل میں ہمارے سامنے ہیں، مغربی تہذیب نے اس بارے میں رومی تہذیب کو اپنا امام بنایا جس کا خلاصہ بقول ڈاکٹر ڈریپر یہ تھا کہ انسان کو چاہیے کہ زندگی کو ایک سلسلۃ العیش بنائے یہی عیش کوشی اور مادہ پرستی آج یورپ کا مذہب بن چکی ہے بقول ایک مشہور مصنف اس مذہب کا عقیدہ یہ ہے کہ نیکی اور اخلاق نام ہے عملی فائدوں کا اس مذہب میں معیار کامیابی محض کامیابی ہے اس کے ذہنی نظام میں اللہ تعالیٰ کی کوئی جگہ نہیں زر پرستی اور نفس پروری اس کا اول و آخر مذہب اور مقصد حیات ہے اور وہ ٹھیک مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ کی روشن مثال بن چکی ہے، اسلام نے سچائی اور خوبیوں کا اساس لآ اله إلا اللّٰہ کو بنایا تھا تو یورپ نے لآ اٰله إلا المعدة والمادة کو

اپنا کلمہ بنایا انسان کے دل و دماغ پر مادی نقطۂ نظر اور حیوانی شہوات کے استیلاء کے عملی نمونے اشتراکیت کے امام کارل مارکس اور انسان کا رشتہ چوپایوں اور بندروں سے ملانے والے ڈارون کی شکل میں ہمارے سامنے ہیں ترقی یافتہ جانور ہونے کے اس احساس نے اسے عریاں اور حلال وحرام کے امتیاز سے بےفکر کر دیا ہے۔

تہذیب مغرب کے نتیجہ میں انسانی تنزل کا شرمناک اور عبرتناک نقشہ

اس تہذیب کے نتیجہ میں اخلاقی انحطاط اور انسانی تنزل کا وہ منظر سامنے آیا ہے جس کی نظیر تاریخ میں مشکل سے مل سکتی ہے رذائل سے نفرت تو کیا اسے فطرت، ضمیر اور اخلاقی حدود میں لایا جا رہا ہے پوری قوم زر پرستی اور شہوت پرستی کے جذبہ میں مغلوب ہو کر زنا، شراب نوشی، ہم جنس پرستی، لواطت، چوری، ڈاکہ، غصب اور فساد کے سیلاب میں بہہ رہی ہے اور اس اباحتِ مطلقہ اور انسانیت سوز جرائم کی ہزار ہا ہزار رپورٹیں آئے دن اخبارات میں آتی رہتی ہیں انگلینڈ اور اس کی تقلید میں کینیڈا کی پارلیمنٹ میں لواطت اور ہم جنس پرستی کی قرار دادوں کی جوش و خروش سے منظوری اس بے راہروی کی واضح مثال ہے اور یورپ کے فکری تنزل کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس شرمناک فاحشہ کو دلائل اور مباحثوں سے موافق فطرت اور جائز فطری تقاضا کی تعمیل ثابت کرانے کی کوشش ہو رہی ہے۔

اخلاقی اقدار میں تبدیلیاں ہم جنسیت کو جائز قرار دینے کی تحریکیں

پھر وہاں اخلاقی اقدار میں یہ تبدیلی اتنی تیزی سے ہو رہی ہے کہ تھوڑے عرصہ قبل ۱۲۱۲ء میں فرانس نے ایک قانون کے ذریعے اسے قابل قتل جرم قرار دیا تھا امریکہ جیسے ''مہذب'' ملک کا حال صرف ایک خبر سے لگایا جا سکتا ہے (۱۸/اپریل پ پ ۱+اف پ) امریکہ کے ہم جنس پرستوں کی ایک انجمن نے آج دعویٰ کیا ہے کہ امریکہ کا ہر چوتھا شخص

''ہم جنسیت'' کا شکار اور شائق ہے امریکی فوج سے ہم جنسیت پرستوں کو نکالنے کی حامی کمیٹی سے مذکورہ انجمن نے کہا ہے کہ امریکی فوج میں ایک کروڑ ستر لاکھ ہم جنسیت پرست ہیں اور ان میں بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جو ویت نام کی جنگ میں حصہ لینے کے خواہاں ہیں اگر سب کو فوج سے نکال دیا گیا تو پیچھے کیا رہ جائے گا لیکن امریکی قانون کی رو سے تمام ہم جنس پرستوں کو فوج سے برطرف کیا جانا چاہیے انجمن کے سربراہ مسٹر ڈونلڈ سیلٹر نے کہا ہے کہ اس قانون کو تبدیل کرانے کیلئے گذشتہ فروری کے دوران کنساس میں ہونے والی کانفرنس میں ہم جنسیت پرستوں کی پندرہ تنظیموں نے ایک مہم شروع کرنے کا متفقہ فیصلہ کیا مذکورہ انجمن عنقریب ایسے پمفلٹ شائع کریگی جن میں عوام سے اپیل کی جائیگی کہ وہ صدر جانسن پر زور ڈالیں کہ ان کی حکومت ہم جنسیت پرستوں کے خلاف کاروائیاں بند کردے (روزنامہ جنگ ۲۰ اپریل ۱۹۶۶ء)

مغرب اور حرامی بچوں کی بھرمار

یہی حال زنا کاری کا ہے ایک تازہ جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف برطانیہ میں چودہ لاکھ صرف وہ حرامی بچے ہیں جن کی عمر ۱۶/۱۷ سال سے متجاوز ہے، ہر سال حرامی بچوں کی پیداوار ستر ہزار ہے اور اوسطاً ہر چودھواں شخص حرامی ہے ایک رپورٹ (۱۹۴۸ء کی رپورٹ) کے مطابق نوے فیصد امریکی زنا اور ستر لاکھ افراد اَغلام بازی میں مبتلا ہیں اور اب یہ تعداد جریدہ ٹائم کے مطابق صرف سکول کے طلبہ اور طالبات میں پچاس فیصد سے ساٹھ فیصد تک پہنچ گئی ہے اسقاط حمل اور برتھ کنٹرول کے ہزار ہا مراحل سے بچکر صرف امریکہ میں ایک سال ۱۹۵۷ء میں سترہ سال کے قریب عمر کی غیر شادی شدہ لڑکیوں سے ۴۴ ہزار ناجائز بچے پیدا ہوئے ایک اور رپورٹ کے مطابق ان لڑکیوں میں بیشتر ہائی اور جونیئر سکول کی بچیاں تھیں جن میں سے سب سے چھوٹی بچی بارہ سال کی تھی

امریکہ کے ایک فاضل رپورٹ نگار نے بڑی محنت اور تفتیش کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ۱۹۷۷ء میں امریکہ کا ہر ساتواں بچہ حرامی اور اس صدی کے اختتام تک ہر پانچواں بچہ ناجائز تعلق کا نتیجہ ہوگا۔

شہوانی جنون کے مہلک نتائج

امریکہ میں دیگر جرائم میں صرف پانچ سال (۱۹۶۰ء تا ۱۶۶۵ء) میں ۴۶ فیصد اضافہ ہوا جب کہ آبادی صرف آٹھ فیصد بڑھی اس فحاشی کے نتیجہ میں آتشک اور سوزاک کے مریضوں کی تعداد کروڑوں تک پہنچ چکی ہے کنسے رپورٹ کے مطابق شادی شدہ عورتوں اور مردوں کی اکثریت دورانِ ازدواج بھی دوسروں سے اختلاط کر رہی ہے فرانس اور جرمنی وغیرہ میں مادرزاد برہنوں کے کلب تیزی سے قائم ہو رہے ہیں ۱۹۳۹ء میں صرف جرمنی میں اس کے ارکان کی تعداد چالیس ہزار تک پہنچ چکی تھی ۱۹۲۵ء میں صرف ایک نیویارک شہر میں بازاری عورتیں پچپن لاکھ چالیس ہزار سات سو مردوں کے ہاتھ اپنی متاع عصمت فروخت کر چکیں۔

حیوانات تک کی تمیز نہ رہی

شہوت رانی کی اس بے تحاشہ بھوک کا نتیجہ شہوانی جنون کی شکل میں ظاہر ہو رہا ہے اور شہوت رانی کے لیے مرد اور ہم جنس تو کیا حیوانات تک کی تمیز باقی نہیں ہائیڈ پارک وغیرہ کے قریب ایسے کتا خانے قائم ہیں جن میں کتوں کو سدھایا جاتا ہے اور مردوں کے علاوہ صنف نسواں کے اعلیٰ گھرانے ان سے اپنی خبیث خواہشات پورا کرواتے ہیں دیگر تعیّشات اور مردوزن کی شہوت پرستی کا بھی یہی حال ہے۔

چوری، شراب نوشی اور دیگر جرائم کا سیلاب

صرف امریکہ شراب نوشی پر سالانہ نو ارب پندرہ کروڑ ڈالر خرچ کرتا ہے

پوری دنیا جوئے بازی پر سالانہ ایک سو تین ارب اور سگریٹ نوشی پر ہر سال پچاس ارب باون کروڑ کی رقم خرچ کرتی ہے برطانیہ کا سالانہ تفریحی خرچ ایک ارب باون کروڑ پونڈ ہے حرص مال کی وجہ سے چوری، لوٹ اور ڈاکوں کی بھی یہی رفتار ہے بعض شہروں میں تقریباً ہر منٹ میں ایک موٹر چوری ہوتی ہے ۱۹۲۵ء میں امریکہ میں کاروں اور دوسری چوریوں میں جو لوگ ماخوذ ہوئے ان میں سے آدھی تعداد گیارہ سے ستر سال کی تھی۔

چوری جیسی اخلاقی گراوٹ کا شکار صرف نچلہ طبقہ نہیں بلکہ بڑے طبقہ کا بھی یہی حال ہے ملکہ الزبتھ کی صرف ایک دعوت میں کئی ہزار برتن چوری ہو گئے ظاہر ہے کہ اس تقریب کے تمام شرکاء ''شرفاء'' اور ''معززین'' ہی ہوں گے اس جوع البقری وحشیانہ اور حیوانی جذبات کے نتیجہ میں پوری قوم تدبیر منزل کی بربادی، طلاق کی کثرت آتشک، سوزاک، جنون، فتور عقل، قلبی امراض اور اعصابی تباہیوں میں مبتلا ہو گئی ہے اور پورا معاشرہ شہوات کی بھٹی میں جل رہا ہے۔

امراض قلب اور نفسیاتی عوارض کی بنیادی وجہ

دنیا کے سب سے بڑے ماہر امراض قلب ''ارون ایچ گپ'' کی تحقیق کے مطابق دل کی تمام بیماریاں تباہ کن ذہنی الجھنوں اور ناجائز خواہشات کی بھرمار کی وجہ سے پیدا ہو رہی ہیں نفسیات کے مشہور عالم پروفیسر ''ینگ'' نے زندگی بھر کے تجربہ کی روشنی میں کہا کہ تمام روئے زمین کے تمام متمدن ممالک کے جتنے نفسیاتی مریضوں سے مجھے ملنے کا اتفاق ہوا ان میں سے ہر شخص کی بیماری یہ تھی کہ اس نے وہ چیز کھو دی تھی جو کہ مذہب ہر دور میں اپنے پیروؤں کو دیتا رہا ہے ان مریضوں سے کوئی اس وقت تک شفا یاب نہ ہو سکا جب تک اس نے اپنا مذہبی تصور دوبارہ نہ پالیا۔

اسلامی دنیا بھی فساد قلب ونظر کی شکار

اخلاق اور تصور آخرت سے خالی زندگی کا ایک ہولناک نتیجہ وہ ہے جو یورپ

اور دیگر متمدن ملکوں میں خودکشی کی بڑھتی ہوئی تعداد کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ اپنے ہاتھوں موت کی آغوش میں چلے جا رہے ہیں اور افسوس کہ اس خدا بیزار تہذیب اور قوت شہوت کی بیدردی سے استعمال کے شوق میں آج پوری اسلامی دنیا بھی اس اخلاقی اور جسمانی وروحانی ہلاکت کی طرف دوڑی چلی جا رہی ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ ......اور بقول اقبالؒ:

فساد قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب — کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف
رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید — ضمیر پاک و خیال بلند و ذوق لطیف

قوت غضبیہ کی اصلاح

انسان کے اخلاق کا تیسرا سرچشمہ قوت غضب ہے یعنی طبیعت کو ناگوار اور نا مناسب امور پیش آنے پر اس کی مدافعت کی طاقت، قوت شہوت کی طرح شریعت نے اسے بھی اعتدال میں رکھا جس کا ثمرہ شجاعت جیسی بہترین شکل میں ظاہر ہوتا ہے جو خودداری، دلیری، حق گوئی، بلند ہمتی، استقلال، استقامت، وقار، صبر وسکون، مطالبہ حق، اور جہاد جیسی خوبیوں کی بنیاد ہے اس کا افراط تہور یعنی غرور، نخوت، سنگدلی، خود پرستی، تکبر، ظلم، قتل نفس ہے اور تفریط ذلت پسندی، خساست، بزدلی، خوف اور دناءت جیسے اخلاق زمیمہ ہیں دیگر مذاہب میں اس قوت کے ساتھ بھی میانہ روی اور اعتدال کا معاملہ نہیں کیا گیا تھا شریعت موسوی پر عدل یعنی قانون، سزا اور انتقام کا سایہ چھایا ہوا تھا اور شریعت عیسوی پر عفو واحسان کا یعنی ہر ناگوار حالت کو خاموشی سے برداشت کیا جائے حضرت عیسیٰؑ کی یہ نصیحت انجیل میں موجود ہے کہ اگر کوئی تمہارے ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا گال اس کے سامنے کردو گوتم بدھ اور گاندھی کے فلسفہ عدم تشدد پر بھی اس وصف کا غلبہ تھا موسوی شریعت پر تشدد کا رنگ غالب ہوا اور آج کی تورات میں بھی بنی

اسرائیل کا عورتوں اور بچوں تک کو گرفتار کرنے ان کی آبادیوں کو جلانے اور حضرت موسیٰؑ کو تمام عورتوں کے زندہ چھوڑنے پر غصہ کرنے اور مقابل کے تمام بچوں اور عورتوں کو قتل کرنے کے احکام موجود ہیں (تورات: باب ۳۱ درس ۶ تا ۳۵)

قرآن کریم نے قوت غضب کو افراط وتفریط سے ہٹا کر شجاعت کے نقطۂ اعتدال پر مرکوز کر دیا اس نے عدل (قانون) کے ساتھ احسان (عفو و کرم) کو جمع کر کے شریعت موسیٰؑ اور شریعت عیسیٰؑ دونوں کی خوبیوں کو اپنے اندر سمیٹ کر اس قوتِ غضبانی کو قبائلی خانہ جنگی، جاہلانہ جذبۂ انتقام، ظلم، باہمی حقوق کی پامالی اور قتل وقتال کی بجائے اعلاء کلمۃ اللہ، جہاد، مظلوم کی حمایت اور نفس کی سرکوبی کی طرف پھیر دیا اور اب اس کا مصرف ہوس ملک گیری، لوگوں کو محکوم بنانا، اور ان کا مال و عزت لوٹنا نہیں رہا بلکہ عالم کا تمام شر و فساد سے خالی کرنا اور اپنے نفس کو آلائشوں سے پاک و صاف کرنا ہوگا اس کے نزدیک مسلمان دشمنوں کے مقابلہ میں سراسر غضب، شدت اور اپنوں کے لئے سراپا رحمت و راحت ہے مومنین کا وصف اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ اور اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ہے سختی کی جگہ نرمی اور شدت کی جگہ احسان اور عفو اختیار کرنا فطرت انسانی اور حکمت ربانی کے خلاف ہے وہ ایسے مواقع پر غلظت اور سختی کی تلقین کرتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ (التوبة : ۷۳)

''اے پیغمبر! ان کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کر ان کی جائے پناہ دوزخ ہے''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَ لْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً (التوبة : ۱۲۳)

''اے مومنو! ان کافروں سے جہاد کرو جو تمہارے ہم سرحد ہیں اور چاہیے کہ وہ تمہارے اندر سختی پائیں''

اور یہ کافر اس وجہ سے اس سختی کے مستحق ہیں کہ ان کے ظلم و فساد اور اخلاقی اور اعتقادی خرابیوں کی وجہ سے دنیا شر سے بھر گئی ہے کافر اس سختی اور جہاد کا مصرف اس وقت تک ہیں جب تک وہ ایمان نہ لائیں:

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا (الحج : ۳۹)

''حکم ہوا ان لوگوں کو جن سے کافر لڑتے ہیں اس واسطے کہ ان پر ظلم ہوا''

حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

أمرتُ أن أقاتل الناس حتىٰ يقولوا لآ اله إلا اللّٰه فإذا قالوا لآ اله إلا اللّٰه عصموا منى دماء هم وأموالهم (مسلم:ح ۲۱)

''مجھے لڑنے کا حکم ہے اور جب ایمان لائیں تو اُنکا خون اور مال محفوظ ہو جائیگا''

عین جہاد میں اخلاق فاضلہ ملحوظ رکھنے کے احکام

پھر اس سختی کے استعمال اور عین جہاد کی حالت میں بھی اخلاق فاضلہ، رحمدلی شفقت علی الخلق کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا عورتوں نابالغ بچوں اور مریضوں، عبادت خانوں میں بیٹھے ہوئے راہبوں اور اسلحہ رکھنے والوں کو قتل کرنے سے منع کر دیا عمارتوں کی بربادی کھیتوں کا جلانا، مُردوں کی تحقیر، اور ان کے مثلہ بنانے سے روک دیا، دشمن کے اسیروں اور زخمیوں سے حسن سلوک کی تلقین کی جس کی بہترین مثالیں غزوات نبوی اور فتح مکہ کی شکل میں ہمارے سامنے ہیں قرآن کریم کے بے شمار مقامات میں دشمن کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین موجود ہے اور جنگ کے بعد زیر معاہدہ اقوام کی پوری حفاظت و رعایت کی تاکید کی گئی ہے اور جہاد کی کامیابی کا راز بھی بہترین اخلاق، ثابت قدمی، اللہ تعالیٰ کے استحضار، اطاعت و انقیاد، اتحاد و اتفاق صبر پر مداومت اور تکبر و غرور سے احتراز کو بتایا گیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (الانفال:۴۵۔۴۶)

’’اے ایمان والو! جب تم کسی فوج سے مقابلہ کروتو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کروتا کہ تم کامیاب ہوجاؤ اور اللہ اوراس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں مت جھگڑو پس نامرد ہوجاؤ گے اور ہوا اکھڑ جائے گی تمہاری اور صبر کرو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے‘‘

جہاد کا مقصد لوگوں کو بندوں کی غلامی سے نجات نہ کہ ہوس ملک گیری

پھر اس غلظت اور شدت کا مقصد یورپ جیسی ہوس ملک گیری اور استعماری عزائم کی تکمیل نہیں بلکہ مسلمانوں کے سفیر ربعی بن عامرؓ کے الفاظ میں یہ ہے کہ لوگوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر ایک اللہ کی بندگی دنیا کی تنگی سے رہائی دیکر اس کی وسعت کی طرف اور دیگر مذاہب کے جور وستم سے نجات دیکر اسلام کے عدل وانصاف کی طرف لایا جائے (البداية والنهاية)

نفس انسانی سے جہاد

قوت غضب کا رخ خارجی دشمن کے علاوہ اندرونی دشمن کی طرف بھی موڑ دیا گیا نفس انسانی جو سرکشی اورخرابی کا سر چشمہ ہے، اسلام نے اس کے مقابلہ اور مقاومت کو جہادِ اکبرقرار دیا حضورﷺ نے فرمایا: إن أعدىٰ عدوك نفسك اللتى بين جنبيك (الحديث)

’’تیرا بدترین دشمن تیرا نفس ہے، جوتمہارے پہلو میں ہے‘‘

فرمایا پہلوانی یہ ہے کہ اپنے نفس کوغضب کے وقت قابو میں رکھا جائے:

ليس الشديد بالصرعة انما الشديد الذى يملك نفسه عند الغضب (بخارى:ح ۶۱۱۴)

’’دوسروں کو پچھاڑنا پہلوانی نہیں، پہلوان وہ ہے جوغصہ کے وقت اپنے آپ کوتھام لے‘‘

قوت غضبیہ کا ہرنا جائز استعمال حرام

ان خارجی اور داخلی دشمنوں کے علاوہ ہر نا جائز محل میں اس قوت کی غلط استعمال اوراس کو برانگیختہ کرنے والے تمام اسباب کا سختی سے سد باب کرکے ہر قسم کے ظلم وفساد وقتل وخونریزی کوحرام قرار دیا گیا:

وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّلَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا (النسا:۹۳)

’’جو شخص جان بوجھ کرکسی کو ناحق قتل کردے اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہوگی اور خدا نے اس کیلئے دردناک عذاب تیار کیا ہے‘‘

کسی کا ناحق قتل ساری دنیا کی تباہی کے برابر ہے

مَنْ قَتَلَ نَفْسًام بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا (المائدة:۳۲)

’’اور جوشخص کسی کوقتل اورفساد کرنے کے بغیر جان سے مار ڈالے توگویا اس نے تمام انسانوں کا خون کیا اور جوکسی مسلمان کی جان بچائے گا تو گویا اس نے تمام مسلمانوں کی جان بچائی‘‘

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ اگرکسی مسلمان کے قتل میں بالفرض آسمان و زمین کی تمام مخلوق شریک ہوجائے تو خدا سب کو دوزخ میں ڈال دے گا،اوروں کے علاوہ اپنا نفس قتل کرنا بھی حرام اورجہنم جانے کا مستحق جرم ہے۔ بخاری شریف میں حضورﷺ سے روایت ہے کہ اگرکسی نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرانے یا زہر کھانے یا خنجر وغیرہ سے قتل کیا تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں ڈال دیگا اور وہ ہمیشہ اسی اذیتناک حالت میں مبتلا رہے گا ہر اس چیز کوحرام کردیا گیا جس سے غضب انسانی بھڑکتا اورلوگوں پرظلم وفساد کی نوبت آتی ہو

مسلمانوں کو دوسروں کی ہتک آمیزی اور آبروریزی سے منع کرتے ہوئے ان تمام اسباب کا قلع قمع کیا جو آگے چل کر باہمی فساد اور معاشرہ کی بربادی کا باعث ہوں:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (الحجرات:۱۱)

”اے ایمان والو! لوگ ایک دوسرے کا ٹھٹھانہ کریں شاید وہ بہتر ہوں ان سے اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے شاید وہ بہتر ہوں ان سے اور عیب نہ لگاؤ ایک دوسرے پر، اور ایک دوسرے کو چڑانے کے لیے نام نہ ڈالو، برا نام ہے گنہ گاری ایمان لانے کے بعد اور جو لوگ توبہ نہ کریں پس وہی لوگ ظالم ہیں“

سوء ظن، غیبت، تجسس کسی کی برائیاں ڈھونڈنا سب حرام ہیں

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ (الحجرات:۱۲)

”اے ایمان والو! بہت بدگمانی سے بچتے رہو بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور بھید مت ٹٹولو اور ایک دوسرے کی پیٹھ پیچھے برا مت کہو' بھلا تم میں سے کسی کو اچھا لگتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، تم اسے برا سمجھو گے اور ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ معاف کرنیوالا مہربان ہے“

گالم گلوچ خواہ کافروں اور ان کے معبودات باطلہ کو کیوں نہ ہو، ناجائز ہے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ [الانعام:۱۰۸] ”تم کفار کے بتوں اور معبودان باطلہ کو گالی مت دو ورنہ وہ اللہ کو بغیر علم کے برا کہنے لگیں گے“

احادیث میں حضور ﷺ نے مُردوں اور اسی طرح دن رات چاند سورج وغیرہ جمادات و نباتات کو گالی دینے سے بھی منع فرمایا اصلاح معاشرہ اور اخلاق قبیحہ سے بچنے کیلئے مذکورہ آیات کی تعلیمات کو حضور اقدس ﷺ نے ایک جامع ارشاد میں اس طرح جمع فرما دیا ہے جس کا خلاصہ یہی ہے کہ دوسرے کا مال، عزت، جان اور آبرو سب حرام ہیں۔

إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث ولاتحسسوا ولا تجسسوا، ولا تباغضوا ولا تدابروا وكونوا عباد الله إخواناً (بخاری: ح ۶۷۲۴)

”تم بدگمانی سے بچتے رہو بدگمانی بہت بری اور جھوٹی بات ہے کسی کا بھید مت ٹٹولو اور کسی مسلمان کا مقابلہ مت کرو اور آپس میں حسد اور بغض مت رکھو اور مسلمانوں سے روگردانی مت کرو اللہ کے بندے ہو کر آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو“

المسلم أخو المسلم لا يخونه ولا يكذبه ولا يخذله كل المسلم على المسلم حرام عرضه وماله ودمه (ترمذی: ح ۱۹۲۷)

”ہر مسلمان دوسرے کا بھائی ہے ہر ایک پر دوسرے مسلمان کا خون مال و عزت و آبرو حرام ہے“

إن الله لاينظر إلى أجسادكم ولا الى صوركم ولكن ينظر الى قلوبكم (مسلم: ح ۲۵۶۴)

”اللہ تعالیٰ تمہاری ظاہری شکل و شباہت جسم اور اعمال کو نہیں بلکہ وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے“

قوت غضبیہ کو ابھارنے والے تمام اسباب کا تدارک

قوت غضبیہ کو ابھارنے والے تمام اسباب کا تدارک کیا گیا، تکبر فتنوں کی جڑ ہے قرآن کریم متکبر کو راندۂ درگاہ اور مبغوض قرار دیتا ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ

فَخُوْرٌ اللہ تعالیٰ اپنے کو دوسرے مسلمان سے اونچا سمجھنے والے اور بڑائیاں جتلانے والے کو ناپسند کرتا ہے اسی طرح جھوٹ اور چغلی قوت غضبیہ کے ابھارنے کا سبب بن جاتی ہے اسلام اور قرآن نے دونوں پر سخت وعید فرمائی ہے۔

مغربی اقوام میں قوت غضبیہ میں بے اعتدالی کے ہولناک نتائج

اس کے مقابلہ میں قوت غضبیہ میں موجودہ اقوام یورپ کی بے اعتدالی اور افراط کے ہولناک نتائج ہمارے سامنے ہیں صرف ایک لڑائی جنگ عظیم میں اتحادی طاقتوں کی کل فوج چار کروڑ اکیس لاکھ اٹھاسی ہزار آٹھ سو دس میں سے اکاون لاکھ اکتالیس ہزار نوے افراد قیدی اور لاپتہ ہوگئے ،اتحادیوں کے حریف طاقتوں کی کل فوج میں چون لاکھ چار ہزار چار سو ستر افراد ہلاک اور زخمی ہوئے ،مجموعی طور پر تین کروڑ چار لاکھ ننانوے ہزار تین سو افراد جنگی تباہی کا شکار ہوئے جس کا حاصل یہ نکلتا ہے ۵۷ء۶ فیصد ہلاکت زدہ ہوئے۔

جنگ عظیم کی تباہ کاریاں

ڈاکٹر از منسٹر مغربی جرمنی کی رپورٹ کے مطابق گذشتہ جنگ عظیم میں ساڑھے چھ کروڑ افراد مقتول و مجروح ہوئے اس جنگ میں جو دولت صرف ہوئی اگر وہ اس وقت کی ڈھائی ارب پوری انسانی آبادی پر تقسیم کر دی جاتی تو فی کس ڈھائی سو ماہوار کے حساب سے پوری دنیا کیلئے ایک سو سال تک کافی ہوتی ،کوریا کی معمولی لڑائی میں پچاس لاکھ مرد عورتیں اور بچے ہلاک ہوئے ،جنگ عظیم کے دوران صرف ایک ایٹم بم سے پورے ہیروشیما کی آبادی تودہ خاک بن گئی جس نے ہر چیز کو جلا دیا اور سو میل تک اسکے اثرات پھیل گئے، قوت غضبانی کے افراط کا نتیجہ ہے کہ آج امریکہ کی ہوس ملک گیری کے ہاتھوں پورا ویت نام جل رہا ہے ہر سال اربوں روپیہ انسانی بربادی پر بلاوجہ ضائع ہو رہا

ہے، ایک اندازہ کے مطابق امریکہ ہر ماہ ۲۰ ملین یعنی ۲۲ ہزار ملین ڈالر اس جنگ پر خرچ کر رہا ہے اور ایک شخص کے قتل پر بعض اوقات ۲ سے ۲۰ لاکھ روپے خرچ کرنے پڑتے ہیں یہ تو امریکہ سے باہر کی بات ہے۔

جرائم اور مغربی ممالک کی داخلی حالت

خود امریکہ کے اندر قتل و قتال اور ظلم بربریت کی حالت بھی اس سے کم نہیں اس کا اندازہ اس تازہ ترین رپورٹ سے ہوسکتا ہے کہ ۱۹۰۰ء سے لے کر اب تک ساڑھے سات لاکھ امریکن خود ایک دوسرے کی گولیوں کا نشانہ بن چکے ہیں امریکہ میں اوسطاً ہر سال سترہ ہزار شہری گولیاں کھا کر دم توڑ دیتے ہیں یعنی پچاس افراد یومیہ اور دوسرے حساب سے ہر آدھ گھنٹے میں ایک قتل ہوتا ہے ۱۸۶۴ء سے اب تک امریکہ کے ۱۹ میں سے سات صدور کو قتل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

تین انسانی قوتوں کا معتدلانہ اور حکیمانہ طریق کار

قرآن کریم نے انسان کی ان تین قوتوں ، علمیہ ، شہوانیہ ، غضبیہ کی جس حکیمانہ اور معتدلانہ انداز اور مصلحانہ تعلیم و تربیت کے ذریعہ اعتدال کی راہ پر لگا دیا کہ یہی حیوانی صفات جہل ، ظلم ،شہوت کی بجائے علم ، عدل ، احسان اور عفت کے سرچشمے بن گئے نہ تو اس مختصر وقت میں ان خصوصیات اور امتیازات سے یہاں بحث کی جاسکتی ہے اور نہ یہ ایک کم سواد طالب العلم کے بس کی بات ہے البتہ مختصراً دو ایک خصوصیات سے بھی قرآن کریم کے اندازِ اصلاح پر کچھ روشنی پڑ سکے گی۔

قرآن کریم نے تعمیر اخلاق اور اصلاح رذائل نفسانی میں انسانی فطرت کی کمزوری ، بے بسی ، ناتوانی اور مخاطبین کے مزاج ، ذہنیت ، ماحول اور نفسیاتی تقاضوں کی پوری رعایت رکھی ، جہاں سختی کی ضرورت تھی وہاں اسے ملحوظ رکھا اور تطہیر اخلاق کیلئے حدود ،تعزیرات اور تنبیہات سے بھی کام لیا گیا ،مگر عموماً سختی اور درشتی کی بجائے نرمی اور

رافت، آمریت کی بجائے شفقت و محبت، تحکم کی بجائے استدلال، عجلت کی بجائے تدریج، تشدد کی بجائے تیسر اور حکمت عملی، عیب جوئی اور تنقید کی بجائے موعظت، خیر خواہی اور اغماض وتسامح کا طریقہ اختیار فرمایا: مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ''نہیں رکھی اللہ نے تم پر دین میں کچھ مشکل'' اور لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ''اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر جس قدر اس کی گنجائش ہو'' اور يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ''اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم پر دشواری''

جیسے زریں اصول اصلاح معاشرہ اور تعمیر اخلاق میں بھی ملحوظ رہے وہ اخلاقی خرابیوں سے آسودہ طبائع کو رفتہ رفتہ خرابیوں اور اس کے نتائج سے خبردار کراتے ہوئے پاکیزگی کی طرف لے جاتا ہے اور یہ اس کی ایک ایسی خوبی ہے، جس کی وجہ سے ہر زمانہ میں اخلاق رذیلہ کی خوگر طبیعتیں مومنانہ اخلاق سے آراستہ اور سرکش مزاج والے تسلیم و انقیاد پر مجبور ہو گئے ہیں مشہور مفسر امام قرطبی نے قرآن کریم اور شریعت اسلامیہ کی اس خوبی کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

إن الله تعالىٰ لم يدع شيئا من الكرامة والبرّ الا أعطاه هذه الأمة و من كرامته وإحسانه إنهٗ لم يوجب عليهم الشرائع دفعةً واحدةً ولكن أوجب عليهم مرّةً بعد مرةٍ (تفسیر قرطبی: ج ۳، ص ۵۲)

''اللہ تعالیٰ نے احسان اور شرافت کی کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو اس امت کو عنایت نہ فرمائی ہو اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اس امت پر خاص کرم ہے کہ اس نے تشریعات (انسانی اور اخلاقی قدریں بھی جس میں شامل ہیں) یکبار لازم نہیں کیں بلکہ آہستہ آہستہ اس امت کو اس کا مکلّف ٹھہرایا''

تعمیر انسانیت میں حکیمانہ انداز

دیگر شرائع اور صحف سماوی کے مقابلہ میں یہ صرف اسلام کی خصوصیت ہے کہ

یکبارگی نزول کی بجائے تیئس سال کے طویل عرصہ میں شرائع اور احکام کی تکمیل ہوئی اور یہ اس تدریج وتیسیر کی واضح علامت ہے اس حکیمانہ انداز تعمیر انسانیت کیلئے قرآن کریم کا اصل الاصول یہ ہے کہ......

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (النحل:۱۲٤)

''بلا اپنے رب کی راہ پر پکی باتیں سمجھا کر اور نصیحت سنا کر بھلی طرح اور الزام دے انکو جس طرح بہتر ہو'' (شیخ الہندؒ)

باہمی بغض و عداوت اخلاقی برائیوں کی جڑ اور تمام نیکیوں کو کھاجانے والی اخلاقی خرابی ہے قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ محبت، حسنِ سلوک اور اچھے برتاؤ کے ذریعہ تیرے دشمن کی بدخلقی محبت اور خلوص میں بدل سکتی ہے......

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ (حمٓ:۳٤)

''برائی کا جواب برائی سے نہ دے بلکہ جواب میں وہ کہہ جو اس سے بہتر ہو پھر تو دیکھ لے کہ تجھ میں اور جس میں دشمنی تھی گویا گہرا اور گرمجوش دوست بن گیا ہے''

تحریم خمر، حکیمانہ اسلوب کی ایک واضح مثال

قرآن کریم میں اس حکیمانہ اور تدریجی اصلاح کی ایک واضح مثال تحریم خمر کا واقعہ ہے شراب نوشی ام الخبائث اور رذائل کی جڑ ہے فقدانِ عمل، قوائے انسانی کا تعطل اور جمود، ضعفِ قلب، جنون، کذب بیانی، بغض و عداوت، شر و فساد، معاشرتی اور عائلی زندگی کی بربادی، شہوانی قویٰ کی برانگیختگی، بے اعتدالی اور دیگر اخلاقی جرائم اس کے

لازمی ثمرات ہیں صرف زنا کاری کو لیجئے ۱۹۵۹ء میں برطانیہ کے معاشیاتی ریسرچ کونسل نے ناجائز اولاد زنا کاری اور بدمستی کا ذمہ دار کثرت مے نوشی کو قرار دیا قرآن کریم نے صدیوں سے شراب کے خوگر معاشرہ کو یک لخت ایک ہی ’’آرڈیننس‘‘ کے ذریعے منع نہیں فرمایا، بلکہ شراب نوشی کے قبائح کی طرف توجہ دلاتے ہوئے، بقولِ صاحب معالم التنزیل حرمت خمر کے سلسلہ میں چار آیات نازل فرمائیں اور یہ اس لیے کہ بقول صاحب ”تفسیر خازن“ خداوند کریم کو عربوں کا مدتوں سے شراب کے خوگر ہونے کا علم تھا، دفعتاً انہیں روکنا ان پر شاق گزرتا اس لیے مختلف مرحلوں پر اس کا اثم کبیر، رجس، اور عمل الشیطان ہونا ذہن نشین کرایا اور انہیں سمجھایا گیا کہ شیطان شراب نوشی اور جوا بازی وغیرہ کے ذریعہ تمہیں باہمی بغض و عداوت اور خدا سے غفلت میں مبتلا کرنا چاہتا ہے اس طریقہ تعلیم کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک استفہامی جملہ فَهَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ سن کر سارا معاشرہ یکسر شراب نوشی سے بیزار ہو گیا جس کی نظیر قرآن کریم کے فطری اور معتدلانہ تعلیمات کے علاوہ کسی دوسری قدیم اور جدید اصلاحی تحریک یا کسی اور مذہب میں نہیں مل سکتی دنیا کے دیگر اخلاقی اور قانونی ضابطے اس خرابی کی اصلاح میں اپنی بے بسی ثابت کر چکے ہیں آج کی بیسویں صدی کے بے بسی کا نتیجہ ہے کہ شراب نوشی ہندی، مصری، یونانی، رومی، اسرائیلی اور مسیحی تہذیب میں حرام نہیں مسیحی مذہب نے تو اسے نماز کا جز بنا ڈالا ہے اور گرجے میں کھڑے ہو کر شراب پینے کو ثواب قرار دیا ہے۔ (انسانیت حیوانیت کی راہ پر ص ۲۱۸)

ہندیوں میں دیوی دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے شراب کا چڑھاوا دیا جاتا ہے اور اس میں تقدس پیدا کرنے کے لئے اس کا نام گنگا جل رکھ دیا گیا ہے۔ (رحمۃ للعالمین)

مغربی دانشوروں کا اعتراف

اس سلسلے میں قانون کی بے بسی کی واضح مثال امریکہ کی شکل میں ہمارے

سامنے ہے، جس نے قانون کے ذریعہ شراب نوشی ختم کرنی چاہی، اور نتیجہ میں بجائے ختم ہونے کے شراب نوشی میں بے تحاشا اضافہ ہوا لاکھوں بھٹیاں خفیہ طور پر قائم ہوئیں اور قانون توڑنے کا رجحان سارے ملک پر چھا گیا اور مجبوراً امریکہ کو بہت جلد یہ حکم واپس لینا پڑا یہ صرف قرآن حکیم کا حکیمانہ انداز اصلاح ہی تھا جس نے سر ولیم میور جیسے متعصب مورخ کو بھی اس اعتراف پر مجبور کر دیا کہ اسلام فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ ترک مے نوشی میں جیسا وہ کامیاب رہا اور کوئی مذہب نہیں ہوا۔ (لائف آف محمد)

اسی طرح ڈاکٹر بیٹوم نے تحریم خمر کو محاسن شریعت اسلامیہ اور پروفیسر ٹوائن بی نے اسلام کا قابل فخر کارنامہ قرار دیا۔

تدریجی اصلاح کی چند اور مثالیں

پردہ کے حکم میں بھی قرآن حکیم نے یہی تدریجی طریقہ اختیار کیا حضور ﷺ کی قولی اور عملی زندگی میں بھی اس حکیمانہ طریق اور لوگوں کے حالات اور طبائع کی رعایت اور شفقت و حکمت کا پہلو واضح طور پر موجود ہے ایک دفعہ مسجد نبوی ﷺ کے صحن میں ایک بدو نے پیشاب کرنے شروع کر دیا صحابہؓ نے انہیں ڈانٹنا چاہا (گویا سختی سے اصلاح اخلاق کرنا چاہی) آپ نے روک کر فرمایا کہ تم سختی کے لئے نہیں بلکہ نرمی کے لیے بھیجے گئے ہو پھر بدو کو حاجت سے فراغت کے بعد بلایا اور بہت پیار اور محبت سے سمجھایا کہ اے عزیز! یہ مساجد اس قسم کے کاموں کے لئے نہیں بنائی گئیں یہ عبادت کے گھر ہیں پھر حاضرین سے فرمایا کہ اس پر پانی بہا دو ایک یہودی نے آ کر ایک معاملہ میں ناحق طور پر نہایت گستاخی سے حضور ﷺ کو جھنجھوڑا اور ترش لہجہ میں بات کر کے حضور ﷺ کی ساری قوم پر بھی طعنہ زنی کی حضرت عمرؓ نے آپے سے باہر ہو کر اسے ڈانٹنا چاہا حضور ﷺ نے انہیں روک کر فرمایا کہ بجائے سختی کے تم اس یہودی کو اچھے طریقے سے اپنا حق مانگنے اور مجھے بہتر طریقہ پر اس کی ادائیگی کا کہتے تو اور بھی بہتر ہوتا۔

نبی کریم ﷺ کے اصلاحی طریق کار کے اعجازی کرشمے

امام احمدؒ اپنی مسند میں حضرت ابو امامہؓ صحابی سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک نوجوان نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر زنا کی اجازت چاہی، صحابہ پر یہ گستاخی بہت شاق گزری، انہوں نے ڈانٹنا چاہا حضور ﷺ نے انہیں روک کر نوجوان کو اپنے قریب اور زنا کی خرابی اس کے ذہن نشین کرانے کے لئے اس سے بتدریج دریافت کیا کہ تم اس برائی کو اپنی ماں، اپنی بیٹی، اپنی بہن، اپنی پھوپی اور خالہ کے لیے پسند کروگے؟ اس نے جب کہا نہیں، تو آپ نے فرمایا کہ اس طرح دوسرے لوگ بھی اپنی ماں، بہن، کے ساتھ اسے نا پسند کرتے ہیں ان سوالات سے جب اس کا خوابیدہ ضمیر اور حاسئہ انسانی بیدار ہوا تو پھر حضور ﷺ نے اس کے سر پر اپنا دست مبارک رکھا اور دعا فرمائی۔

اللھم أغفرذ نبهٗ وطهّر قلبه وأحصن فرجه (ابن کثیر: ج ۲، ص ۳۸)

"اے اللہ اس کے گناہ معاف اور اس کا دل پاک کردے اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما"

اس تعلیم کا اعجازی کرشمہ تھا کہ اس شخص کو پھر کبھی زنا کا خیال تک نہیں آیا رعایت طبائع کی ایک مثال وہ ہے جب کہ بعض لوگوں نے اسلام لانے کے سلسلہ میں صرف دو وقت نماز پڑھنے کی شرط پیش کی حضور ﷺ نے اسے مان لیا کہ کافر رہنے کی بجائے اسلام لاکر دو نمازیں پڑھنا بہتر تھا اسی طرح بنو ثقیف کے وفد نے بھی اسی قسم کی شرائط پیش کیں آپ نے قبول فرما کر فرمایا کہ اسلام کے اثر سے یہ لوگ خود یہ سارے کام کرنے لگیں گے اس وقت ایمان کی قدر معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ایسی شرائط پیش کرتے ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اسلام کے بعد یہ لوگ تمام عبادات کو بجالانے لگے خانہ کعبہ کی تعمیر نو کے سلسلہ میں حضرت عائشہؓ کو جواب دیتے ہوئے قومی مزاج کو ملحوظ رکھنے کی طرف اشارہ فرمایا کہ تیری قوم اگر قریب بعہد اسلام نہ ہوتی تو میں ضرور ایسا کرتا۔

اصلاح خلق میں تدریجی طریق کار

ان مثالوں سے ثابت ہوتا ہے، کہ قرآن کریم اور اسلام عادات اور ماحول بدلنے کے لیے مخاطب کے مزاج اور نفسیات، برائیوں کا رسوخ اور امتداد ملحوظ رکھتے ہوئے اصلاح میں تدریجی رفتار پسند کرتا ہے اس بارہ میں حضور ﷺ اور قرآن کریم کا یہ بہترین طرز عمل نگاہوں سے اوجھل ہونے کی وجہ سے اکثر اصلاحی کوششیں بے اعتدالی اور تشدد کی وجہ سے بجائے اصلاح کی مزید خرابیوں کا باعث بن جاتی ہیں تاریخ میں کئی ایسے ادوار آئے کہ دعوت میں طریق حکمت اختیار نہ کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت بڑا خسارہ برداشت کرنا پڑا، پروفیسر آرنلڈ نے "دعوت اسلام" میں لکھا ہے کہ زارِ روس نے جو بت پرستی سے متنفر ہو گیا تھا اس شرط پر اسلام لانے کے لئے آمادگی ظاہر کی کہ وہ شراب پینا ترک نہ کرے گا اس وقت کے علماء نے اس شرط کو قبول نہ کیا اور زار روس نے عیسائیت اختیار کی اگر اسلام کا حکیمانہ طریق نظر انداز نہ کیا جاتا تو شاید آج سویت یونین کی حالت دوسری ہوتی وَ لٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اسلام کسی منکر اور فحشاء سے مصالحت کرسکتا ہے بلکہ وہ جزئیات کے ازالہ کی بجائے پہلے برائی کے سرچشمہ کفر، شرک اور جہل یا کسی بنیادی خرابی کو پکڑ لیتا ہے جس کے بعد خود بخود دوسری برائیاں زائل ہوجائیں، مثال کے طور پر حضور ﷺ کی مجلس میں ایک شخص نے اپنی کئی برائیاں شراب نوشی، زنا، جھوٹ وغیرہ بیان کیں اور اس شرط پر اسلام لانا چاہا کہ کسی ایک برائی سے مجھے فی الحال روک دیا جائے حضور ﷺ نے برائیوں کی جڑ جھوٹ سے اسے منع فرمایا جو اسے بظاہر بڑی آسان بات محسوس ہوئی مگر بعد میں دیگر برائیوں کا ارادہ کرتے ہوئے جب اسے حضور ﷺ کے دریافت فرمانے کا خیال آتا جب کہ جھوٹ سے احتراز کرنے کا وعدہ کرچکا تھا تو خود بخود دیگر برائیاں بھی چھوٹ گئیں اس سلسلہ میں حضور ﷺ کا ایک جامع اور زریں نصیحت وہ ہے جو آپ ﷺ نے

حضرت ابوموسی اشعریؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن روانہ فرماتے وقت ارشاد فرمایا

یسِرا ولا تعسِرا، وبشِرا ولا تنفِرا، وتطاوعا ولا تختلِفا (بخاری: ح ۳۰۳۸)

''لوگوں کو خوشخبری سناؤ اور نفرت مت دلاؤ آسانی کرنا اور سختی مت کرنا باہمی تعاون کرنا اطاعت سے رہنا اور اختلاف مت کرنا''

انہیں تلقین کی کہ پہلے ایمان واسلام اور اس کے بعد نماز پھر زکوٰۃ پھر روزہ کی تلقین کرنا صحابہ کرام کے تزکیۂ نفوس میں حضور ﷺ کو جو بے مثال کامیابی ہوئی قرآن حکیم نے خاص طور سے حضور ﷺ کے اس وصف کو سراہا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ (ال عمران: ۱۵۹)

''سو اللہ ہی کی رحمت سے تو نرم دل مل گیا ان کو اور اگر تو تند خو اور سخت دل ہوتا تو متفرق ہوجاتے تیرے پاس سے پس تو انکو معاف کر اور ان کے واسطے بخشش مانگ''

دوسری خوبی ہمہ گیری اور جامعیت

قرآن کریم اور اسلامی اخلاقیات کی ایک اور خوبی جو اسے دیگر تمام مکاتب اخلاق سے ممتاز کرتی ہے اس کی وسعت، جامعیت، عالمگیری اور ہمہ گیری ہے اس نے صرف اخلاق محمودہ اور رذائل اخلاق کے اصول بیان کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ معمولی معمولی جزئیات کا بھی استقصاء اور احاطہ کیا ہے وہ اخلاق اور مذہبی تقاضوں کو صرف دنیا یا صرف فرد تک محدود نہیں رکھتا بلکہ انہیں دنیوی واخروی، تمدنی وعمرانی، معاشی اور معادی معاشرتی اور اجتماعی تمام شعبوں پر لاگو کرتا ہے اس کا نظام اخلاق اور تدبیر منزل، سیاست مدینہ اور تمام قومی و بین الاقوامی معاملات پر محیط ہے یہاں تک کہ انسان کی اخلاقی اور نفسیاتی کیفیتوں اور زندگی کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہا اس میں خویش واقارب یتیموں،

بیاروں، ہمسایوں، حاکم اور رعایا اور اجنبیوں کے حقوق کے ساتھ تمام بنی نوع انسان کے بلالحاظ ملک وملت یہاں تک کہ حیوانات تک کے حقوق متعین ہیں زندگی کے ہر نشیب وفراز اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے، کھانے پینے، رہنے، سہنے، پہننے، قضائے حاجت، طہارت، سفر وحضر خوشی اور ماتم سب کے آداب موجود ہیں۔

مغربی تہذیب اخلاقی اقدار کو انفرادی معاملہ سمجھتی ہے

برخلاف اس کے دیگر مذاہب نے اخلاق کو فرد کا ایک انفرادی معاملہ سمجھا مذہب کو سیاست اور حکومت سے الگ قرار دیا عیسائیوں کا مشہور مقولہ ہے کہ ملک خدا کا اور حکومت بادشاہ کی، نیز یہ کہ پوپ کا حصہ پوپ کو دو اور بادشاہ کا حصہ بادشاہ کو دو آج مغربی تہذیب انسانی اقدار کو ایک انفرادی معاملہ سمجھتی اور اپنی اجتماعی وتمدنی زندگی کو ہر اخلاقی رکاوٹ سے آزاد سمجھتی ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ کسی شخصی اور طبقاتی نظریۂ اخلاق پر مبنی اخلاقیات میں یہ صلاحیت نہیں کہ زندگی کے ہر موڑ پر وہ رہنمائی کر سکیں اور ایک پاکیزہ معاشرہ تشکیل پذیر ہو۔

تیسری خوبی عالمگیری

اسی طرح اخلاقیات اسلام کی عالمگیری کو لیجئے دوسرے اخلاقی معلموں نے کسی مخصوص ملک یا کسی مخصوص قوم یا صرف دنیاوی زندگی اور خاص حالات تک اپنی اخلاقی تعلیمات ملحوظ رکھے اور پوری انسانیت کو بحیثیت عیال اللہ (۱) اپنی ہدایات کا مستحق نہ سمجھا۔

نظام اخلاق وطنیت اور قومیت کے گرد

ارسطو جسے اخلاقیات کا بہت بڑا معلم سمجھا جاتا ہے اسکا سارا نظام اخلاق یونانی اور غیر یونانی کی تفریق پر مبنی ہے اس معاملہ میں ارسطو اس حد تک پہنچا ہوا تھا کہ غیر

---

(۱) حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ الخلق عیا ل اللہ (شعب الإیمان: ح ۷۰۴۸) ساری مخلوق خدا کا گھرانہ ہے۔

ملکیوں کیساتھ حیوانات تک کا برتاؤ ضروری سمجھتا، ارسطو کی تقلید میں حکماء یونان نے اخلاقیات کی جوفہرست مرتب کی اسکا اولین عنوان حب الوطنی ہے، پھر وہ بھی اتنا محدود کہ تاریخ اخلاق یورپ کا مصنف [۱] لکھتا ہے کہ ایک فلاسفر نے جب یہ کہا کہ میری ہمدردیاں صرف میرے وطن سے نہیں پورے یونان سے ہیں تو لوگ حیرت و استعجاب سے اسے دیکھنے لگے۔ یہی حال موجودہ مغربی تہذیب کا ہے جس کی اساس ہی نظریہ وطنیت اور قومیت پر ہے۔

کالے اور گورے کا نسلی امتیاز

امریکہ جسے حقوق انسانی کا منشور ایجاد کرنے کا دعویٰ ہے اس ملک میں کالے اور گورے قومی اور غیر قومی ملکی اور اجنبی کے نام سے جو انسانیت سوز ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے وہ کسی پر مخفی ہے؟ ثقافت اور تعلیم تک کے میدانوں میں کسی سیاہ فام کو سفید فاموں کے ساتھ یکجا ہونے کی اجازت نہیں فلوریڈا کی ریاست میں تو نصاب تعلیم میں گوروں اور کالوں کا امتیاز رکھا گیا ہے معاشی میدانوں میں کسی سیاہ فام کو یہ حق بھی نہیں کہ ان دروازوں پر گزر سکے جو سفید فاموں کے آنے جانے کے لئے مخصوص ہیں امریکہ کی تمام ریاستوں میں کسی سفید فام کو حبشی عورت یا سیاہ فام کو حبشی مرد سے نکاح کی اجازت نہیں خواہ اس کے خون میں کسی سیاہ فام کے خون کا ۱/۸ حصہ کیوں شامل نہ ہو تقریباً ۱۴ ریاستوں میں ریل گاڑیوں، بسوں، ہسپتالوں، ٹیلیفون کے کمروں تک میں یہ نسلی امتیاز برتا جا رہا ہے جیمز بیریز امریکی سینٹ کے ممبر کہتے ہیں کہ ''کسی سیاہ فام کو یہ حق نہیں کہ وہ سیاسی مساوات کے خیالات کو ذہن میں بھی لائے جیسا کہ جنوبی ریاستوں میں ہو رہا ہے یہ ملک سفید فاموں کا ہے، اور اسی پوزیشن میں رہے گا۔

---

(۱) انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج اور زوال کا اثر (ص ۱۶۴ ص ۱۸۶)

برہمنیت، ایران، جاپان برطانیہ کے امتیازی قوانین

یہی حال ہندوستان کی برہمنیت کا ہے جس کی بنیاد ذات پات اور قوم ونسل کی تفریق پر رکھی گئی ہے ایران اور جاپان کے قدیم تہذیبوں میں بادشاہ اور اس کا خاندان تمام اخلاقی حدود اور تقاضوں سے آزاد تھا بادشاہ اور رعایا کی اس تفریق کے نمایاں اثرات آج بھی برطانیہ اور جاپان میں پائے جاتے ہیں انگلینڈ کے قانون میں یہ بات شامل ہے کہ بادشاہ ہر قانون سے مستثنیٰ ہے۔

اسلام میں انسانی مجد و شرف کا معیار

اسلامی تعلیمات نے تمام مخلوق کے ساتھ یکساں معاملہ کیا وہ پوری انسانی آبادی کو الخلق عیال اللہ خدا کا گھرانا قرار دے کر یکساں طور پر بنی آدم سے اخلاقی اور روحانی اقدار کا مطالبہ کرتا ہے اس کے نزدیک انسانی مجد و شرف کا معیار کوئی خاص نسل قوم، قبیلہ یا کوئی خاص رنگ یا وطن نہیں بلکہ فضیلت و کرامت کا مدار صرف اور صرف تقویٰ، نفس کی پاکیزگی اور اخلاق کی بلندی پر ہے معاشرہ کا کوئی فرد خواہ حاکم ہو یا رعیت، غریب ہو یا امیر، مسلم ہو یا غیر مسلم، شاہی خاندان سے تعلق رکھتا ہو یا انبیاء، اولیاء اور دیگر عباد مقربین سے وہ یکساں طور پر سب کو ایمانی اور اخلاقی تقاضوں کا پابند کرانا چاہتا ہے:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (حجرات:۱۲)

''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور رکھیں تمہاری ذاتیں اور قبیلے تا کہ تمہیں آپس کی پہچان ہو جائے اللہ کے ہاں تم میں سے عزت اسکی زیادہ ہے جو زیادہ متقی ہو''

اس کے نزدیک فلاح آخرت کیلئے سوائے عمل صالح کے کوئی رشتہ اور مادی حیثیت کار آمد نہیں

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَآ أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَآءَلُونَ

’’پھر جب پھونکا جائیگا صور تو نہ قرابتیں کام آئیں گی ان میں اور نہ ایک دوسرے کو پوچھ سکیں گے‘‘ (المومنون:۱۰۱)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

لَن تَنفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَآ أَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (الممتحنہ: ۳)

’’ہرگز نہ آئیں گے قیامت کے دن تمہارے کنبے والے اور نہ تمہاری اولاد اللہ فیصلہ کرے گا تم میں اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو‘‘

ان آیات کے علاوہ تقریباً تینتیس مقامات میں صراحۃً مذکور ہے کہ قیامت کے دن کام آنے والی چیز صرف ایمان اور عمل صالح ہے اسی طرح وہ عبادات کے ذریعہ عملاً مساوات کی تعلیم دیتا ہے اور اپنے پیغمبر کے ذریعہ عمل صالح اور اخلاق حسنہ کے علاوہ تمام قومی وطنی اور لونی ونسلی امتیازات ختم کراتا ہے:

لا فضل لعربی علی عجمی ولا للعجمی علی العربی ولا للأسود علی الأحمر ولا للأحمر علی الأسود إلا بالعلم والتقویٰ

’’کسی عربی کو کسی عجمی شخص پر اور نہ کسی عجمی کو عربی پر فضیلت ہے اور نہ کسی کالے کو سرخ رنگ والے پر نہ کسی سرخ رنگ والے کو کالے رنگ پر کوئی فضیلت ہے ہاں فضیلت کا معیار صرف علم اور تقویٰ ہے‘‘

قرآن پاک نے اخلاقی اقدار کے قیام میں مساوات کی تاکید کی

اخلاقی حدود کے قیام کے سلسلے میں قرآن کریم کسی کے ساتھ رو رعایت برتنے سے روکتا ہے اور اس راہ میں کسی رواداری اور امتیاز کا روادار نہیں، قیام عدل میں

اسے ہر حال میں مساوات ملحوظ ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ (النسا: ۱۳۵)

’’اے ایمان والو! قائم رہو انصاف پر گواہی دو اللہ کی طرف اگرچہ اس میں نقصان ہو تمہارا یا تمہارے ماں باپ یا قرابت داروں کا‘‘

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ (المائدة:۷)

’’اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں عدل چھوڑنے کا باعث نہ ہو عدل کرو بے شک یہ تقویٰ کے قریب ہے‘‘

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (الحدید:۲۵)

’’ہم نے اپنے رسول کو نشانیاں دے کر بھیجے اور ان کے ساتھ اتاری کتاب اور ترازو تا کہ لوگ سیدھے رہیں انصاف پر‘‘

وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ○ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ○ وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ (الرحمٰن:۸-۷)

’’اور رکھا اللہ نے ترازو کہ زیادتی مت کرو ترازو میں اور سیدھا ترازو تولو انصاف سے اور مت گھٹاؤ تول کر‘‘

وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (بنی اسرائیل:۳۵)

’’اور تولو سیدھے ترازو سے یہ بہتر ہے اور اچھا ہے اس کا انجام‘‘

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ (النحل:۹۰)

’’اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے اور بھلائی کرنے کا‘‘

اِعۡدِلُوۡا هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی (المائدة:۸)

''عدل کرو یہ نزدیک ہے پرہیزگاری کے''

قُلۡ اٰمَنۡتُ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنۡ كِتٰبٍ وَّاُمِرۡتُ لِاَعۡدِلَ بَيۡنَكُمۡ (شوریٰ:۱۴)

''تو کہہ میں ایمان لایا ہر کتاب پر جو اتاری اللہ نے اور مجھ کو حکم ہے کہ انصاف کروں تم میں''

حضور ﷺ کا اپنے گھر سے اصلاح کا آغاز

حضور ﷺ نے اسلام کے معتدلانہ اخلاق اور حدود کے قیام میں کسی کی رعایت نہ کرنے اور مساوات برتنے کی عملی تعلیم خود اپنے گھر سے شروع کی حجۃ الوداع میں تمام جاہلانہ صفات اور قبائح کی پامالی کا اعلان کرتے ہی اپنے خاندان کی عہد جاہلیت کے خصومات خونی بدلوں اور سود وغیرہ کو یکسر ختم کر دیا چوری ایک اخلاقی برائی ہے۔ایک بار اس جرم میں قریش کی ایک عورت پکڑی گئی اور بعض عزیز ترین صحابہؓ نے سفارش کرنا چاہی تو آپ نے انہیں روک کر فرمایا تم میں سے پہلی قومیں اس لیے تباہ ہوئیں کہ جب ان کے معمولی لوگ گناہ کرتے تو ان کو سزا دی جاتی اور جب بڑے لوگ گناہ کرتے تو ان کو نظر انداز کر دیا جاتا پھر اس کے بعد فرمایا کہ خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمۃ الزہراء (عصمھا اللّٰہ) بھی اگر یہ جرم کرے تو میں اللہ کے قانون کے مطابق اس کا ہاتھ کاٹ لوں گا وأيم الله لو أن فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها (بخاری: ح ۳۴۷۵)

ایک اور موقع پر واضح الفاظ میں اعلان فرمایا کہ اے لوگو! خوب جان لو قیامت کے دن وہی لوگ عزیز ہوں گے جو زندگی میں خدا سے ڈرتے ہوں اور تم باوجود رشتہ داری کے میرے عزیز نہیں ہوں گے ،تم میرا نام لے لیکر پکارو گے اے محمد ﷺ !ہم فلاں کے بیٹے ہیں مگر میں کہوں گا کہ تمہارا خاندان تو معلوم ہوا مگر تمہارے اعمال کہاں

ہیں ؟ تم نے خدا کی کتاب نظر انداز کر دی تو اب جاؤ میرے اور تمہارے درمیان کوئی رشتہ نہیں یئِن یئِن

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اور اقبال مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے......

نے افغانیم نے ترک وتاریم
چمن زادیم از یک شاخساریم
تمیز رنگ وبو بر ما حرام است
کہ ماپر وردۂ یک نو بہاریم

قرآنی اخلاقیات کے اس مساویانہ برتاؤ کا نتیجہ ہے کہ ہمیں تاریخ اسلامی میں بڑے بڑے حکام اور خلفاء وقت ایک غریب رعایا کی جوابدہی کے لیے عدالت کے کٹہرے میں برابر کھڑے اور فیصلہ پر سرِ تسلیم خم کرتے نظر آتے ہیں۔

قرآنی اخلاقیات میں ایک عجیب ربط وترتیب

اخلاقیات کے عمیق مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عملی وفکری قوتوں سے متعلق اخلاق اصول کی حیثیت اور جسمانی وعملی قوتوں سے متعلق اخلاق و اعمال فروع کی حیثیت رکھتے ہیں پھر ان میں سے بعض تو اخلاق کے لیے بنیادی کڑی کی حیثیت رکھتے ہیں جن پر مزید اخلاق استوار ہوتے ہیں اور ایک خدائی اخلاقی نظام میں اس کی طبعی ترتیب ملحوظ رکھنا ضروری تھی چنانچہ قرآن کریم نے بھی اخلاقیات کے بیان میں اس کی یہ طبعی ترتیب ملحوظ رکھی اور ایک مضبوط عمارت کی طرح انسانی اخلاق کی تعمیر ایک سے دوسری کڑی اور بنیاد پر کرنا چاہی پھر اس کے متعلق ظاہری اخلاق کو بھی بیان کر دیا ان

کے ہونے نہ ہونے سے باطنی صفات کی موجودگی یا غیر موجودگی کا اندازہ لگایا جا سکے اور یہ ظاہری اعمال و اخلاق ان باطنی صفات کے لیے بمنزلہ شاہد عدل اور کسوٹی کا کام دیں یہاں صرف اس کی ایک مثال پیش کی جاتی ہے جو مرد اور عورت دونوں پر یکساں حاوی ہے

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَ الْمُسْلِمَاتِ وَ الْمُؤْمِنِينَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَ الْحَافِظَاتِ وَ الذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَّ الذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ أَجْرًا عَظِيمًا (الاحزاب: ۳۵)

''بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایماندار مرد اور ایماندار عورتیں اور بندگی کرنیوالے مرد اور بندگی کرنے والی عورتیں، اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنیوالی عورتیں خاکساری کرنے والے مرد اور عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور عورتیں اور روزہ دار مرد اور عورتیں اور حفاظت کرنیوالے مرد اپنی شہوت کی جگہ کی اور حفاظت کرنیوالی عورتیں اور اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں اللہ نے رکھی ہے ان کے واسطے معافی اور بہت بڑا ثواب''

آیت کے دس چیزوں میں طبعی ترتیب

اس آیت میں دس چیزیں بیان کی گئی ہیں اسلام، ایمان، قنوت، صدق، صبر، خشوع، تصدق، صوم، شرم گاہ کی حفاظت، ذکر اللہ، ان سب کے بیان میں طبعی ترتیب ملحوظ ہے کیونکہ اخلاقیات اور عبادات کا سرچشمہ ایک خالق و مالک ذات پر ایمان و یقین ہے اس کا اعلیٰ درجہ ایمان اور دوسرا درجہ اسلام ہے۔ پھر اسکے بعد او امر خداوندی کی اطاعت کا

درجہ ہے اور جب انقیاد پیدا ہو تو گفتار و کردار میں سچائی آجاتی ہے ان صفات میں سے چار یعنی ایمان وقنوت صبر، خشوع اور ذکر اللہ کا تعلق باطن اور دل سے ہے اور چار صفات یعنی اسلام، صدق تصدق، صوم اور اجتناب عن الفواحش کا تعلق ظاہری جوارح سے ہے ان چار صفات میں ہر صفت پہلی صفات کے لئے یعنی ایمان کے لیے اسلام قنوت کے لیے صدق اور صبر، خشوع کے لیے تصدیق اور صوم اور ذکر اللہ یعنی استحضار خداوندی کیلئے شرمگاہ کی حفاظت ظاہری دلائل اور مظاہر ہیں، قوت علمی، شہوانی اور غضبانی کی اصلاح کیلئے اس ترتیب طبعی کی رعایت سورۃ فاتحہ اور آیت إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْإِحْسَانِ وَ إِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَ يَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَ الْمُنْكَرِ (النحل: ۹۰) وغیرہ آیات میں بھی کی گئی ہے جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔

ایک اور خوبی مختلف اسالیب اور پیرایوں میں تکرار

اخلاقی تعلیمات کے سلسلے میں قرآن کریم کی ایک اور خوبی جو اسے دیگر قانونی دفعات اور اصلاحات سے ممتاز کرتی ہے وہ اس کا تکرار اور بار بار مختلف اسالیب اور پیرایوں میں اخلاقی اقدار کا دہرانا ہے انسان کی نفسیات پر اس کی نظر ہے اور وہ محض رسمی اور قانونی طور پر اخلاق فاضلہ یا اخلاق مذمومہ کے بیان پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ اپنے مخاطبین کے دل و دماغ میں اس کی اہمیت نقش کرتا ہے اور اس مقصد کے لیے وہ ترغیب و ترہیب کے تمام پہلوؤں سے کام لیتا ہے یہاں ہم مثال کے طور پر بعض اخلاقیات قرآنی کے تکرار پر ایک نظر ڈالتے ہیں تقویٰ جو اخلاق و اعمال کی حقیقت جامعہ ہے قرآن کریم میں صرف لفظ اتقوا اور متقین، اتقون، اتقی کے ضمن میں ایک سو چھبیس مقامات میں اس کا ذکر موجود ہے اس طرح احسان کا ذکر صرف لفظ احسان اور محسنین کے ضمن میں چورانوے (۹۴) دفعہ، شکر کا ذکر لفظ شاکر، شکور، اشکر اور شاکرین کے ضمن

میں ستاون مقامات پر اور تکبر کا ذکر لفظ استکبار اور متکبرین کے ضمن میں تیس (۳۰) مرتبہ، صبر کا ذکر اصبرو، صابر اور صابرین کے ضمن میں چھیالیس (۴۶) مرتبہ، توکل کا ذکر توکل، توکلت، توکلنا، توکلوا کی شکل میں تیئیس (۲۳) مرتبہ، ظلم کا ذکر صرف ظالم اور ظالمون و ظالمین کے ضمن میں ایک سو انیس (۱۱۹) دفعہ آیا ہے، ان صیغوں کے علاوہ دیگر مشتقات کے ضمن میں ان چیزوں کا ذکر اس کے علاوہ ہے اور اس تخمینہ میں بھی مذکورہ اعداد کوئی حتمی نہیں بلکہ تلاش سے اسمیں اضافہ ہوسکتا ہے قرآن کریم میں اخلاقی تعلیمات کے اس تکرار اور کثرت سے مقصود مخاطبین کے دلوں میں اخلاقیات کا راسخ کرنا ہی مقصود ہے كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا "اسی طرح اتارا (ہم نے قرآن) تاکہ ثابت رکھیں ہم اس سے تیرا دل اور پڑھ سنایا ہم نے اس کو"

تعلیمات قرآن کریم کی ان گنت خوبیوں میں بطور نمونہ ان ہی دو چار خوبیوں کے بعد آخر میں اس کی ایک سب سے اہم خصوصیات بیان کرنے کے بعد اس مضمون کا اختتام کیا جاتا ہے۔

قرآنی اخلاق کا عملی نمونہ اور جیتی جاگتی تصویر:

قرآن کریم کی اخلاقی تعلیمات کی ایک عجیب و غریب خصوصیت جو اسے دوسرے تمام اخلاقی فلسفوں اور اخلاقی تعلیمات سے ممتاز بناتی ہے، وہ حضور اقدس ﷺ کی پاکیزہ شخصیت کی شکل میں ان تعلیمات کا عملی نمونہ پیش کرنا ہے حضور ﷺ کے علاوہ دیگر انبیاء کی سیرت اور اخلاقی زندگی کی نہ صرف یہ کہ پوری تصویر اور شبیہ ان مذاہب کی کتابوں میں موجود نہیں بلکہ اکثر مصلحین امم اور انبیاء تک کی سیرت اور اخلاقی حالت ان کے پیروؤں نے تحریف و تبدل کی وجہ سے داغدار کر دی ہے یہ صرف قرآن اور اسلام ہی ہے جو تمام انبیاء کرام کا یکساں طور پر تطہیر و تزکیہ اور تعدیل کرتا ہے، اسکی تعلیم ہے کہ

ہر نبی ہر قسم کے انسانی عیوب و نقائص اور اخلاقی خرابیوں سے پاک اور منزہ ہے لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ مگر خود ان انبیاء کرام کے متبعین کے سامنے ان انبیاء کی اخلاقی تعلیمات کی طرح ان کی سیرت وصورت اور اخلاق و کردار یونان، روم، چین، ایران اور وسط ایشیاء کے بعض ممتاز اخلاقی مصلحین مثلاً ارسطو، افلاطون اور کرشن جی وغیرہ کی جو شبیہ ہم تک پہنچائی گئی ہے، اسے بعض گھناؤنے اخلاقی جرائم سے بھی داغدار کر دیا گیا ہے اس پورے عالم میں صرف آپ ﷺ ہی کی ذات ہے جن کی زندگی کا کوئی گوشہ دنیا سے مخفی نہیں لیلھا کنھارھا روشنی ہی روشنی اور دن ہی دن ہے اس آفتاب و ماہتاب کی حسن و رعنائی اور تابانی پر ذلیل سے ذلیل دشمن بھی انگلی نہیں رکھ سکتا آپ ﷺ کی ذات قرآن کریم کی تعلیمات کا حسین پیکر، اخلاقیات انسانی کی ایک جیتی جاگتی تفسیر اور تزکیۂ باطن و ظاہر کی ایک خوبصورت تصویر ہے پس جیسا کہ قرآن اخلاق انسانی کا علمی نمونہ ہے تو حضور اقدس ﷺ ان اخلاق کا عملی نمونہ، ایک علمی قرآن ہے تو دوسرا عملی قرآن، اور بنی نوع انسان کی اصلاح و ہدایت اور تعمیر اخلاق کے لئے یہ بھی صرف دین فطرت اسلام ہی کی خصوصیت ہے کہ صرف کتابی اور قولی تعلیمات پر بس نہیں بلکہ تعلیمات قرآنیہ کا ایک عملی اور حالی نمونہ بھی دنیا کے سامنے رکھ دیا گیا اور حضور ﷺ کی شکل میں اخلاق کی ایک ایسی تصویر پیش کر دی گئی جسے سامنے رکھ کر قیامت تک دنیا کے باشندے اپنے خدوخال درست کر سکیں بیشک آج دنیا کے سامنے سیرت مطہرہ کی شکل میں وہ آئینہ مصفا موجود ہے جس میں قرآن کے تمام اصول و فروع ظاہر و باطن، احوال و کیفیات کا ایک ایک نقش تابندہ و نمایاں ہے دونوں کی اس باہمی یگانگت اور موافقت نے ایک کو عملی اور دوسرے کو علمی کتاب بنا دیا ہے جن میں سے ہر ایک کی تشریح اور تبیین دوسرے کے بغیر ناممکن ہے یہی وہ عملی کتاب ہے جسے خدا نے وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ کی سند مجدد

شرف سے نوازا اس خلق عظیم کے بارہ میں جب حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا تو جواب میں فرمایا کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ و کان خلقهُ القرآن یعنی قرآن کریم ہی تو آپ کا اخلاق تھا اگر تمہیں اس معراج انسانیت کے احوال و کیفیات اور باطنی صفات مطلوب ہوں تو قرآن ہی کے اوراق میں انہیں تلاش کیجئے اس کی ایک ایک سطر ایک ایک حکم اور ہر ایک جملہ میں آپکو اخلاق نبوی ﷺ کا ایک گنج گرانمایہ مل جائے گا اسکی ہر سورت و منزل اور ہر آیت اور وقف میں اخلاق مصطفوی ﷺ کا ایک روشن نشان ہے جتنا بھی غور و فکر کرو گے مضامین قرآن سے حضور ﷺ کی زندگی اور سیرت اطہر سے قرآن کی تعلیمات روشن سے روشن تر ہوتے جائیں گے...... ع این دو شمع اند کہ از یک دگر افروختہ اند

ان میں سے ایک صورت ہے تو دوسری سیرت ایک الفاظ ہیں تو دوسرا معنی ایک قلب ہے تو دوسرا قالب، کسی ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا حضور ﷺ نے فرمایا أني اوتيت الكتاب و مثلهٔ معهٔ مجھے کتاب دی گئی اور اس کے مثل ایک اور چیز بھی، اور قرآن کریم ہی شہادت دیتا ہے کہ یہ دوسری چیز حضور ﷺ کا عمل اور ان کی سنت مطہرہ ہی ہو سکتی ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ یہ اسوہ حسنہ جسے آپ بہترین نمونہ، سنت نبوی ﷺ اور بے مثال آئیڈیل سے تعبیر کر سکتے ہیں ان اخلاق عالیہ کے سوا اور کونسی چیز ہے جس نے حضور ﷺ کو خلق عظیم کے مقام پر سرفراز فرمادیا۔

انسانیت کا نسخہ جامعہ

انسانیت عالم بدوامر میں کبھی بھی اس شان بان سے جلوہ فگن نہیں ہوئی تھی جو رحمت عالمین کی شکل میں ہوئی اس لیے تو قرآن نے اول تا آخر اس اسوہ حسنہ کی اتباع وتقلید اور اس ذات قدسی صفات کی اتباع اور اطاعت کو انسانیت کی سرخروئی اور سرفرازی کا وسیلہ اور محبوبیت ربانی کے حصول کا ذریعہ قرار دیا قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اور فرمایا: قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا

يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ اس نسخہ جامعہ انسانیت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاکیزہ اور جامع اور اکمل ومکمل اخلاق کی تفصیل ہو سکے تو کس سے؟ چودہ سو سال کا عرصہ گزرنے کو ہے کہ حدیث وتفسیر، سیرت و اخلاق اور دیگر علوم قرآن و سنت اور فقہ و تصوف کی شکل میں امت کے برگزیدہ افراد اپنی ظاہری معنوی قوتوں کے ساتھ اس کی شرح و بیان میں مصروف ہیں مگر حالت یہ ہے کہ...... ع ماہمچناں در اوّل وصف تو ماندہ ایم

تاریخ کا عظیم ترین انقلاب صحابہ کرام کی مہذب جماعت

قرآن کریم اور تاریخ انسانی کے سب سے بڑے معلم اور متمم مکارم اخلاق کی تعلیمات کی مسیحائی تھی جس کی بدولت روئے زمین پر صحابہ کرام کی شکل میں ایک ایسی مہذب اور شائستہ جماعت اور ایک متوازن معاشرہ نمودار ہوا جس کی نظیر چشم فلک نے نہیں دیکھی۔

ہر صحابیؓ اخلاق فاضلہ کا عملی پیکر

ان میں سے ہر ایک اخلاق فاضلہ نبوی ﷺ اور اعمال صالحۂ قرآنی کا ایک عملی پیکر تھا دن میں شہسوار رات کو عبادت گذار آپس میں شیر وشکر مگر دشمن کے لیے برہنہ تلوار، اخلاق و کردار کی وہ کونسی خوبی ہے جو تمہیں ان کی پاکیزہ زندگی میں نہ مل سکے گی تاریخ میں پہلی بار انسانیت کی سوکھی کھیتیاں لہلہا اٹھیں گلشن مجد و شرف میں بہار آئی، اخلاق و کردار کی قصر ہمدوش ثریا ہوئی:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ
تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ
وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ مَثَلُهُمْ فِي
الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ
يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا (الفتح: ۲۸)

''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کیساتھ ہیں کفار پر سخت ہیں اور آپس میں رحمدل تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع وسجود کر رہے ہیں اللہ کا فضل اور اسکی خوشنودی چاہتے ہیں ان کی شناخت ان کے چہروں میں سجدہ کا نشان ہے یہی وصف ان کا تورات میں ہے اور انجیل میں ان کا وصف ہے مثل اس کھیتی کے جس نے اپنی سوئی نکالی پھر اسے قوی اور مضبوط کر دیا پھر موٹی ہوگئی پھر اپنے تنہ پر کھڑی ہوگئی اور کسانوں کو خوش کرنے لگی تا کہ اللہ انکی وجہ سے کفار کو غصہ دلائے اللہ نے ان میں سے ایمانداروں اور نیک کام کرنے والے کیلئے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے''

تاریخ انسانی کا یہ عظیم ترین انقلاب قرآن کریم کی جامع حکیمانہ اور معتدل اخلاقی تعلیمات کا کرشمہ تھا اور اس بات کا ثبوت کہ وہ ہر قسم کے حالات اور ادوار اور مختلف طبائع کا سامنا کرنے اور اخلاق انسانی کی بہترین تعمیر کی صلاحیت اپنے اندر رکھتا ہے پس آج بھی بے چین ومضطرب انسانیت اور پریشان حال معاشرہ صرف اور صرف قرآن کریم کی اخلاقی تعلیمات ہی کے ذریعے پاکیزہ زندگی اور پائدار عافیت سے ہمکنار ہوسکتی ہے ان تعلیمات کا اوّلین مطالبہ مسلمانوں ہی سے ہے کہ وہ اس امانت ربانی کے حامل اور امین ہیں دنیا کی دکھی اور مصیبت زدہ انسانیت کو حق ہے کہ اس فریضۂ تعمیر اخلاق وتہذیب انسانیت کی ادائیگی سے غفلت برتنے پر مسلمانوں کے خلاف استغاثہ کرے اور زبان حال سے شکوہ سنج ہو

ناموس ازل راتو امینی تو امینی دارائے جہاں را تو یساری تو یمینی
اے بندہ خاکی تو زمانی تو زمینی صہبائے یقین درکش وازدیر گماں خیز
ازخواب گراں، خواب گراں، خواب گراں خیز ازخواب گراں، خواب گراں، خواب گراں خیز

وصلى الله تعالىٰ على خير البرية متمّم مكارم الأخلاق السنية

سیرت کی اہمیت اور جامعیّت

رسول کریم ﷺ اور امت کے باہمی حقوق

سیرت طیبہ کے موضوع پر یہ تقریر مدیر الحق (مولانا سمیع الحق مدظلہ) نے ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ کو پاکستان ائرفورس اکیڈمی رسالپور کی تقریب سیرت میں فرمائی جسے احقر نے بعد میں من وعن ٹیپ ریکارڈ سے ضبط کرلیا اور اب خطبات شامل کیا جارہا ہے۔..........(شفیق فاروقی)

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًاۙ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

شاہ فیصل کیلئے دعائے مغفرت

محترم بھائیو! آج ہم سرور کائنات رحمۃ للعالمین کی بارگاہ اقدس میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے کیلئے جمع ہیں اور یہ خراجِ عقیدت کیا چیز ہے؟ اگر آج کے دن محمد عربی ﷺ کے ایک ارب غلام مل کر اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کردیں اور سب کے سب حضور ﷺ پر نثار ہوں تب بھی حضور ﷺ کا حق ادا نہیں ہوسکے گا۔ آج کا دن تو پورے عالم

اسلام کیلئے خوشیوں اور مسرتوں کا دن ہے مگر دوسری طرف سوء اتفاق سے پورے عالم اسلام کے لئے ایک عظیم المیہ کا دن بھی ہے کہ حرمین الشریفین کے خادم جلالۃ الملک فیصل المعظم نے بھی گویا اسلام کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کر دیا انہوں نے کل ہی جام شہادت نوش کیا ہے اور آج اب سے کچھ دیر بعد ان کی تدفین عمل میں لائی جائے گی ان کا دل اسلام کے درد سے لبریز تھا انہوں نے حرمین اور آقائے مدینہ کے شہر کی وہ خدمات کی جس کی نظیر نہیں ملتی ایک طرف وہ اتحادِ عالم اسلام کے علمبر دار تھے دوسری طرف پورے روئے زمین کے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے ان کا دل تڑپتا تھا اس لحاظ سے آج پورے درد اور غم کا بھی دن ہے ہمیں بھی چاہئے کہ اس بابرکت موقع پر جناب شاہ فیصل مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کریں اللہ تعالیٰ عالم اسلام کو ان کے متبادل شخصیت عطا فرماوے انہوں نے مسلمانوں کا شیرازہ مجتمع کرنے کی سعی کی اور مسلمان تو سارے عالم کے مشرق ومغرب کے ایک جسم ہیں اب اگر جسم کے ایک حصہ پر مصیبت آجائے تو دنیا کے سارے مسلمانوں کو اس سے صدمہ ہونا لازمی ہے۔

سیرت کی وسعت اور ہمہ گیری

محترم دوستو! آج ہم اس تقریب سیرت میں نبی کریم ﷺ کی سیرت مطہرہ کے بارہ میں کچھ کہنے کچھ سننے کیلئے جمع ہوئے ہیں اور میں حیران ہوں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت مطہرہ کے بارہ میں اس مختصر وقت میں محدود علم کے ساتھ کیا کہوں اور یہ تو وہ مقام اور وہ موضوع ہے، جہاں جنید وشبلی اور عطار و جامی کی سانس رک جاتی ہے اور جہاں امام رازی اور امام غزالی جیسے بزرگان امت بھی محو حیرت ہو جاتے تھے تو ہم سب مل کر بھی حضور ﷺ کی سیرت بیان کرنا چاہیں تو کچھ بھی حق ادا نہیں ہوسکتا......

دفتر تمام گشت و بپایاں رساند عمر   ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

ہمارے سامنے حضور ﷺ نے ایک پورا نظام رکھ دیا ہے جسے اسلام سے، دین سے، شریعت سے، اور سیرت مطہرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے قرآنِ کریم اور سنت نبوی ﷺ سے تعبیر کرتے ہیں اور ان تمام باتوں کا اگر خلاصہ کسی لفظ میں نکل سکتا ہے تو وہ ہے سیرت اب ایک طرف شریعت اسلامیہ کی جامعیت، ہمہ گیری، تعلیمات نبوی ﷺ کی وسعت، قرآن کریم کا اعجاز عالمگیری اور ہمہ گیری ان ساری چیزوں کو سامنے رکھ کر کیا کوئی مختصر وقت میں ہزارواں لاکھواں حصہ بھی بیان کرسکتا ہے؟

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ حضور ﷺ کے اخلاق مبارکہ کیا تھے؟ فرمایا: کہ تم قرآن کریم نہیں پڑھتے وکان خلقهٗ القرآن حضور ﷺ کی سیرت و حالات حضور ﷺ کے اخلاق، یہ سارے کے سارے تو قرآن مجید میں موجود ہیں الٓمّ سے والناس تک قرآن حضور ﷺ کی سیرت مطہرہ ہے اب قرآن کیا ہے؟ فرمایا لاینقضی عجائبهٗ اس کے مضامین اس کے علوم و معارف قیامت تک ختم نہیں ہو سکتے چودہ سو برس سے صحابہؓ، تابعین، ائمہ کرام، علماء، مفسرین، محدثین، فقہاء طرح طرح سے اس کی شرح وتفسیر کرتے چلے آرہے ہیں ہر نیا مفسر اس بحر مواج سے وہ وہ نکتے اور موتی نکالتا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے کہ چودہ سو برس میں اس نکتہ کی طرف کسی کا دھیان نہیں گیا، اس کے علوم ومضامین قیامت تک کے لئے چیلنج بنے رہیں گے۔

جامع، کامل اور لافانی اسوہ

اب جب قرآن حضور ﷺ کی سیرت ہے تو حضور ﷺ کی سیرت بھی اپنی ظاہری ومعنوی وسعتوں کے باوجود قیامت تک مشعل راہ بنائی گئی اب قیامت تک ہزاروں سال ہیں، لاکھوں کروڑوں سال ہیں خدا کے علم میں ہے تغیرات، تبدلات، انقلابات آتے رہیں گے، تہذیب اور تمدّن بدلتے رہیں گے، علوم میں، سائنس میں، انکشافات میں

اضافہ ہی ہوتا رہے گا اور یہی سیرت ہی رہنمائی کرے گی حضور ﷺ کا لایا ہوا قرآن ہی رہنمائی کرتا رہے گا دیگر انبیاء کرام کی سیرتیں محدود مدتوں کے لئے مشعل راہ بنائی جاتیں سوسال، دوسوسال پانچ سوسال ہزار سال تک امتوں کی رہنمائی کرنا تھی مگر جو قیامت تک نبی بنا کر بھیجا گیا جو عرب وعجم جو افریقہ اور جو ایشیاء کے لئے اور جو کالے اور گوروں کے لئے اور جو ہر دور، ہر زمانہ کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا، ان کی سیرت کے ارتقائی پہلو کا کوئی حد وحساب ہو سکتا ہے؟ آسمانوں پر انسان پہنچنے کی کوشش کرے گا، ستاروں پر کمند ڈالے گا، چاند کو مسخر کرے گا، سورج پر کمند ڈالنے کا سوچے گا یہ سب کچھ ہونا تھا آپ ﷺ کے بعد اور جب علم وفن اور انکشاف کے ایسے دور آئیں گے تو ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کی سیرت ہر لحاظ سے جامع اور مکمل کیوں نہ بنائی جاتی اسی لئے تو فرمایا اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

تعلیمات الٰہی کا جو سلسلہ حضرت آدم سے چلا تھا تو آج نواسیں نبوت کی تکمیل ہوگئی اور خدا نے حضور ﷺ اور ان کی تعلیمات اور سیرت کے ذریعہ اپنی نعمتیں مکمل فرمادیں اب کسی اور سیرت کی ہرگز ضرورت نہیں، اب کوئی دوسرا نسخۂ فلاح و نجات کا نہیں آئے گا تو جن چیزوں سے خدا نے نعمتوں کی تکمیل فرمادی، اس کی تعبیر آپ سیرت سے کریں، قرآن وسنت سے کریں، شریعت سے کریں، اسلام اور دین سے کریں تو کر سکتے ہیں۔

قرآن مجسم

تو جیسا کہ ایک بزرگ نے کیا خوب فرمایا کہ حضور ﷺ کو قرآن مجسم بنا کر اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے رکھ دیا الٓمٓ سے والناس تک کتابی قرآن تھا تو حضور ﷺ چلتا پھرتا قرآن بنے زندۂ جاوید اور متحرک قرآن بولتا ہوا قرآن کیوں؟ اس لئے کہ قرآن کریم میں

جہاں اللہ کی ذات وصفات کا ذکر ہے اور جو آیات ذات وصفات سے تعلق رکھتی ہیں وہ نبی کریم ﷺ کے عقائد ہیں جو آیات حلال وحرام اور احکام سے تعلق رکھتی ہیں وہ حضور ﷺ کے اعمال اور قوانین ہیں جو آیات حسن خلق سے تعلق رکھتی ہیں وہ حضور ﷺ کا حسن معاشرت ہیں جو معاملات سے متعلق ہیں وہ آپ ﷺ کا حسن معیشت ہے جو آیات توجہ الیٰ اللہ، انابت الیٰ اللہ، روحانیت اور تصوف سے تعلق رکھتی ہیں وہ حضور ﷺ کی خلوت ہے جو آیات انبیاء کے قرب، قربانیوں اور کمالات سے متعلق ہیں وہ حضور ﷺ کی عبدیت ہے جو آیات خشوع وخضوع سے متعلق ہیں وہ حضور ﷺ کی شان عبدیت ہیں جن آیات میں دعوت الی الخلق، تہذیب نفس، تربیت اخلاق کا ذکر ہے وہ حضور ﷺ کی جلوت ہیں، جن آیات میں خلافت وحکومت کا ذکر ہے وہ آپ کی سیاست ہے جن آیات میں کفر وباطل کی کشمکش کا ذکر ہے وہ حضور ﷺ کا جہاد ہے الغرض قرآن کریم کی زندہ اور عملی تفسیر حضور ﷺ نے اپنی ذات کی شکل میں پیش کر دی لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ آپ کی سیرت کے بغیر نہ ہم سمجھ سکتے ہیں نہ ہم اچھے برے کی تمیز کر سکتے ہیں۔

ضرورت نبوت

نبی نہ ہوتے تو بڑے بڑے عقلاء اور فلاسفہ کو ہدایت کے راستے معلوم نہ ہو سکتے نہ سائنس اور مشاہدے سے نہ منطق اور فلسفہ سے انسان کی رہنمائی ہو سکتی خدا نے فرمایا کہ وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ تمام انسانوں کو صرف اسی کی عبادت کرنی ہے کسی مخلوق کے آگے سر نہیں جھکانا ہے عبادت، بندگی اور پرستش کی مستحق صرف ایک ذات وحدہ لاشریک لہٗ ہے اب عبادت کا مقصد کیا ہے اس کی حقیقت کیا ہے طریقہ کیا ہیں؟ یعنی کچھ چیزیں ایسی ہیں جس سے معبود خوش ہوتا ہے اور اس کی پسندیدہ ہیں کچھ نا پسندیدہ کچھ کاموں سے وہ راضی ہوتا ہے، کچھ کاموں اور باتوں سے ناخوش پہلے کو

مرضیات کہیں گے دوسرے کو نا مرضیات تو ایک صورت تو یہ تھی کہ خداوند تعالیٰ گھر گھر، گلی گلی، کوچے کوچے اعلان کرتے پھرتے کہ ان باتوں سے خوش ہوتا ہوں اور ان باتوں سے ناخوش مگر دنیا کا ایک معمولی حکمران مختصر دائرے کا افسر بھی ایسا نہیں کرتا کہ ہر شخص کے پاس چل کر اپنی مرضیات اور نا مرضیات بیان کرتا پھرے بلکہ ایک اعلان جاری ہوتا ہے، فرمان جاری ہوتا ہے بادشاہ کی طرف سے اور وہ سب کے لئے برابر ہوتا ہے یا دوسری صورت یہ ہوتی کہ ہر شخص یہ کہتا کہ میں خود نبی کے بغیر خدا کی پسند اور ناپسند معلوم کر لیتا ہوں اس کی کوئی صورت بھی نہیں تھی ہم انسانی عقل کی ٹھوکریں آئے دن دیکھتے رہتے ہیں۔

ایک شخص حقیر اور فانی انسان خدا کی مرضیات خود کیسے معلوم کر سکتا ہے آج ہم اپنے بنی نوع انسان کے بہت قریب ہو جائیں، اٹھنا بیٹھنا، رہنا سہنا سب کچھ ہوتا ہو مگر یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ وہ کن باتوں سے خوش کن باتوں سے ناخوش ہوتا ہے جب تک وہ خود اظہار نہ کر دے ایک دوست مہمان بن کر آتا ہے آپ اس سے معانقہ کر لیتے ہیں، دل سے دل ملا دیتے ہیں، مگر آپ یہ معلوم نہیں کر سکتے کہ وہ کون سے کھانے پینے اور کونسی چیز کا خواہشمند ہے کن باتوں سے ناراض ہوگا کن چیزوں سے خوش تو اللہ تعالیٰ کا پسند و ناپسند جو رب العالمین واجب الوجود ہے اور انسان ایک فانی مخلوق کیسے معلوم کیا جا سکے گا۔

تو خدا ہر ایک کے ساتھ نہ تو دل ملا سکتا ہے نہ خدا ہر ایک کے ساتھ بات کرتا پھرے گا، نہ خدا ہر گلی کوچے میں ہر ایک کو بتاتا پھرے گا کہ ان باتوں سے خوش اور ان سے ناخوش ہوتا ہوں نہ ہماری عقل میں اتنی طاقت ہے کہ خدا کی پسند اور ناپسند ہمیں معلوم ہو۔ اب اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا کہ خداوند قدوس ایک نبی کو بھیج کر کسی ذات مقدس کو منتخب کر کے اس کو اپنی مرضیات اور نا مرضیات سے آگاہ کرے چنانچہ اس

سلسلہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا نے منتخب کیا نبوت، رسالت اور وحی کے ذریعہ اپنی مرضیات سے آگاہ کیا، نماز سے روزہ سے زکوٰۃ اور حج سے خوش ہوتا ہوں اتحاد اور محبت سے خوش ہوتا ہوں، جوا سے، شراب سے، مارنے پیٹنے سے باہمی شر و فساد سے ناراض ہوتا ہوں، یہ مرضیات اور نا مرضیات سب کے سب نبی کریم ﷺ کے ذریعہ سے انسانوں کو معلوم ہو سکتے ہیں۔

اس ذات مقدس کو خدا نے چن لیا تھا اب اس نے جو کچھ کیا وہ اس بات کی دلیل ہے کہ خدا ان کاموں سے راضی ہوتا ہے اور جن باتوں سے منع کیا جن سے گریز کیا وہ اس بات کی دلیل کہ خدا ان کاموں سے ناراض ہوتا ہے تو حضور اقدس ﷺ کے اقوال و افعال حرکات و سکنات، حضور ﷺ کی تقریرات، یہ سب کچھ سیرت اور شریعت کہلائیں گے اب وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ آیت کریمہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ آپ کو نبی کریم ﷺ کے اقوال و افعال اور حرکات و سکنات دیکھ کر عبادت کے ویسے طریقے اختیار کرنے ہوں گے مرضیات پر چلنا اور نا مرضیات سے بچنا چاہو تو آپ کے لئے ایک ماڈل ایک نمونہ ایک اسوۂ حسنہ نبی کریم ﷺ ہی کی ذات ہے تو شریعت اور سیرت اتنی ہمہ گیر اور جامع چیز ہے کہ سیرت کا بیان گویا پورے اسلام پوری شریعت اور پورے قرآن و سنت کا بیان کرنا ہوا اور یہ کسی کے بس کی بات نہیں۔

زمانۂ بعثت نبوی ﷺ

مختصراً اتنا عرض کرنا ہے کہ حضور ﷺ نے کیسے کیسے حالات میں اپنی سیرت مقدسہ کے ذریعہ انقلاب برپا کیا اور دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی اور حضور ﷺ نے دنیا کو کن طریقوں سے تبدیل کیا؟ تہذیب و تمدن اور یہ شرافت آپ کی بعثت کے وقت آپ عرب کو عجم کو، ہند کو، چین کو، یورپ کو دیکھ سکتے ہیں یعنی دنیا کی حالت ایسی تھی کہ گویا ایک عظیم الشان محل

جس کی ہر چیز اپنی جگہ سے ہٹ گئی ہو اور کچھ ظالموں نے ہر چیز الٹ پلٹ کر رکھ دی ہو ،سونے کے کمرے کا سامان لیٹرین میں ہو، لیٹرین کا سامان سونے کے کمرے میں رکھ دیا گیا ہو گویا ہر چیز اپنے محل اور اپنی جگہ سے ہٹ گئی تھی اور اس طرح انسانوں کے ہاتھوں خدا کی کائنات ظلم و وحشت اور بربرّیت سے بھر گئی تھی اب حضور اقدس ﷺ نے آ کر کیا کیا؟ ہر چیز کو اپنی اپنی جگہ پر سیٹ کر دیا، ہر چیز کو اس کا اصل مقام دیدیا۔

انسانوں کے باہمی حقوق

اور دنیا میں ہر طبقہ کے کچھ حقوق ہوتے ہیں ہم میں سے ہر ایک پر ایک دوسرے کے کچھ حقوق ہیں بیٹا ہے تو اس پر باپ کے حقوق، باپ ہے تو اس پر اولاد کا حق کہ اس کی اچھی پرورش کرے، والدین کا حق یہ ہے کہ اولاد ان کے آرام و راحت کا خیال رکھے اس کے احسانات کا بدلہ دے شاگرد کا استاد پر حق، ہر استاد کا شاگرد پر، رعیت کا حاکم پر حاکم کا رعایا پر حق ہے کوئی طبقہ انسانوں کا ایسا نہیں کہ دوسرے کے حقوق اس سے وابستہ نہ ہوں اور وہ فارغ البالی ہو۔

رسول اور امت کا باہمی رشتہ حقوق

آج یہی کوتاہی ہے کہ ہر شخص صرف اپنے حقوق کو دیکھتا ہے حقوق کا مطالبہ کرتا ہے لیکن یہ نہیں سوچتا کہ ہم پر کسی کا حق ہے اور کچھ فرائض بھی ادا کرنے ہیں اسی طرح رسول اور امت کا رشتہ ہے ان کے بھی ایک دوسرے پر حقوق ہیں رسول کو خدا نے امت کے پاس بھیجا تو امت کے کچھ حقوق ہیں رسول پر اور خدا نے وہ حقوق رسول کے ذمہ لگا دیئے ہیں کہ یہ یہ حق امت کا پورا کرنا ہے اور اس کے مقابلہ میں رسول کے بھی کچھ حقوق ہیں، یہ نہیں کہ رسول تو تمام حقوق ادا کر کے چلا گیا اور امت پر کوئی حق نہیں تو امت کا رسول پر یہ حق تھا کہ وہ اسے ہلاکت کی گہرائیوں سے نکال دے امت کو

ظلمتوں سے نکال کر صراطِ مستقیم پر ڈال دے اور ہلاکت کی بجائے نجات دیدے اچھے اور برے کی تمیز سکھا دے کیا حضور ﷺ نے یہ حق پورا کیا یا نہیں؟

رسول کریم ﷺ اور امت کے حق کی ادائیگی:

تو آپ میں سے سب کو معلوم ہے کہ نبی نے ہمارا، امتوں کا، بنی نوع انسان کا حق ایسے اچھے طریقہ سے پورا کر دیا کہ اس طرح دنیا میں، کائنات میں کسی نے نہیں کیا، نبوت و رسالت کی ادائیگی اور دعوت و تبلیغ کا کام جس انداز میں حضور ﷺ نے کیا کسی نبی نے اتنا نہیں کیا ہوگا أوذيت في الله مالم يوذ أحد امت کے غم میں ایک ایک انسان کے غم میں حضور ﷺ دن رات روتے رہتے، درد و سوز میں رہتے، ایک عجیب بے چینی اور گھٹن کی حالت طاری ہو جاتی خدا نے کہا کہ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓی اٰثَارِهِمْ میرے محبوب کیا تو غم کے مارے اپنے آپ کو مارنا چاہتا ہے، تیرا تو گلا اس غم سے گھٹ جائے گا اس بوجھ کے احساس کی وجہ سے کہ انسانوں کا کیا ہوگا، امت کا کیا ہو گا، کیسے خدا کے در پر آئیں گے، ایسی حالت ہو گئی جیسے کسی کا گلا گھونٹ دو اس کو عربی میں باخع کہتے ہیں فرمایا کہ تو نے تو فریضہ ادا کر دیا کچھ احساس غم میں کمی پیدا کر دو فریضہ کی ادائیگی تو فرما دی آپ نے اور فرمایا

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًاo وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا

”ہم نے تمہیں بشیر بنا کر بھیجا ڈرانے والا، اللہ کیطرف پکارنے والا، اور ایک روشن چراغ بنا کر بھیجا“

چراغ سے تشبیہ

چراغ سے تشبیہ دی تو چراغ کیا کرتا ہے وہ ظلمتوں کا دشمن ہے، وہ رات کی

ظلمتیں اپنی ضیاء باریوں سے منور کرنا چاہتا ہے، وہ جلتا رہتا ہے، کڑھتا رہتا ہے، اپنی ساری توانائی جب تک ختم نہ ہو، تیل سارا ختم نہ ہو، بتی میں ذرا بھی سکت باقی ہو چراغ جلتا رہے گا اس میں درحقیقت سورج سے بھی تشبیہ دی گئی ہے کہ مراد سراج سے سورج ہی ہے وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا آپ آفتاب نبوت ہیں مگر تعبیر یہاں سراج سے اسی لئے کی گئی کہ......

ع شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

تو چراغ سے تشبیہ میں عجیب فصاحت و بلاغت ہے تو نبی کریم ﷺ اپنی ضیاء باریوں سے تاریکیاں مٹاتے رہے ایک درد و سوز میں مبتلا رہتے کہ کسی طرح اس جاہلیت کی ظلمتیں مٹ جائیں اور سپیدہ سحر جب تک طلوع نہ ہوا اس وقت تک اپنے کام میں وقفہ اور آرام نہیں فرمایا امت کے لئے رات بھر کھڑے روتے رہے حدیث میں ہے کہ حالت ایسی ہو جاتی کہ لهٗ از یزٌ کازیز المرجل سینہ مبارک سے ایسی آواز آتی تھی جیسے ہانڈی جوش مارتی ہو، رونے کی، کڑھنے کی، امت کے بارہ میں ایسی حالت ہو جاتی۔

انسانیت کا نجات دہندہ

خود فرمایا کہ میری اور آپ کی مثال ایسی ہے کہ ایک بہت بڑا الاؤ دہک رہا ہو اور یہ انسان پروانوں کی طرح آ آ کر اس آگ میں کود رہے ہوں جیسا کہ اب ہم اپنے اچھے اور برے کو نہیں پہچانتے اپنی ہلاکت اور نجات کو نہیں سمجھتے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک ایک انسان کو پیچھے سے آ آ کر پکڑنا چاہتا ہوں أنا أخذٌ بحجز کم کمر سے پکڑ پکڑ کر کھینچتا ہوں و أنا أنقذ کم منها اور یہ اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا "تم تو آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ گئے تھے کوئی نجات کا راستہ نہیں تھا خدا نے اپنے رسول کے ذریعہ نجات دی" آپ ﷺ ایک ایک کے پاس گئے اپنوں کے پاس، غیروں کے پاس، رشتہ داروں کے پاس گئے، ابو طالب اپنے

چچا کو وفات کے وقت بھی کہا کہ میرے چچا! میرے کانوں میں چپکے سے لا إله إلا الله کہہ دے کہ قیامت کے دن تیری سفارش کر سکوں اپنی بیٹی فاطمہ کو کہا یا فاطمه أنقذی نفسك من النار(مسلم: ح ۲۰٤) اپنی جان کو آگ سے خود بچالے، بیویوں کے پاس بچوں کے پاس گئے۔

امت کی فکر

ایک ایک فرد کی فکر ہے، امت کی فکر ہے، ایک حدیث میں ہے کہ ایک رات نماز میں آیت تلاوت فرمائی اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ تو صبح تک یہی آیت دہراتے رہے جو خدا سے ایک خاص انداز میں رحم اور مغفرت کی درخواست ہے کہ اگر تو ان انسانوں کو عذاب دے، آگ میں ڈالے تو ڈال سکتا ہے کیونکہ یہ سب تیرے غلام ہیں، بندے ہیں بندہ مالک کے سامنے کیا کر سکتا ہے لیکن اگر تو ان کو بخش دے تو بیشک کوئی تیرے آڑے نہیں آسکتا تو عزیز ہے اپنے ارادوں کو پورا کر سکتا ہے کوئی روک نہیں سکتا اور تو حکمتوں والا ہے تو حضور ﷺ رات بھر اس آیت کو نماز میں رو رو کر دہراتے رہے اور خدا سے امت کے لئے مغفرت کی طلب فرماتے رہے کہیں سنا کہ جلسہ ہو رہا ہے، کہیں میلہ لگا ہوا ہے، کہیں مجلس میں لوگ جمع ہیں وہاں پہنچ گئے لوگوں کے گالم گلوچ کی پرواہ نہ کی، پتھروں کی پرواہ نہ کی۔

طائف کا واقعہ

طائف کا واقعہ تو معلوم ہے کہ کس کس طریقہ سے اللہ کے رسول نے حق ادا کیا طائف جاتے ہیں جو حجاز کا گرم مقام ہے خاص موسم میں عمائدین ملک، قوم کے بڑے وہاں جمع ہوتے تھے ایک خادم حضرت زید کو ساتھ لے کر طائف پہنچے ایک ایک مجلس میں ایک ایک بیٹھک میں گئے لا إله إلا لله کی دعوت پیش کرتے رہے ہر جگہ طعن و تشنیع کی

بوچھاڑ ہوئی ، لوگ مذاق اڑاتے ایک بد بخت عبد یالیل نے تو حد کر دی مذاق کی ، اور کہا کہ اپنے میلے کچیلے کپڑوں کو تو دیکھو نبوت کے لئے کیا خدا کو وہ شخص ملا جس کے پاس سواری کیلئے ایک گدھا بھی نہیں ، اور وہ پیدل پھرتا ہے شہر کے غنڈے اور اوباش پیچھے لگا دیئے اور حضور ﷺ پر پتھراؤ کیا گیا مگر وہ کہتے رہے کہ یا أیھا الناس قو لوا لا إله إلا الله تفلحوا (مجمع الزوائد: ج٦ص٢٥) ادھر سے صرف یہی دعوت تھی کہ کوئی معبود نہیں سوائے رب العالمین کے ، ادھر سے پتھروں کی بوچھاڑ ہوتی حضرت زیدؓ خادم خاص ساتھ ہیں ، فرماتے ہیں کہ جسم لہولہان ہو گیا اور جوتے مبارک خون سے بھر گئے اس حالت میں حضور ﷺ کو شہر سے نکالا گیا یہاں تک کہ سر کے بل گرا دیا گیا حضرت زید نے حضور ﷺ کو اٹھایا ایک پہاڑی موڑ قرن الثعلب تک اٹھا کر لے آئے وہاں ایک باغ تھا جا کر حضور ﷺ کو وہاں لٹا دیا حضور ﷺ کو ناتوانی اور خون نکلنے کی وجہ سے بے ہوشی آ گئی ۔

صبر وتحمل کے سمندر میں طوفان

حضرت زیدؓ نے پانی وغیرہ ڈال دیا، جسم مبارک دھویا اور آپ کو کچھ ہوش آیا، آنکھیں کھولیں تو اپنی بے کسی اور اپنی امت کے ہاتھوں سب کچھ جو حضور ﷺ پر گذر رہا تھا اس کا خیال آیا اور وہ جو صبر وتحمل کے سمندر تھے ، لیکن آج آخر اس سمندر میں طوفان آ ہی گیا اور خدائے ذوالجلال کے سامنے صبر وشکیب کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا تو حضرت زیدؓ نے اس طوفان کے چند قطرے نقل کئے ہیں جو کتابوں میں محفوظ رہ گئے ہیں ورنہ کیا کچھ حضور ﷺ نے اللہ سے مناجات کی ہوگی کیا راز و نیاز ہوا ہوگا ، کیا شکوے اور شکایات ہوئے ہوں گے؟ اس طوفان کے چند قطرے حضرت زید نے نقل کئے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہوش میں آنے کے بعد فرمایا اللّٰھم الیك أشکو بثی و حزنی وھوانی علی الناس میں تو لوگوں پر ہلکا ہو گیا ہوں، انسانوں نے تو مجھے بہت ہلکا سمجھ لیا ہے اور

میری ظاہری و باطنی سب کچھ تو جانتا ہے، آگے فرمایا ......

إلى من تكلني إلى عدوّ يتهجمني او الى صديق ملكتهٗ امری

"اے خدا! تو کن لوگوں کو مجھے سپرد کرتا ہے دشمنوں کے سپرد کرتا ہے، جو ہر طرف سے مجھ پر ہجوم کرنے لگے ہیں یا چاہے اپنے دوستوں کے حوالے کر دے"

اب آگے حضور ﷺ کو خیال آیا کہ کہیں اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو جائے کہ میں ان مصائب اور تکالیف کا شکوہ کرنے لگا ہوں تو دعا کا رخ بدل دیا اور فرمایا:

أعوذ بنور وجهك الكريم الذى اضاء ت لهٗ السمٰوٰت و الارضين

اے اللہ! تیرے چہرے کے نور اور جگمگاہٹ کی پناہ مانگتا ہوں وہ چہرہ انور جس سے کائنات قائم اور روشن ہیں میں اس ذات کی پناہ مانگتا ہوں جس سے ظلمتیں روشنی میں بدل جاتی ہیں تیری مغفرت اور خوشنودی ہی میں میری عافیت ہے ، کہیں تیرا غضب مجھ پر نہ ٹوٹے ولك العتبىٰ حتىٰ ترضى اے اللہ! تجھے تو منانا ہے جب تک تو راضی نہ ہو گا میں اس طرح پہاڑوں میں، صحراؤں میں، جنگلوں میں تیری آواز پہنچاتا رہوں گا اسی طرح گالم گلوچ اور اسی طرح پتھر کھا کھا کر تیرا پیغام پہنچاتا رہوں گا میرا تیرے اوپر کوئی احسان نہیں ، تیرا ہی مجھ پر کرم ہے کہ مجھے اس کام کے لئے چن لیا ، اب یہ طوفان ذرا تھم گیا تو حضرت جبرئیلؑ نمودار ہوئے اور فرمایا کہ سن لیا تیرے رب نے سن لیا وہ تیری نگہبانی کر رہا ہے جنہوں نے تجھے رد کر دیا وہ بھی اس کی نگاہوں سے مخفی نہ تھے تیری فریاد نے پوری کائنات کو ہلا کر رکھ دیا ہے اب اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس ان پہاڑی لوگوں کے لئے پہاڑوں کا فرشتہ بھیج دیا ہے قد بعث الیك ملك الجبال کہ دنیا کے پہاڑ اس کے ایک اشارے پر اٹھتے ہیں اور آبادیوں کو ریزہ ریزہ کر سکتے ہیں اب یہ طائف کے بڑے بڑے پہاڑ جن کے درمیان یہ بستی محصور ہے یہ فرشتہ تیرے ایک اشارہ

پر اٹھا کر اسے اٹھا کر الٹ سکتا ہے پہاڑوں کے فرشتے نے خود آگے بڑھ کر سلام کیا، اور کہا یامحمد ذلك لك "اے محمد ﷺ! اب یہ سب تیرے اختیار میں ہے" جیسے مرضی ہو تعمیل ہو گی گویا اشارہ تھا کہ اے محبوب! تو نے شکوہ کیا کہ میں ہلکا ہو گیا ہوں مگر تو تو ساری کائنات پر بھاری ہے اگر کوئی چیز بھاری ہو گی تو منوں سے ٹنوں سے تو لی جائے گی مگر آپ تو پہاڑوں کے وزن سے بھی بڑھ کر ہیں آپ تو ہمالیہ پر بھی بھاری ہیں یہ سارے پہاڑ اب آپ کے ایک اشارہ پر اٹھائے جا سکتے ہیں تو آپ کیسے ہلکے ہو سکتے ہیں آپ تو اتنے بھاری ہیں کہ یہ پوری کائنات اور زمین و آسمان بھی آپ کے وزن کے برابر نہیں ہو سکتے، بڑے بڑے ایٹم بم وہ کام نہیں کر سکتے جو تیرے ایک اشارہ سے انجام پا سکتے ہیں اگر تیری مرضی ہو تو یہ ساری آبادی اور زمین تہس نہس کر کے رکھ دی جائے حضور ﷺ نے پہاڑ کے فرشتے کے جواب میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی اللهم إهد قومي فانهم لا يعلمون "اے اللہ! یہ نادان ہیں، نادانی کی وجہ سے میری عظمت اور حقیقت سے بے خبر ہیں" نادانی کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں اور فرشتوں سے فرمایا کہ میں مایوس نہیں ہوں کہ ان لوگوں کی پشتوں سے اور نسلوں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو صرف اللہ رب العالمین کی عبادت کریں، بدر میں چند ساتھی ہیں تو حضور ﷺ رو رو کر گڑ گڑاتے ہیں کہ اے اللہ! یہ مٹھی بھر جماعت بھی اگر آج مٹ گئی تو کس ناز سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ لن تعبد اے رب! پھر قیامت تک تیری پرستش نہیں کی جائے گی معلوم تھا کہ نبی آخر الزمان ہوں، میرے بعد کوئی نبی، کوئی صحابہؓ، کوئی جماعت، کوئی امت تو آئے گی نہیں، اب اگر بدر میں یہ مختصر جماعت بھی ختم ہو گئی تو پھر عبادت کرنے والا کون آئے گا بہر حال حضور ﷺ نے کیسے کیسے انداز میں امت دعوت و اجابت کا حق پورا کیا اس کا تو کوئی حد و حساب نہیں۔

حجۃ الوداع میں امت کا اقرار و اعتراف

حجۃ الوداع میں اپنے آخری خطبہ میں امت سے بھی اس بات پر گواہی دلوائی، ایک لاکھ سے اوپر صحابہؓ سے دریافت کیا هل بلغت "کیا میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا؟" ذمہ داری سے سبکدوش ہو گیا یا نہیں؟ فریضہ نبوت ادا کر دیا یا نہیں؟ سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا اديت الأمانة "تو نے امانت ادا فرما دی" و وفيّت العهد "اور خدا سے کیا گیا عہد پورا کر دکھایا" تو حضور ﷺ خوش ہو گئے فرمایا اللّٰهم أشهد انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا اے اللہ! ان لوگوں کی گواہی پر گواہ ہو جا یہ سب میرے حق میں گواہی دیتے ہیں۔

شہادت حق اتنی جرأت اور شرح صدر سے فرمائی کہ خود فخر کے طور پر کہا کہ اے اللہ! گواہ ہو جا کہ میں اپنی ذمہ داری ادا کر چکا تو جو حق تھا حضور ﷺ پر انسانوں کا اسے بھی پورا فرمایا، حیوانات کا بھی اور فرشتوں کا بھی اور جنات کا بھی حق متعین کر دیا اور انسانوں کے مختلف طبقات کے باہمی حقوق بھی واضح کر دیئے۔

شانِ رحمۃ للعالمین ﷺ

اور یہ تو الگ موضوع ہے وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ کہ وہ رحمت ہیں تو صرف انسانوں کے لئے نہیں، صرف جنات کے لئے نہیں بلکہ عالمین کے لئے اور خدا کے سوا کل مخلوقات یعنی ماسوائے اللہ کو عالمین کہتے ہیں، آسمانوں کی کائنات، زمین کی کائنات، چاند اور سورج کی کائنات، فرشتوں کی کائنات، حیوانات چرند اور پرند کی کائنات یہ سب الگ الگ عالم ہیں اور قرآن کہتا ہے کہ یہ رسول ان تمام کائنات کے لئے نبی رحمت ہیں اب رحمت کیا چیز ہوتی ہے رحمت، جیسے ہمارے لئے ہوا ہے ہم ہوا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے، مچھلیوں کے لئے پانی ہے مچھلی پانی میں ہے تو رحمت میں ہے

اس پانی سے نکالدو تو رحمت ختم الغرض رحمت اتنی قیمتی چیز ہے جسے کائنات کا ہر ذرہ محتاج ہے اس لئے اللہ رحمان و رحیم کی رحمت وسیع ہے وسعت رحمتی کل شئی وسعت کل شئ رحمۃً و علماً تو حضورﷺ کی ذات بھی کائنات کے لئے ایسی ہے جیسے مچھلی کیلئے پانی اور دیگر جانداروں کیلئے ہوا جس کے بغیر کائنات کی بقاء ہو ہی نہیں سکتی۔

ہر طبقہ کے حقوق کا تعین

احادیث اور فقہ پڑھیں تو آپ کو گائے اور بیل کا حق، جانوروں کا حق ایک ایک حق تفصیل سے ملے گا فرشتوں کے بھی حقوق، جنات کے بھی حقوق ہیں ان تمام حقوق سے ذخیرہ کتب بھرا ہوا ہے پھر مردوں کے حقوق الگ عورتوں کے الگ بچوں کے الگ، بوڑھوں اور مریضوں کے الگ، کونسا طبقہ ہے انسانوں کا جس کا حق متعین نہ ہو چکا ہو اس سے پہلے بنی نوع انسانیت کسی ظلم اور جہالت میں مبتلا تھی کہ ہر شخص صرف اپنے کو انسان سمجھ رہا تھا دوسروں کو نہیں ہر ایک نے الگ الگ خدائیاں قائم کر رکھی تھیں کہیں رنگ کے نام تفاوت کہیں قوم کے نام پر امتیازات کہیں زبان کے نام پر جھگڑے۔

منشورِ انسانیت

حضورﷺ نے اپنے آخری خطبہ میں بھی جو منشور ہے انسانیت کا سب چیزیں ایک بار پھر واضح کر دیں فرمایا کلکم بنو آدم و آدم من تراب ”اے بنی نوع انسان! تم سب آدمؑ کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے“ اب جبکہ سب انسانوں کی سرشت مٹی سے ہے کوئی سونے چاندی اور ہیرے جواہرات سے نہیں بنا نہ اس کے خمیر میں یہ چیزیں شامل تھیں تو انسانیت کی سرشت کے لحاظ سے سب برابر ہوگئے تو اب یہ امتیازات کہاں سے آگئے اگر کوئی یورپ کا ہے یا امریکہ کا، افریقہ کا ہے یا ایشیاء کا سب کی نوع ایک ہے اور سب اس میں برابر۔

رنگ و نسل کے جھگڑے

اور فرمایا لافضل لعربی علی عجمی ”اب نہ کسی عربی کو عجمی پر فضیلت ہے نہ عجمی کو عربی پر“ آج جو قومیت کی لعنت پوری دنیا پر مسلط ہے اور مسلمان بھی اس بت کی پوجا کرنے لگے ہیں حضورﷺ نے اس خطبہ میں اس بت کو بھی پاش پاش کر دیا اور آج جو سیاہ وسفید کے جھگڑے ہیں، کالے گورے کے امتیازات ہیں تو حضورﷺ نے اس کو بھی ختم کراتے ہوئے فرمایا ولا للأ سودعلیٰ الأحمر ولا للأبیض علیٰ الأسود کالے پر گورے کو کوئی فضیلت حاصل نہیں، نہ کالے کو گورے پر آج بڑے فخر سے امریکہ والے دعویٰ کرتے ہیں، اقوام متحدہ علمبردار بنتی پھرتی ہے کہ ہم نے بنیادی انسانی حقوق دنیا کو دیئے تو غلط کہتے ہیں حضورﷺ نے چودہ سو سال پہلے اس سے اعلیٰ و اکمل ترین بنیادی حقوق انسانوں کو عطا فرمائے یورپ والوں نے جھوٹ کہا انہوں نے عمل نہیں کیا، آج بھی امریکہ میں سفید فام اور سیاہ فام کے جھگڑے چل رہے ہیں وہاں کالوں کے ساتھ انسانوں جیسا سلوک نہیں کیا جاتا ان کے چڑھنے کی لفٹ تک الگ ہیں۔ ہسپتال اور سکول بھی الگ ہیں گاڑیاں اور گاڑیوں کے راستے تک الگ ہیں آئے دن کالے اور گورے پر فسادات ہوتے رہتے ہیں اور حضورﷺ کے ہاں ایک کالا تھا حضرت سیدنا بلال حبشیؓ اور حضورﷺ نے فرمایا کہ گورے کو کالے پر فضیلت نہیں تو عملاً بلال کو کتنا بڑا مقام دیا؟ ایک رات صبح اٹھ کر فرمایا اے بلالؓ! تو کونسا عمل کرتا ہے کہ میں نے تجھے خواب میں جنت میں دیکھا تو مجھ سے آگے آگے جا رہا ہے میں تیرے جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوں گو وہ سبقت خادم خاص کو سبقت تھی جو مخدوم سے آگے آگے جاتا ہے تو اس قرب خاص کی انہیں بشارت دی گئی اس کالے کو قریش کے سردار حضرت سیدنا عمر فاروقؓ جن کے نام سے قیصر و کسریٰ لرزتے تھے انہیں حضرت عمرؓ مخاطب کرے تو سیدنا کہتے اے ہمارے سردار! تو

صہیبؓ کو بلال کو عمارؓ کو، فاروقؓ، صدیقؓ، عثمان غنیؓ اور حیدر کرار کے ساتھ ایک صف میں کھڑا کر دیا یہ امتیازات عملاً مٹا کر دکھا دیئے۔

مساوات مگر کونسی؟

قانون کی بات آئی، آئین اور سیاست کی بات آئی تو فرمایا کہ اس میں بھی مساوات انسانی ہے یعنی انسانی مساوات، معاشرتی مساوات، قانونی مساوات آج بھی ہم مساوات کے نعرے سن رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مساوات یہی ہے کہ ایک کا مال چھین کر دوسروں کو دیدو دوسرے کا تیسرے کو دیدو یہ معیشت کی مساوات، جبر وظلم، غضب ونہب کی مساوات، مال و دولت کی مساوات اسلام میں نہیں باقی ساری مساوات تھیں آج ساری انسانی مساوات ختم ہوگئیں اور ایک مادی مساوات کا نعرہ باقی رہ گیا انسانی قدروں کی مساوات فنا ہوگئی، معاشرتی مساوات ختم ہوگئی۔

حضورﷺ کی معاشرتی مساوات

نبی کریمﷺ راستہ میں چلتے پھرتے ہیں صحابہؓ فرماتے ہیں کہ کبھی ہم سے آگے ہیں، کبھی برابر، کبھی پیچھے پیچھے جا رہے ہیں یہ نہیں کہ ہٹو بچو کے نعرے ہوں گے اور آگے ہی رہیں گے کوئی خاص مسند نہیں نشست کے لئے جہاں جگہ مل گئی وہیں بیٹھ گئے سفر میں کام کاج کا وقت آیا ساتھیوں کے ساتھ ہاتھ بٹانے لگے، برابر کام بانٹ دیا خود بھی حصہ رکھا تو نشست برخاست چال ڈھال میں کہیں بھی فضیلت اور برتری نہیں کہ میں حاکم ہوں، باقی محکوم حضرت انسؓ جان نثار خادم ہیں فرماتے ہیں کہ دس سال میں حضورﷺ کی خدمت میں رہا ہوں ان دس سال میں بھی حضورﷺ نے مجھ سے یہ نہیں کہا کہ کیوں ایسا کیا ما قال لی فی شئ لم فعلت کچھ غلطی ہوگئی، کام میں گڑ بڑ ہوگئی، مگر حضورﷺ نے کیوں تک نہیں کہا۔

قانونی مساوات

اور جہاں خدا کے حکم قائم کرنے، حدود قائم کرنے کا موقع آتا ہے تو فرماتے ہیں أقيموا حدود الله على القريب والبعيد "اے لوگو! اللہ کا جو حکم ہے جو حد ہے اسے اپنے پرائے سب پر لاگو کرنا ہے" ایک عورت فاطمہؓ نامی بنی مخزوم سے ہے، جو ایک زور آور قبیلہ تھا، اس نے چوری کی اب خدا کا حکم تھا کہ ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جائے بنی مخزوم کو یہ بات بڑی ناگوار گزری کہ ہم شرفاء ہیں اور اتنے بڑے خاندان کی ایک خاتون کا ہاتھ کاٹا تو بڑے عار کی بات ہوگی سب پریشان تھے سفارش کے لئے کسی کو ڈھونڈنے لگے کہ حضورﷺ سے سفارش کرے کسی کو اتنی جرأت کہاں کہ حضورﷺ سے سفارش کر سکے، حضرت اسامہؓ جو خادم خاص حضرت زیدؓ کے صاحبزادے ہیں جس سے محبت اولاد کی طرح ہے تو سب نے اسامہؓ سے سفارش کروانا چاہی، ان کے پاس جا کر منت سماجت کی، راضی کیا، حضرت اسامہؓ نے سفارش کی مگر ان کی بات سنتے ہی حضورﷺ کا چہرہ انور سرخ ہوگیا اور فرمایا أتشفع في حدٍ من حدود الله "کیا اب خدا کی حدود میں، قوانین میں اور عدالت کے فیصلوں میں بھی سفارشیں ہونے لگی؟" حضرت اسامہؓ سے فرمایا کہ پچھلے لوگ بھی اسی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے کہ وہ اپنوں کو بچاتے تھے اور صرف غریب اور ضعفاء پر حدود قائم کرتے تھے، کسی شان وشوکت والے، خاندان اور قبیلے والے کو جرم کرنے پر معاف کر دیا جاتا تھا اور تاریخی جملہ تو آگے ارشاد فرمایا کہ: وأيم الله لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها(بخاری:ح٣٤٧٥) "یہ تو فاطمہ بنی مخزوم ہے اگر معاذ اللہ فاطمہؓ بنت محمدﷺ میری صاحبزادی میری لخت جگر سے بھی یہ غلطی سرزد ہوتو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا" تو بہرحال حضورﷺ نے امت کے حقوق پورے فرما دیئے کوئی کسر نہیں چھوڑی، اب ہم پر بھی کوئی حق ہے یا نہیں؟

حضورﷺ کا اولین حق امت پر محبت

تو امت پر حضورﷺ کا کیا حق ہے؟ ایک تو یہ کہ امت حضورﷺ سے محبت کرے جذباتی محبت والہانہ شیفتگی اور قلبی تعلق اور حضورﷺ سے جو محبت ہوگی وہ ساری کائنات سے بڑھ کر ہونی چاہئے ،خود آپ نے فرمایا کہ لا یؤمن أحد کم حتی أکون أحب اليه من والده وولده والنا س أجمعين (بخاری:ح ١٥) "جب تک اپنے والدین سے اپنی اولاد سے ساری بنی نوع انسان سے بڑھ کر مجھے محبوب نہیں سمجھے گا تو وہ مومن نہیں کہلا سکے گا" پھر یہی نہیں بلکہ اپنے خواہشات اپنی تمناؤں اپنی امیدوں کے بارے میں کیا کرے گا؟ ایک صحابیؓ نے آکر کہا یا رسول اللہﷺ! مجھے آپ سے محبت ہے فرمایا سوچ لو یہ معمولی بات نہیں ہے پھر کہا مجھے محبت ہے آپ سے تو فرمایا دع نفسك ثم تعال "نفس کو خواہشات کو اپنے سے الگ کردے پھر دعویٰ کر کے آ"، اپنی ناجائز خواہشات ،نفسانی تمناؤں کی قربانی دینی ہوگی اور محبت حقیقی تو وہ ہے کہ جس کے ساتھ خود بخود اطاعت آجائے۔

دوسرا حق اطاعت

تو حضورﷺ کا دوسرا حق اطاعت ہے، دعویٰ تو محبت کا سب کو ہے مگر محبت تب صحیح ہوگی کہ اس کے ساتھ اطاعت ہو، ایک شخص کہتا ہے کہ میں تو ہر وقت روتا پیٹتا ہوں آپ کے عشق میں تڑپتا اور مرتا ہوں مگر کسی کام میں آپ کی اطاعت اور تابعداری نہ کرے آپ کی کوئی ادا اور طرز اور طریقہ اس کو پسند نہ آئے کوئی سنت اس کو محبوب نہ ہو تو آپ کہیں گے کہ یہ تو مذاق کرتا ہے تو محبت صرف رونے پیٹنے کی محبت جس میں اطاعت نہ ہو وہ نجات نہیں دے سکتی آپ کو معلوم ہے حضرت ابو طالب کو کتنی محبت تھی آپ ﷺ کے ساتھ مسلمانوں میں سب سے زیادہ محبت ابو بکر صدیقؓ کو تھی اور ایمان نہ لانے والوں میں سب سے بڑا عاشق حضورﷺ کے چچا ابو طالب تھے، بچپن سے پالا پوسا، گود

میں لیا، کاندھوں پر اٹھایا، کتنی مشقتیں آپ کی وجہ سے حضرت ابو طالب نے جھیلیں، ساری عمر دشمنوں سے مقابلے کئے آپﷺ کی خاطر تین سال تک شعب ابی طالب میں گرفتار رہے عشق تھا، محبت تھی خدمت کی بھتیجے کی، مگر کیا ابو طالب کو ایسی محبت سے نجات مل گئی؟ نہیں حضورﷺ نے وفات کے وقت بھی کہا کہ چپکے سے میرے کان میں لا الہ الا اللہ کہہ دو تو اللہ کے ہاں میرے لئے شفاعت کا راستہ کھل جائے گا کہا جانتا ہوں کہ تو سچا ہے، تیرے ساتھ محبت بھی ہے لیکن یہ ابو جہل، ابو لہب یہ بڑے سرغنہ جو جمع ہیں وہ ہنسیں گے کہ بڈھا ڈر گیا موت کے وقت، تو جہالت آڑے آگئی کہ موت کی سختیوں سے ڈر کر باپ دادا کا دین چھوڑ دیا اس لئے ایمان نہ لائے، محبت کتنی تھی مگر ایمان میں حضورﷺ کی پیروی نہ ہوئی تو مسلم شریف میں ہے کہ ابو طالب کے بارہ میں حضورﷺ نے فرمایا کہ میں نے اسے جہنم میں دیکھا مگر وہاں بھی اس عشق و محبت کی وجہ سے خدا نے اتنی لاج رکھدی تھی کہ آپﷺ نے فرمایا کہ ابو طالب کا سارا جسم آگ سے بچا ہوا ہے لیکن جوتوں کے جو تسمے ہیں وہ جہنم کی آگ کے ہیں جو دنیا کی آگ سے ہزار گنا زیادہ ہے ایک ذرہ بھی جہنم کی آگ کا اگر دنیا میں آجائے تو ساری دنیا بھسم ہوجائے تو حضورﷺ نے فرمایا کہ صرف جوتوں کے تسموں کے وجہ سے بھی ابو طالب کا دماغ کھول رہا ہے قیام تو بہرحال جہنم میں ہے ایمان نہ لا کر نری محبت سے نجات نہ ہوسکی گو جہنم میں آپ کو اے کلاس دی گئی مگر ٹھکانہ وہی جہنم رہا تو جس محبت میں اطاعت اور تابعداری نہ ہوگی وہ کافی نہیں ہوگی۔

محبت کا معیار ہر ہر سنت کی پیروی میں اسلاف کا التزام

محبت کا معیار یہ ہے کہ حضورﷺ کی بھی تو ادائیں تھیں، چلنے میں، پھرنے میں کھانے میں، پینے میں، زندگی کے ہر شعبہ میں حضورﷺ کا بھی کوئی طریقہ تھا وہ ادائیں

محبوب ہیں یا نہیں؟ اگر ان طریقوں سے اور اداؤں سے محبت نہیں نفرت ہے تو معلوم ہوا کہ زبانی محبت ہے حقیقی نہیں، ورنہ محبوب کی ہر ادا خود بخود انسان اپناتا ہے آپ کو معلوم ہے کہ کتنے بڑے بڑے بزرگ تھے جو ہر قدم رکھنے میں، لباس پہننے میں، کھانے پینے میں دیکھتے تھے کہ حضور ﷺ کی سنت کی مخالفت نہ ہو جائے ایک بزرگ کو تو اتنا اہتمام تھا کہ ایک دفعہ غلطی سے موزہ پہلے بائیں پاؤں میں پہن لیا تو رسول اللہ ﷺ کے عاشق تھے غلطی ہوگئی کہ حضور ﷺ کی ادا پہلے دائیں پاؤں میں پہننے کی تھی تو انہیں اتنا دکھ ہوا کہ تقریباً ۳۲ من گندم اس نادانستہ غلطی کی سزا میں بطور کفارہ ادا کر دیا اپنے اوپر جرمانہ لگایا ایک اور عالم محمد بن اسلمؒ نے ساری زندگی تربوز نہ کھایا کتنا میٹھا لذیذ پھل ہے حلال چیز ہے مگر انہوں نے اس لئے نہ کھایا کہ انہیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ حضور ﷺ نے کھایا تو سہی مگر کس طرح کھایا ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھایا یا کیسے؟ کتابوں سے ان کو کیفیت معلوم نہ ہو سکی تو اب سوچتے تھے کہ اگر تربوز کھاؤں اور حضور ﷺ کا طریقہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے نادانستہ مخالفت نہ کر بیٹھوں یہ ادائیں تھیں ان لوگوں کی، وہ حلال خواہشات اور تمناؤں سے بھی دست بردار ہو جاتے کہ کہیں حضور ﷺ کی سنت کی مخالفت نہ ہو جائے حضرت شبلیؒ معروف صوفی اور بزرگ گزرے ہیں، حالت نزع میں ہیں کمزور اور بیمار ہیں نحیف ونزار ہیں نماز کا وقت آگیا، شبلیؒ نے فرمایا کہ مجھے وضوء کرا دیا جائے، ساتھیوں نے بڑی تکالیف سے آپ کو وضو کرایا، سکرات موت طاری تھے پھر بعد میں خیال آیا کہ مجھ سے تو خلال رہ گیا خلال ایک سنت ہے تو دکھ ہوا کہ مجھے خلال کیوں نہیں کرایا گیا اب دوبارہ وضوء کراؤ سب نے عرض کیا کہ حضرت آپ تو معذور ہیں، بیمار ہیں حرکت سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے بڑی مشکلات سے ایک دفعہ وضو کرا دیا ہے، مگر کہا کہ مجھ پر جب سکرات موت طاری ہیں تو ہو سکتا ہے کہ عنقریب میں حضور ﷺ کے پاس چلا جاؤں اور

اب جب اپنے محبوب سے ملوں گا تو یہ نہیں چاہتا کہ ایسے وضوء سے چلا جاؤں جس میں آپ ﷺ کی کوئی سنت چھوٹی ہوئی ہو میں یہ نہیں چاہتا کہ بغیر خلال کے وضوء پر اکتفاء ہو چنانچہ دوبارہ بڑی تکلیف سے حضرت شبلیؒ کو وضو کرایا گیا خلال کر لیا گیا اور اس کے بعد شبلیؒ کی روح پرواز کر گئی......

دی کس طرح سے جان تہ تیغ داغ نے
لب پر تبسم اور نظر یار کی طرف

یہ کیسے لوگ تھے کہ تہ تیغ بھی محبوب کی طرف نظریں اٹھائے ہوئے تھے کہ محبوب کی ایک ایک حرکت اور جنبش ابرو پر اپنی حالت بدل دیتے تھے۔

صحابہؓ کا جذبہ اطاعت: تحریم خمر اور حجاب میں فوری اطاعت کا مظاہرہ

یہ محبت کی خاصیت ہے کہ جہاں حقیقی محبت آجائے تو اطاعت وتسلیم کیلئے فوج کی، پولیس کی، قانون اور عدالت کی ضرورت نہیں ہوتی جب ایک آواز گونجی ہے مدینہ کی گلیوں میں کہ

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ
رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

”اے مومنو! یہ شراب یہ جواء اور قمار یہ سب غلط اور شیطانی کام ہیں پس اسے چھوڑ دو، اسی طرح اللہ کی رحمت کے سزاوار بن جاؤ گے“

آیت مسلمانوں کے کان میں پڑتی ہے اور وہ لوگ جو صدیوں سے شراب پیتے چلے آرہے تھے معاشرے میں شراب رچی بسی تھی مگر منادی حضرت علیؓ مدینہ کی گلیوں میں گھومتے ہوئے اعلان کرتے ہیں تو جس کے کان میں آواز آئی وہیں اس کے ہاتھ سے شراب کا پیالہ گر پڑا حکم آیا کہ شراب حرام ہے تو جس نے ہونٹ میں شراب لی

ہے تو یہ نہیں کہ چلئے! یہ گھونٹ تو نگل لوں بلکہ اسے اسی وقت تھوک دیا ہم تو مٹکے بھی اذان سنتے سنتے پورا کر لیتے کہ چلو ابھی تو اذان اور اعلان ختم نہیں ہوا ان کے گلے میں بے اختیار شراب اٹک کر رہ گئی اسے تھوک بیٹھے ، مدینہ کی گلیاں شراب کے ٹوٹے ہوئے برتنوں سے بھر گئیں، نالیوں میں شراب بہنے لگی اس واقعہ سے پروفیسر ٹوائن بی جیسے متعصب دشمن بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور کہا کہ اسلام کے صرف اس ایک واقعہ کا بھی جواب نہیں تحریم خمر جیسے واقعہ جیسا ضبط ونظم اور ڈسپلن کا نمونہ کوئی اور امت پیش نہیں کرسکتی عورتیں راستے میں چلتے ہوئے جارہی ہیں بازاروں میں ،گلیوں میں کہ حجاب اور پردے کی آیت ابھی نہیں اتری تھی اس دوران آیت اتری حجاب کا حکم آیا تو جو عورت جہاں تھی وہیں سر پر دوپٹہ ڈال دیا منہ چھپا دیا ،اور راستوں میں جو عورت جہاں تھی آیت سنتے ہی وہیں ایک طرف ہو کر بیٹھ گئی یا دیوار وغیرہ کی آڑ میں چھپ گئی کہ اب ایک قدم بھی بے حجابی میں آگے نہ اٹھا سکیں۔

یہ حجاب کا واقعہ یہ تحریم خمر کا واقعہ یہ سب حقیقی محبت کے ساتھ سچی اطاعت کی نظیریں ہیں، بہر حال وقت کم ہے اس لئے حضور اقدس ﷺ کے ان دو حقوق پر ہی اکتفا کرتا ہوں، ایک محبت حقیقی دوسرا اطاعت جو محبت کا لازمی تقاضا ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

''الحق'' ج ۱۱، ش ۴، ۵، صفر،
ربیع الاوّل ۱۳۹۶ھ، فروری، مارچ ۱۹۷۶ء

حضور اقدس ﷺ کا سفر آخرت

مرض وفات اور تجہیز و تکفین کی تفصیلات

استاذِ محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کے شمائل ترمذی کے درس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات باب وفات النبی ﷺ سے متعلق افادات کو احقر نے بغرض افادۂ عام دوران درس ضبط کیا اور اب اسے مرتب کر کے نذر قارئین کر رہا ہوں (اصلاح الدین ڈیروی)

حضور ﷺ کے وصال کی تاریخ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اکثر محدثین کی رائے یہ ہے کہ یہ سانحہ ۱۲ ربیع الاوّل ۱۰ ہجری کو پیش آیا بعض کے نزدیک حضور ﷺ کے وصال کی یہ تاریخ غلط ہے ان کے اختلاف کا سبب تقویم کے بعض ماہرین کا وہ اعتراض ہے جو وہ اس تاریخ پر کرتے ہیں کہ ۱۰ ہجری حجۃ الوداع کے موقع پر ۹ ذی الحجہ کو بالاتفاق جمعہ شریف کا دن تھا اور اگر یہ صحیح ہے تو کسی صورت میں بھی ۱۲ ربیع الاول کو پیر کا دن نہیں پڑتا خواہ بعد کے تین مہینے تیس دن کے ہوں یا ۲۹ کے یا بعض تیس اور انتیس کے جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت بالاتفاق پیر کے روز ہوئی ہے اس لئے بعض محققین کا کہنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ۲ ربیع الاول کو ہوئی اور بعض اقل لوگوں نے ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ میں تاویلات کا سہارا لیا ہے۔

آغاز مرض

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرضِ وفات کی ابتداء دردِ سر سے ہوئی شدید گرمی کا موسم تھا حضور ﷺ ایک جنازہ میں شرکت فرما رہے تھے کہ سر میں درد ہونے لگا، بخار نے آلیا اس مرض کی ابتداء حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں ہوئی لیکن حضور ﷺ کو ازواجِ مطہرات کے باری کا اور ازواجِ مطہرات کے درمیان عدل کا اتنا پاس تھا کہ شدید بیماری کی حالت میں بھی باری باری چارپائی کو ازواجِ مطہرات کے حجروں میں پھروانے کا حکم دیا تاکہ کسی بیوی کی حق تلفی نہ ہو ازواج مطہرات میں بھی ہر ایک کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ بیماری کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس رہیں تاکہ وہ بھی ان کی تیمارداری اور خدمت کا شرف حاصل کرسکیں۔

حضرت میمونہؓ کے گھر میں آپ ﷺ کی تکلیف میں اضافہ ہوا حالت بیماری میں اِدھر اُدھر پھرانے سے حضور ﷺ کو بھی تکلیف ہوتی تھی نیز ہر وقت ہر جگہ اور تیمارداروں کی تبدیلی مرض میں مزید شدت کا باعث بنتی تھی لہٰذا تمام ازواج مطہرات نے آپس میں مشورہ کرکے فیصلہ کیا کہ چونکہ قلبی محبت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبی اطمینان حضرت عائشہؓ کے حجرے میں زیادہ ہوتا ہے اس لئے روز روز قیام گاہ بدلنے کی بجائے رسول اللہ بیماری میں مستقلاً حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں رہیں چنانچہ آپ ﷺ نے مرضِ وفات کے ۱۲ یا ۱۴ دن اسی حجرے میں گزارے۔

بے پناہ صبر واستقامت

ہر شخص کی موت اندوہناک اور افسوس ناک ضرور ہوتی ہے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت تو روز اول سے لیکر آج تک امت کے لئے ایک دردناک اور عظیم ترین سانحہ شمار ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ انسان جتنا بھی عظیم ہوتا ہے موت کے وقت اس کی

عظمت کے اتنے ہی مظاہر سامنے آتے ہیں چنانچہ وہ تحمل، حوصلہ، صبر وشکر اور مصائب وشدائد کی برداشت کا اس نازک ترین موقع پر مظاہرہ کرکے اپنی عظمت کا ثبوت دیتا ہے حضرت مولانا آزاد مرحوم نے عظیم لوگوں کی وفات کے متعلق الہلال میں ''انسانیت موت کے دروازے پر'' کے عنوان سے ایک سلسلہ شروع کیا تھا جس میں عظیم لوگوں کے وفات کے احوال لکھے ہیں اس کتاب میں مولانا نے حضور ﷺ کے سانحہ ارتحال کے احوال بہت مؤثر اور دردناک انداز میں لکھے ہیں ان کے علاوہ بھی بہت سے لوگوں نے وفات اور مرضِ وفات کے بارے میں بڑے پُردرد اور پُرسوز پیرائے میں کتابیں لکھیں ہیں۔

امام ترمذی بھی اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت، مرضِ وفات کے شدائد اور اس موقع پر حضور ﷺ کے اطمینان اور صبر وسکون کا ذکر کرتے ہیں پھر وفات کے بعد جنازے اور کفن دفن کے حالات بیان کرتے ہیں جس سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے کیسے حالات سے نوازا تھا اور کیسے انہوں نے استقامت سے اس سانحۂ کبریٰ کا استقبال کیا اور کتنے لوگ تھے جو فرطِ غم سے حواس کھو بیٹھے تھے؟

اس موقع پر صدیق اکبرؓ کا کردار

پھر یہ بھی معلوم ہوگا کہ ابوبکر صدیقؓ کا مقام صحابہؓ کی نگاہ میں کیسا ہے؟ عموماً جب کوئی آدمی مر جاتا ہے تو لوگ کفن دفن کے لئے اس کے جانشینوں سے رجوع کرتے ہیں مگر حضور ﷺ کا معاملہ اور تھا آپ کی بیٹی، داماد، چچازاد بھائی اور قوم قبیلہ کے لوگ موجود تھے، ازواجِ مطہرات موجود تھیں مگر ساری امت کا مرجع ابوبکر صدیقؓ ہی بنتے ہیں چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب بھی تجہیز وتکفین کے بارے میں کوئی نزاع پیدا ہوجاتا ہے یا کوئی مسئلہ پیش آتا ہے تو لوگ حضرت صدیقؓ کے پاس آتے ہیں اور وہ جو بھی فیصلہ دیتا ہے لوگوں کی طرف سے صدّقت اور قدصدق کی صدا سنائی دیتی ہے

اس سے اس بات کو بھی اشارہ ہوجاتا ہے کہ خیر القرون میں حکومت ومملکت ،نسلی ، اور وراثت کی چیز نہیں تھی بلکہ صحابہ کرامؓ میں حضور ﷺ سے قریب ترین اور سب سے افضل ترین امیر اور خلیفہ بن جاتے ہے نیز اس سے صحابہؓ کے درمیان ابوبکر صدیقؓ کا مقام بھی بخوبی واضح ہوجاتا ہے۔

امت سے آخری ملاقات

حدثناالحسین بن حریث (إلی قوله)عن أنس بن مالك قال آخر نظرة نظرتها إلی رسول الله صلی الله علیه وسلم وكشف الستارة یوم الاثنین فنظرت الی وجهه كأنه ورقة مصحف (شمائل: ح ۳۲۲)

حضرت عائشہؓ کے حجرے کا دروازہ مسجد نبوی ﷺ کی طرف کھلتا تھا آپ نے مرضِ وفات میں دروازے سے پردہ اٹھا کر دیکھا کہ سب صحابہؓ سربسجود ہیں حضرت صدیقؓ امامت فرمارہے ہیں امت کے ساتھ حضور ﷺ کی یہ آخری ملاقات تھی کتنی عظیم نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زندگی کی آخری لمحات میں آپ کو سکون واطمینان دلانے کے لئے یہ منظر دکھلا رہے ہیں گویا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتانا چاہتے ہیں کہ آپ نے امت کے لئے جتنی محنتیں برداشت کیں جو تکالیف اور مصائب امت کے لئے جھیلیں وہ رائیگاں نہیں گئیں اور توحید کا جو پودا آپ ﷺ نے آج سے تیئس سال قبل بویا اسے سینچا اوراس کی نشونما میں جانکاہ مصائب سہے بالآخر وہ ثمر آور ہوا یہی لوگ ہی تو تھے جو لات،منات،عزیٰ کے قدموں میں پڑے تھے جہالت اور صنم پرستی کے ظلمات میں سرگرداں ٹھوکریں کھا رہے تھے مگر آج اللہ کے ہاں سربسجود ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے ہاں آخری گواہی بھی یہی دے سکیں گے کہ اے اللہ !میں نے ان لوگوں کو ہر طرف سے کاٹ کر تیری بارگاہ میں جھکا ہوا چھوڑا تھا اور وہ

سربسجود تھے میں نے اپنا فرض ادا کردیا ہے پھر اس کے بعد اے اللہ !تو ہی اس کا نگران رہا حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے باہر جھانک کر دیکھا اور میں نے چہرہ انور کو دیکھا کہ كانه ورقة مصحف بلیغ کلام اور بے نظیر تشبیہ ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کے نورانی صفحہ کے ساتھ چہرہ انوار کو تشبیہ دی ہے گویا جس طرح قرآن مجید کے اوراق میں انوار ہوتے ہیں اور ان انوار کا کماحقہ احساس بھی صحابہ ہی کو ہوسکتا ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ کا چہرہ مبارک انوارِ الٰہی وقار وبشاشت اور اطمینان وسکون کی وجہ سے دمک رہا تھا اوراس تشبیہ سے غرض حضور ﷺ کے صبر وشکراور اس طمانیت کی نشاندہی ہے جو امت کو ایسی حالت میں دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کے چہرہ سے عیاں تھی نیز مسرت کی اس کیفیت کا پتہ بھی خوب چلتا ہے جو رفیقِ اعلیٰ سے ملنے کے تصور سے نبی کریم صلی اللہ علیہ کو حاصل ہورہی تھی۔

امامت ابی بکرؓ

والناس یصلون خلف أبی بکر فکاد الناس ان یضطربوا فأشارا الی الناس ان اثبتوا وابوبکر یؤمهم حضور ﷺ نے پردہ اٹھایا تو صحابہؓ سمجھے کہ شاید نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف لارہے ہیں چنانچہ ان میں کھلبلی مچی مگر حضور ﷺ نے لوگوں کے اضطراب کو محسوس کرکے اطلاع دی کہ میں نہیں آرہا اس لئے صفوں کو نہ توڑو اپنی نماز پوری کرو اس بات میں حضرت ابوبکرؓ کی امامت کی تقریر وتائید بھی ہے اور یہ اشارہ بھی کہ آئندہ بھی ان کی اقتداء واتباع میں راسخ قدم رہو،مخالفین ومعاندین ،سازشی اور منافقین ڈگمگاہٹ پیدا کرنے کی بارہا کوشش بھی کریں اور عظمتِ ابوبکرؓ اوران کی خلافت کے بارے میں لب کشائی بھی کرتے ہیں مگر تم ثابت قدم رہو اور اجتماعیت کو برقرار رکھتے ہوئے ثبات اختیار کرو، وألقی السجف وتوفی من آخر ذلك الیوم(شمائل : ح ۳۲۲) بظاہر یہ

معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اس روز کے آخر میں وفات پا گئے مگر اس پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ قوی روایات کے مطابق نبی کریم ﷺ نے چاشت کے وقت رحلت فرمائی جن کو مدنظر رکھتے ہوئے آخر الیوم کا لفظ درست نہیں بنتا اس کا جواب یہ ہے کہ آخر کا اطلاق کبھی کبھی دخول فی النصف الثانی پر بھی ہوتا ہے اور ضحوہ کبریٰ یعنی چاشت کا وقت بھی زوال کے قریب ہے گویا ضحوۂ کبریٰ کو قرب کی وجہ سے زوال کہا گیا پھر زوال سے آخر الیوم کا لفظ کہہ کر تعبیر کی گئی دوسرا جواب یہ ہے کہ آخر کا لفظ کبھی مقحم بھی آتا ہے جس طرح عین کا لفظ کبھی مقحم ہے اور زائد مستعمل ہوتا ہے تو یہاں بھی آخر کا معنی مقصود و مراد نہ ہوگا بلکہ یہ کہ حضور ﷺ اسی دن انتقال فرما گئے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ چاشت کے وقت انتقال فرما گئے لیکن کسی کو آپ ﷺ کی وفات کا یقین نہیں آیا خصوصاً حضرت عمرؓ، تو آپ ﷺ کی موت کے بارے میں سننے کے لئے بھی تیار نہ تھے پھر حضرت ابوبکرؓ نے یہ عقدہ حل فرمایا مگر آپ کے فیصلے کا علم اکثر صحابہ کو اس وقت ہوا جب دن کا بیشتر حصہ گزر چکا تھا یوں لوگ سمجھنے لگے کہ آخر النہار میں حضور ﷺ کی وفات ہوئی تھی۔

حدثنا محمد بن سعدة (إلى قوله) عن عائشة قالت كنت مُسندة النبی ﷺ الی صدری اوقالت الی حجری فدعابطست لیبول فیه الخ شدید بیماری اور انتہائی ضعف ونقاہت کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم صفائی اور نظافت کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے حتیٰ کہ چارپائی سے اتر نہیں سکتے مگر پھر بھی چلمچی جیسا کوئی برتن منگوایا اور پردہ کرا کر بول کیا، فمات اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضور ﷺ عین اسی حالت میں انتقال کر گئے مگر چونکہ اس حدیث میں حضور ﷺ کے ضعف کا بیان مقصود تھا اس وجہ سے مرضِ وفات کے دیگر حالات وواقعات بیان نہیں فرمائے حضور ﷺ کے ضعف

کے بیان کے ساتھ ساتھ اس حدیث میں حضرت عائشہؓ کی عظمت رتبی کو بھی اشارہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے آخری سانسوں میں آپ ہی کی گود کا سہارا لئے ہوئے تھے اور یہ عظیم اعزاز کسی اور کو حاصل نہ ہوا حدثنا قتیبه (الیٰ قوله) عن عائشة انها قالت رایت رسول اللّٰہ ﷺ وهوبالموت وعندهٗ قدح فیه ماء وهویدخل یده فی القدح ۔

وهوبالموت: بالموت کا متعلق محذوف ہے تقدیر یہ ہے وهومشرف بالموت یعنی آنحضرت ﷺ موت کے قریب تھے ویمسح وجهه بالماء بعض اوقات جب بخار انتہائی سخت ہوجاتا ہے تو تبرید کے ذریعے مریض کو آرام پہنچایا جاتا ہے آج کل بھی بسا اوقات بعض بخار میں ڈاکٹر اس پر عمل کرتے ہیں اور خود حضور ﷺ سے یہ مروی بھی ہے فرماتے ہیں، ان الحمی من فیح جهنم فأبردوها بالماء (ترمذی ج۲ ص۲۷) نیز فرمایا الحمٰی فورمن النار فابردوها بالماء (ایضاً) ”یعنی شدید بخار جہنم کے بھڑاس میں سے ہے اسے پانی سے ٹھنڈا کر دیا کرو۔“

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سکرات موت

اللھمّ اعنی علی غمرات الموت أو قال علیٰ سکرات الموت (ترمذی:ح،۹۷۸) منکرات سے وہ نا آشنا اور غیر معروف حالات مراد ہیں جو موت کے وقت انسان کو پیش آتے ہیں اور اس سے قبل انسان کا اس سے واسطہ نہیں پڑتا عموماً ایسی حالت میں آدمی غفلت کا شکار ہوجاتا ہے اور جزع وفزع میں آخرت اور رضائے الٰہی بھول جاتا ہے چنانچہ ایسے سخت ترین اور خطرناک حالات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثبات واستقامت کی دعا فرمائی کہ اے اللہ! اس مرض میں مجھ سے خلاف شرع امور سرزد نہ ہوں موت کے وقت کبھی بے ہوشی طاری ہوجاتی ہے، کبھی افاقہ ہوتا ہے اس کیفیت کو سکرات الموت کہا جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ موت کے وقت شدائد اور تکالیف سے دوچار

ہونا مبغوضیت کی علامت نہیں ہمارے ہاں بسا اوقات اس شخص کو بد بخت اور گناہ گار تصور کیا جاتا ہے جس کے سکرات موت سخت اور طویل ہو مگر یہ غلط ہے بلکہ درحقیقت سیئات اور خطایا کی کمی پورا کرنے ، درجات کی بلندی اور مقامات عالیہ عطا کرنے کی خاطر مقربین اور اولیاء اللہ پر تکالیف اور شدائد زیادہ آتے ہیں گویا سکرات الموت کی شدت اللہ تعالیٰ کے دربار میں عدم قبولیت کی دلیل نہیں ورنہ سید المخلوقات رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب اور کون ہوسکتا ہے تو اس لطف اور مہربانی کے زیادہ حق دار بھی وہی ہوسکتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے رحلت کے معاملے کو بھی دنیا کے سامنے ایک قابل تقلید نمونہ بنایا کہ شدائد موت کے وقت آہ وفغاں کی بجائے صبر سے کام لینا چاہئے اور استقلال کا دامن مضبوطی سے تھام کر تسہیل اور تخفیف کی دعا کرنی چاہئے اور یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اچانک آنے والی موت سے پناہ مانگی ہے چنانچہ عمرو بن العاصؓ کی روایت ہے۔

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم استعاذمن سبع موتاة موت الفجاء ة ومن لدغ الحية ومن السبُع ومن الحرق ومن الغرق ومن ان يخرّ علی شئٍ اويخرّ عليه شئ ومن القتل عند فرارالزحف (مسنداحمد ج ۲ ص ۱۷۱)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات قسم کی موتوں سے پناہ مانگی ہیں اچانک آنے والی موت سے اور سانپ کے ڈسنے سے ، درندوں کے چھیڑ پھاڑ سے، جلنے سے، ڈوبنے سے، کسی چیز پر گر کر مرنے سے یا کسی چیز کا اس پر گر جانے سے اور جنگ سے بھاگتے ہوئے قتل ہونے سے"

کیونکہ ایسے حالات میں، سوچنے، توبہ کرنے، اللہ کے حضور گڑگڑانے اور وصایا کرنے کا موقع میسر نہیں آتا۔

حدثناالحسن بن الصباح(الیٰ قوله) عن عائشة قالت لااغبط احداً بهون موت الخ

مطلب یہ ہے کہ اس سے قبل تو ہم سکرات موت میں تخفیف کی وجہ سے بعض لوگوں پر رشک کیا کرتے تھے اور یہ تمنا کرتے کہ کاش! فلاں شخص جیسی آسان موت نصیب ہو مگر جب رسول اللہ ﷺ کی موت کی سختی، شدائد اور کرب وآلام نظر آئیں تو کسی کی مرضِ موت میں تکلیف نہ ہونے پر رشک وغبطہ کی تمنا نہ رہی اس حدیث میں بھی حضور ﷺ کی سکرات موت کی شدت کی طرف اشارہ ہے لہٰذا موت کی آسانی وتخفیف کو کرامت سمجھنا خام خیالی ہے کیونکہ شدت مرض گناہوں کی اور استغفار، موت کے استحضار اور رفع درجات کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ یہ شدت وپریشانی مقدمات موت کی وجہ سے ہے عین موت کی وجہ سے حضور ﷺ کو کوئی رنج وپریشانی نہ تھی بلکہ آپ تو رفیق اعلیٰ کے وصال کیلئے پہلے سے تڑپ رہے تھے موت کے وقت بھی وصال کا تصور کر کے مسرت وبشاشت ظاہر ہوجاتی تھی۔

تدفین میں اختلاف

حدثنا ابو کریب (الیٰ قوله) عن عائشة قالت لمّا قبض النبی ﷺ اختلفوا فی دفنه الخ یہ بات ذہن نشین رہے کہ صحابہ کرامؓ عام اور معمولی باتوں میں اختلاف سے گریز فرماتے لیکن رحمۃ للعالمین کی رحلت عام انسان کی موت نہ تھی بنی اسرائیل میں انبیاء کثرت سے گذرے ہیں اور متعدد بار انہوں نے انبیاء کی تدفین اپنے ہاتھوں سے کی اسلئے یہ بات انکے ہاں کسی غیر معمولی واقعہ کی حامل نہ تھی، اس کے برعکس حضور ﷺ کی بعثت امیین میں ہوئی تھی اور انہوں نے نبی کی موت کے بارے میں سنا بھی نہ تھا وہ اس

بات کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے کہ ایسی مقدس ہستی پر خاک ڈال دیں وہ حیران تھے کہ نبی کیسے وفات پاتا ہے؟ اور وفات کے بعد اس سے کیا رویہ برتا جاتا ہے؟ اسے دفنایا بھی جاتا ہے یا نہیں؟ اور پھر کہاں پر دفنایا جائے گا؟ جنازہ بھی ہوگا یا نہیں؟ اور کون دل گردے کا مالک نبی ﷺ پر جنازہ پڑھے گا؟ پھر جنازہ اجتماعی ہوگا یا انفرادی؟ یہ اور اس قسم کے سوالات کی وجہ سے وہ ششدر اور پریشان تھے اور الجھنوں میں پڑتے رہے ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے صدیق الامتؓ کے دل میں عزم واستقلال کا مادہ پیدا کر دیا امت کے اس مونس وغمخوار نے صحابہؓ کی تسلی اور پریشانی مٹانے کا یہ کٹھن کام اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

فقال أبو بکر جس طرح پہلے گذر چکا ہے کہ اختلاف کی متعدد جہات تھیں یہاں صرف تدفین کے مقام پر اختلاف کا ذکر ہے آپ ﷺ کی مدفن کے بارے میں مختلف آراء سامنے آئیں کوئی جنت البقیع کا نام لیتا، کوئی آپ کے گھر کو ترجیح دیتا کوئی مسجد میں دفن کرنے پر مصر تھا کسی کی رائے یہ تھی کہ آپ کو اپنے مولد یعنی مکہ مکرمہ میں مقام ابراہیم یا حطیم میں دفن کرنا چاہئے کوئی کہتا کہ چونکہ آپ ملت ابراہیمی کے امام ومجدد ہیں اس لئے اپنے جدامجد کے پاس انہیں الخلیل میں دفن ہونا چاہیے جہاں حضرت ابراہیمؑ کے علاوہ حضرت اسحاقؑ، حضرت یوسفؑ اور دیگر جلیل القدر انبیاء مدفون ہیں آج کل اس شہر کو حبرون بھی کہا جاتا ہے جو بدقسمتی سے اسرائیل کے جدید مقبوضہ علاقوں میں شامل ہے بعض دوسرے صحابہؓ کے خیال میں بیت المقدس لے جانا بہتر تھا، الغرض ہر کوئی اپنا خیال پیش کرتا ابوبکرؓ تک بات پہنچی تو آپ نے یہ گتھی سلجھا دی اور اس سلسلے میں حضور ﷺ کا یہ قول پیش کر دیا کہ نبی کو وہاں دفن کیا جاتا ہے جہاں اس کی موت ہوتی ہے واضح رہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مزاج اور عادت کی وجہ سے روایت کے سلسلے میں بہت

محتاط تھے بلا ضرورت روایت سے کتراتے تھے اور اس کا سبب ظاہر ہے وہ یہ کہ آپ احادیث کے بہت زیادہ تعظیم واحترام کرتے اور ادب ملحوظ رکھتے کہ کہیں بے احتیاطی نہ ہونے پائے تاہم جب ضرورت پڑتی تو خاموش تماشائی بھی نہ بنتے خصوصاً امت کے نزاع کے وقت آپ کی روایت فیصل اور حکم بنتی۔

مدفن نبی ﷺ کا انتخاب خدائی ہوتا ہے

ما قبض اللّٰہ نبیًّا الا فی الموضع الذی یحب ان یدفن فیه
ادفنوه فی موضع فراشه (مشکوٰۃ: ح ۵۹۰۹)

"پیغمبر کی روح اللہ تعالیٰ جس جگہ قبض فرماتے ہیں وہی جگہ مدفن کے لئے بھی منتخب فرما چکے ہوتے ہیں"

گویا حضور ﷺ نے خود ہی اس قول کے ذریعے فیصلہ دے دیا کہ جس حجرہ میں ہیں وہیں دفن کر دو اتفاق سے وہ حجرہ سیدہ عائشہؓ کا تھا اور سب نے اس حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دیا کسی نے لب کشائی نہیں کی یہ بھی نہ کہا کہ حضرت فاطمہؓ کا حجرہ قریب ہے یا حضرت علیؓ کے گھر دفن ہونا چاہیے نیز یہ بدگمانی بھی کسی نے نہ کی کہ ابوبکر صدیقؓ نے اپنی بیٹی کو یہ شرف دلوانے کے لئے کوئی بات بنائی ہوگی (العیاذ باللہ)

بعد کے معاندین اہلِ رفض نے ان ساری باتوں میں الزامات اور بدگمانیوں کا بازار گرم کیا اس موقع پر اہل بیت، ازواج مطہراتؓ، حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، اور سب صحابہؓ نے اپنے رہبر ومقتداء حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قول فیصل بلا چون وچرا تسلیم کر لیا اگر شیعہ موجود ہوتے تو یہ الزام اس وقت بھی لگاتے کہ صدیقؓ نے یہ سب کچھ اقربا پروری کے لئے کیا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ کو دیگر تشریفات کے علاوہ اس شرف سے بھی مشرف کرنا تھا چنانچہ صحابہؓ میں سے کسی نے بھی

اس پر انکار نہیں فرمایا یہاں یہ بات بھی بخوبی واضح ہوگئی کہ نبی برحق کو اللہ تعالیٰ کبھی بھی غیر معزز مقام پر وفات نہیں ہونے دیتے ہاں جو جعلی اور بناوٹی نبی ہو اسے بیت الخلاء میں مرنا نصیب ہو تو تعجب کی کوئی بات نہیں مرزا غلام احمد جیسے دجال کی تکذیب کے لئے یہ حدیث کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جگہ اس نبی کی روح لیتے ہیں جس جگہ اس سے دفن کرنا مقصود ہو جب کہ اس کذّاب کو ہم دیکھتے ہیں کہ اسے لاہور میں علاج کے لئے لایا گیا تو لاہوری مرزائیوں کی بلڈنگ میں اقامت کے دوران اسے سخت ہیضہ نے آلیا جب قضائے حاجت کے لئے گیا تو بیت الخلاء میں ہی جہنم واصل ہوا چشم دید گواہوں کے مطابق غلاظت اس کے منہ میں بھی لگی ہوئی تھی اگر وہ معاذ اللہ واقعی نبی ہوتا تو حضورﷺ کے اس قول کے مطابق تو اسے وہیں بیت الخلاء میں دفن کرنا تھا اور قادیان لے جانے کا کوئی جواز نہ تھا۔

ابوبکرؓ کا بے پناہ صبر واستقامت

حدثنا محمد بن بشار(الی قوله) عن ابن عباس وعائشه ان ابابکر قبل النبیﷺ بعد مامات حضورﷺ پر نور کی رحلت کے وقت حضرت ابوبکرؓ موجود نہ تھے اکثر تو مرض وفات میں وہ حاضر رہے مگر زراعت اور کاروبار کی غرض سے انہیں دور جانا پڑتا وفات سے کچھ قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبعیت کچھ بہتر ہوئی آپ اپنی زمین کے انتظام کی خاطر ایک میل دور مقام سنح کی طرف چلے گئے تھے ادھر حضورﷺ کی بیماری بڑھ گئی دوپہر کے وقت آپ اپنی مسجد میں بیٹھے تھے کہ حضرت سالمؓ نے یہ دلدوز خبر سنائی آپ نے فوراً سب کچھ چھوڑ کر ادہر کا رخ کیا مسجد نبوی ﷺ پہنچے تو صحابہ کی اشک بار آنکھوں نے آپ کا استقبال کیا ،تمام صحابہ غم والم میں ڈوبے ہوئے ہیں حضرت فاروقؓ تلوار سونتے ہوئے کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ جس نے حضور ﷺ کی

موت کے بارے میں لب کشائی کی تو اسکی گردن اڑا دونگا اس عظیم سانحہ نے سب کے حواس معطل کر دیئے تھے حوصلہ اور استقامت صدیقؓ ہی کا کام ہوسکتا تھا چنانچہ وہ آئے۔

اگلی حدیث میں آئے گا کہ حضورﷺ پر صحابہ کا ہجوم تھا چھوٹا سا حجرہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا حضرت صدیق آئے تو سب نے راستہ بنا کر صاحب رسول اللہ علیہ وسلم کو آخری دیدار کا موقع دیا چنانچہ آپ حضورﷺ کے پاس آئے بے پناہ قوتِ برداشت اور تحمل کے باوجود اس وقت عشق وارفتگی سے بے بس ہو کر پیشانی مبارک کو الوداعی بوسہ دیا اور وانبیاّہ واصفیاہ واخلیلاہ کے الفاظ منہ سے نکلے۔

ابوبکرؓ پر فراق نبویﷺ کے اثرات

مؤرخین حیران ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ اتنے عشق کے باوجود اتنا ضبط کیونکر کر سکے مگر حقیقت یہ ہے کہ صدیقؓ کو اس صدمہ نے اندر ہی اندر پگھلا کر رکھ دیا آپ ہجر کے اس صدمے سے جانبر نہ ہو سکے اور دو اڑھائی سال بعد اپنے محبوب سے جاملے چنانچہ کہا جاتا ہے مات من کمد لحقه من هجر رسول الله صلی الله علیه وسلم

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جب حضورﷺ نے حین حیات ہی میں ایک موقع پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا ان عبداً خیّرہ اللّٰه بین ان یوتیه من زهرة الدنیا ماشاء وبین ماعنده فبکیٰ ابوبکر تمام صحابہ بیٹھے ہیں اور اس قصہ کو واقعی ایک قصہ سمجھ بیٹھے مگر صدیق پر نبیﷺ کا عکس پڑتا ہے وہ سمجھ گئے کہ نبی کریم ﷺ کا مقصد دوسرے نبی کی حکایت بیان کرنا نہیں بلکہ وہ اپنی بات کر رہے ہیں اس لئے آپ دھاڑیں مار کر رونے لگے اور کہا فدیناك بآبائنا وامهاتنا لوگوں نے کہا اس بوڑھے کو دیکھو کہ حضورﷺ کسی اور کی بات کرتے ہیں اور یہ رونے لگے نبی کریم ﷺ سمجھ گئے کہ صدیقؓ بات کی تہہ تک پہنچ گئے ہیں اسلئے فرمایا علی رسلك یا

ابابکر پھر فرمایا ان من امنّ الناس علّی فی صحبتہٖ ومالہ ابوبکر ولو کنت متّخِذا خلیلاً من أمتی لاتخذت أبابکر، إل خلة الإسلام ، لا یبقین فی المسجد خوٗخة إلا خوٗخة إبی بکر (بخاری: ح ۳۹۰۴)

مقام صدیقؓ

اس والہانہ عشق ومحبت کے باوجود کہ وفات النبیﷺ کا تصور کرکے پھوٹ پھوٹ کررونے لگے اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوتِ برداشت اور صبر وتحمل کا مظہر بنادیا تاکہ دکھی دلوں کو ایک دلاسہ دینے والا مونس وغم خوار مل جائے اور بلا شبہ نیابت رسالت ﷺ کا منصب اسی شخص کے شایانِ شان ہے جس کے بارے میں خود حضورﷺ نے فرمایا میں نے ہر شخص کے احسانات کا بدلہ دے دیا ہے صرف ابوبکرؓ کے احسانات کا بدلہ میں نے آخرت کے لئے مؤخر کردیا ہے، اقبالؔ اپنے الہامی کلام میں حضورﷺ کے نزدیک صدیقؓ کے مرتبے کی یوں تصویر کشی کرتے ہیں ......

آں امن الناس بر مولائے ما
آں کلیم اوّل سینائے ما

اور حسان بن ثابتؓ شاعر رسول ﷺ نے ایک موقع پر ابوبکرؓ کی شان میں کیا عجیب مدحیہ اشعار کہے فرماتے ہیں ......

خیر البرّیہ اتقاها واعدلها بعدالنبی واوفا هابما حملا
وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد طاف العدوبه اذصعد الجبلا
وکان حب رسول اللہ قدعلموا من البریة لم یعدل به رجلا

بہرحال صدیقؓ نے حضورﷺ کو بوسہ دیا اور اس میں حضورﷺ کی اقتداء وتیمن کو بھی ملحوظ رکھا خود حضورﷺ سے یہ سنت ثابت ہے چنانچہ حضرت عثمان بن مظعونؓ جب وفات

پا گئے تو نبی کریم ﷺ نے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا تھا۔

حدثنا نصر بن علی الجهضمی (الیٰ قوله)عن عائشة ان ابابکرؓ دخل علی النبی ﷺ بعد وفاتہٖ فوضع فمه بین عیینیه و وضع یده علی ساعدیه وقال و انبیاّه واصفیاه واخلیلاه حضورﷺ کے دونوں بازوں پر ہاتھ رکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور فرمایا ہائے نبی ﷺ ہائے اللہ کے صفی، ہائے میرے دوست! اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حقیقی اوصاف کا لحاظ کرکے میت کو وا اور یا! اسے پکارنا جائز ہے مگر یہ الفاظ صدیق اکبرؓ نے نوحہ کے طور پر نہیں کہے تھے باقی تشریح پہلے گذر چکی ہے۔

حضورﷺ کی تدفین سے انوار میں کمی

حدثنا بشربن هلال الصواف (الیٰ قوله) عن انس قال لما کان الیوم الذی دخل فیه رسول الله ﷺ المدینه اضاء منها کل شئی (ترمذی: ح ۳۶۱۸)

حضور اقدس ﷺ جس دن مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے تو سارا شہر ظاہری وباطنی خوشیوں کی آماہ جگاہ بن گیا تھا انوار کی بارش سے یہ چیز ہر ایک کو محسوس ہورہی تھی اور حضورﷺ کی آمد سے تو سارا عالم منور ہوگیا تھا تو مدینہ کے چھوٹے بڑے سب مسرور تھے بچے خوشی میں دف بجا بجا کر گاتے ......

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا لِلّٰهِ داع

اس سے پہلے اہل مدینہ دس پندرہ روز تک انتظار کی شدید کیفیتوں سے دوچار رہے تھے چھوٹے بڑے سب ثنیۃ الوداع میں جمع ہوکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے اور حضورﷺ کو نہ دیکھتے تو واپس آکر دوسرے دن استقبال کیلئے نکلتے جس

روز آپ مدینہ پہنچے تو مدینہ میں عید کی سی خوشیاں منائی گئی صحابیؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ کے قدوم میمنت سے سارا مدینہ منور ہوگیا ہر چیز روشن ہوگئی پھر جب دس سال بعد وہ مبارک ومقدس ہستی رخصت ہونے لگی تو ہم لوگ وصال کے بعد تدفین سے فارغ ہوکر ابھی ہاتھ سے مٹی جھاڑنے بھی نہ پائے تھے کہ ہم نے دلوں کو بدلہ ہوا پایا ہر چیز اوپری سی لگ رہی تھی یہاں تک کے ہم نے اپنے دلوں کی کیفیت بھی نا آشنا اور متغیر محسوس کی جیسے سورج ڈوبتے ہی ظلمتوں کا بحر محیط امڈ آتا ہے اور ساری کائنات اوپری سی لگ رہی تھی یونہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی سے جو انوار واثرات اور وحی کی برکات تھیں وہ صاحب وحی کے اٹھتے ہی مفقود ہوگئیں اور قلوب میں وہ صفائی اور نورانیت نہ رہی جو اس سے قبل تھی کیونکہ حضورﷺ کی موت کے بعد ہر لحظہ خیر میں کمی اور شر میں اضافہ ہوتا جاتا ہے یہی اثر حضورﷺ کی موت کے قریب ترین لمحات میں رہا جسے صحابہؓ کی حساس نظروں نے تاڑ لیا پھر خیر القرون کے بعد تو ہر گذشتہ کل آج سے بہتر ہونے کا ثبوت مل گیا ،ایک حکایت کے مطابق ایک صوفی شخص نے دکان کھولی جس میں تازہ روٹی ایک روپیہ اور باسی روٹی دو روپے میں بکتی تھی مگر لوگ تازہ روٹی چھوڑ کر سوکھی باسی روٹی خریدتے کیونکہ وہ حضورﷺ کے روضے یا زمانے سے کچھ قریب ہوتی ۔

پیر کو وصال

حدثنا محمد بن حاتم (إلىٰ قوله) عن عائشة قالت توفي رسول اللهﷺ يوم الاثنين حضورﷺ کا وصال پیر کے روز ہوا یہ مسئلہ اجماعی ہے کسی نے بھی اس میں اختلاف نہیں کیا۔

تدفین میں تاخیر

حدثنا محمد بن ابی عمر (الیٰ قوله) عن ابيه قال قبض رسول اللهﷺ فمكث ذالك اليوم پر کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا یہ دن

انتظامات میں گذرا پھر منگل کی رات اور منگل کا دن بھی گزارا گیا اور بدھ کی رات آپ ﷺ کی تدفین ہوئی لہٰذا دفن من الليل کا معنی یہ ہوا کہ آپ کو ليلة ألاربعاء میں دفن کیا گیا گویا عبارت میں یہ ایجاز ہے اور یوم الثلثاء کے گذر جانے کا ذکر مراد ہونے کے باوجود نہیں کیا گیا، سنت اور افضل یہ ہے کہ میت کو جلدی دفن کردیا جائے لیکن خاص حالات اس سے مستثنیٰ ہیں حضورﷺ کی تدفین بھی کوئی معمولی بات نہ تھی بلکہ وہ حالات کچھ ایسے تھے کہ ہر ہر بات نئی ہونے کی وجہ سے جھگڑا پیدا ہونے کا اندیشہ تھا اس لئے غور وفکر اور مشوروں کی ضرورت تھی ادھر کفن دفن کے احکامات بھی ہر کسی کو معلوم نہ تھے اور ان معاملات کو حضورﷺ کی تدفین کے وقت طے کرانا ناگزیر تھا تاکہ تجہیز وتکفین میں وحدت اور اجتماعیت برقرار رہے اور تمام صحابہؓ اس میں شریک ہوں، پھر بدقسمتی سے خلافت کے مسئلہ میں اختلاف پیدا ہوا جس کی اہمیت کا احساس صدیق اکبرؓ جیسے نباض امت اور عمر فاروق ؓ جیسے صاحبِ فراست وسیاست ہی کو ہوسکتا تھا چنانچہ اس کٹھن مرحلہ میں امت کو افتراق اور تشتت وانتشار سے بچانے کے لئے ابوبکر صدیقؓ اور دیگر اکابر صحابہؓ نے پہلے اس کی طرف توجہ دینا ضروری سمجھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ اختلاف قیامت تک امت کے لئے دردسر بنے گا۔

حضورﷺ کی رحلت کے فوراً بعد صحابہؓ میں خلیفہ الرسول کے بارے میں مشورے ہوئے انصار نے (سقیفۂ بنوساعدہ میں جمع ہوکر) یہ مسئلہ چھیڑ دیا ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کو اس بارے میں پتہ چلا اور محسوس کرلیا کہ اگر کچھ لوگ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوگئے تو وحدت واجتماعیت اور یک سوئی ختم ہوکر کرامت کا شیرازہ بکھر جائے گا چنانچہ وہ بھی مسئلہ سے نمٹنے کے لئے سقیفہ بنوساعدہ چلے گئے اسی دوران انصار میں سے حضرت حباب بن منذرؓ نے منا امیر ومنکم أمیر کا نعرہ لگایا۔

مگر صدیقؓ کی فراست نے امت کی وحدت کی لاج رکھ لی چنانچہ آپ نے انصار کو ایک مؤثر تقریر کے ذریعے سمجھایا جس پر انصار کے مجمع نے لبیک کہا حضرت عمرؓ نے وہیں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور پھر دوسرے روز مسجد نبوی ﷺ میں عمومی بیعت کے ذریعے تمام لوگوں نے صدیق اکبرؓ کو خلافت کا فریضہ سونپ دیا اس کے بعد ہی تدفین کی طرف توجہ دینے کا موقع ملا جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ تدفین میں دیر ہوگئی۔

تاخیر کا ایک اور سبب یہ بھی تھا کہ نمازِ جنازہ اجتماعی طور پر نہیں ہوا تھا بلکہ صحابہ ٹولیوں کی صورت میں حجرہ میں جاتے اور نماز پڑھتے اور حجرہ بھی وہ حجرہ ہے جس میں حضور ﷺ تہجد پڑھتے تو حضرت عائشہؓ کے سونے کے لئے جگہ نہ ہوتی حضور ﷺ سجدہ کو جاتے تو حضرت عائشہؓ پاؤں سمیٹ لیتیں تب حضور ﷺ کے سجدے کیلئے جگہ بنتی تو ایسے حجرے میں بیک وقت تین چار آدمی ہی نماز پڑھ سکتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ہزاروں عشاق کی نماز پڑھنے پر بہت وقت لگے گا، يسمع صوت المساحی مساحی مِسحات کی جمع ہے پھاوڑے کو کہتے ہیں اور چونکہ رات کا آخری حصہ سکوت اور خاموشی کا وقت ہوتا ہے اس وجہ سے یہ آواز دور سے بھی صاف سنائی دیتی ہے تو ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی تدفین رات کے آخری حصے میں ہوئی کیونکہ اخیر حصہ شب میں پھاوڑوں کی آواز سنائی دیتی تھی۔ حدثنا قتيبة بن سعيد (إلى قوله)قال توفي رسول الله يوم الأثنين ودفن يوم الثلثاء

دراصل منگل اور بدھ کی درمیانی شب کو حضور ﷺ کی تدفین ہوئی تھی جس کو مجازاً یوم الثلثاء یعنی منگل کا دن بھی کہا جاسکتا ہے اور یوم الأربعاء بھی، یا یوں کہئے! کہ منگل کی شام کو قبر کی کھدائی وغیرہ امور شروع کیے گئے اور رات کے آخری حصہ تک تکمیل ہوئی یوں تدفین کی نسبت منگل کے روز کو بھی ہوگئی۔

امامت ابی بکرؓ کا اہتمام

حدثنا نصر بن علي الجهضمي (إلىٰ قوله) عن سالم بن عبيد قال اغمي على رسول الله صلى الله عليه وسلم حضور ﷺ کو مرض وفات میں بار بار غشی ہوتی تھی اور جب ہوش آتا تو پوچھتے کہ نماز کا وقت ہوگیا ہے یا نہیں؟ معلوم ہونے پر فرماتے کہ بلالؓ سے کہہ دو کہ نماز کی تیاری کریں اور ابوبکر نماز پڑھائیں مروا بلالاً فليؤذن حاکم وقت کی ذمہ داری ہے کہ نماز کی اہمیت کے پیش نظر نظام صلوٰۃ نافذ کرے مسجد کو ڈول، کوزہ، پانی، بجلی، اورمؤذن وغیرہ کا بندوبست سب نظام صلوٰۃ کا جزو اور حکومت وقت کے فرائض میں داخل ہیں اور حضور ﷺ نے مرض وفات میں بھی اس کا اہتمام رکھا اسی طرح آپ ﷺ نے امام کا تقرر بھی فرمایا۔

عائشہؓ اور صحابہؓ کا اخلاص

ان أبي رجل اسيف صحابہ اگر عزت وجاہ کے طالب ہوتے تو ان میں سے ہر ایک یہ سفارش کرتا کہ میں، میرا باپ، یا میرے بھائی بندوں میں سے کوئی امامت کرے لیکن صحابہؓ کا طبقہ اخلاص وللّٰہیت کا طبقہ تھا، خود عائشہؓ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے والد کے امامت کروانے کا حکم واپس لینے کی درخواست کرتی ہیں حالانکہ وہ یہ بھی سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جسے ہمارے دین کی امامت کے لئے منتخب فرمایا ہے وہی دنیا کے امور میں بھی امامت وقیادت کا حقدار ہوگا گویا امامتِ دنیوی اور خلافت کی بنیاد بننے والی تھی مگر بایں ہمہ وہ خود کہتی ہیں کہ میرے والد رقيق القلب ہیں بہت جلد غمگین ہونے والے اور نرم دل ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے عشق ومحبت بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں لہٰذا واضح ہے کہ آپ کی جگہ خالی دیکھ کر دل پارہ پارہ ہوجائیگا اور آہ بکا اس کی نماز میں حائل ہوجائے گی اس لئے ان کی جگہ کسی دوسرے کا تقرر کروایئے۔

عائشہؓ کی صواحب یوسفؑ سے تشبیہ

فإن کن صواحب یوسف حضورﷺ کو کچھ افاقہ ہوا تو حضرت عائشہؓ کے اصرار کا جواب دیتے ہوئے اس مطالبے پر خفگی کا اظہار فرمایا حاصل یہ ہے کہ میں نے ایک حکم دیا ہے اب اس میں چون وچرا اور اس پر نکتہ چینیوں کا تمہیں کیا حق حاصل ہے میرے انتخاب میں جتنی حکمتیں ہیں وہ تم کیا جانو لہٰذا ان باریکیوں اور نکتہ سنجیوں کی کوئی ضرورت نہیں تم عورتیں تو وہ لوگ ہو جنہوں نے حضرت یوسفؑ کو بھی مصائب میں ڈالا تھا اور غلط مشورے دیئے اسی طرح تم بھی مجھے غلط مشورہ دے کر پریشان کر رہی ہو۔

بیوی کو صیغہ جمع سے تخاطب

یہاں پر حضورﷺ نے جمع کا صیغہ استعمال کیا جو یا تو صرف اعزاز وتشریف کے لئے ہے اور معزز ومہذب لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مخاطب کو جمع کے صیغے سے پکارتے ہیں خواہ وہ مخاطب اس کے بیوی بچوں میں سے کیوں نہ ہو مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ سفر میں ان کی بیوی جارہی ہیں مگر وہ کہتے ہیں امْكُثُوٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ تو حضورﷺ نے اعزازاً اور تشریفاً جمع کا صیغہ استعمال کیا یا اس وجہ سے جمع کا صیغہ لائے کہ حضرت عائشہؓ کی تائید دیگر ازواجِ مطہرات نے بھی کی تھی خصوصاً حضرت حفصہؓ تو اکثر باتوں میں حضرت عائشہؓ کے ہمراہ ہوا کرتی تھیں اور ترمذی باب مناقب ابی بکر کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت حفصہؓ کے ذریعے بھی یہ بات کہلوائی تھی یہاں پر تشبیہ ایک بے موقع بات کہنے اور اس پر اصرار کرنے میں ہے یعنی صواحبات یوسفؑ نے بھی یوسفؑ کے سامنے عجیب چال چلی اور بے جا مطالبے میں زلیخا کی سفارش کردی اسی طرح حضرت عائشہؓ نے بھی گویا بے محل بات کہہ کر اصرار کیا یا تشبیہ اس میں ہے کہ جس طرح زلیخا نے دعوت کا بہانا بنایا مگر درحقیقت وہ اپنی سہیلیوں

کی طعن وتشنیع کے جواب میں اعتذار اور اپنی مجبوری کا اظہار چاہتی تھی اسی طرح حضرت عائشہؓ بھی بظاہر رقت قلبی کا بہانہ کرتی ہیں مگر حقیقت میں انہیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑا دیکھ کر لوگ اس کے والد کو منحوس سمجھیں گے۔

حضرت ابوبکرؓ کا انتخاب

نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم کی تاکید پر حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھانی شروع کردی ادھر نبی کریم ﷺ نے خود یہ منظر دیکھنے کے لئے حضرت بریرہؓ اور ایک اور شخص کا سہارا لیا اور مسجد تک تشریف لائے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سوچا کہ اب تو افضل ترین امام آچکے ہیں اس لئے نماز میں پیچھے ہٹنے لگے مگر حضورﷺ نے آواز دی کہ ٹھہرو اور نماز پڑھو میں تمہاری اقتداء میں نماز پڑھنا دیکھنا چاہتا ہوں ابوبکرؓ نے نماز مکمل کرلی اور رسول اللہﷺ نے زبانِ حال سے اعلان کردیا کہ لوگو! میں نے تمہارے لئے امام اور خلیفہ منتخب کردیا ہے۔

حضرت عمرؓ حواس گم کر بیٹھے

فقال عمرو اللّٰہ لااسمع احداً الخ عشق ومحبت اور دل میں محبوب کی عظمت انتہا کو پہنچ جائے تو انسان کی سمجھ میں محبوب کی موت ناممکن نظر آنے لگتی ہے وہ ہکا بکا اور حیران ہوتا ہے حضور اقدس ﷺ کی حیثیت تو بڑی اونچی ہے ان سے کم تر لوگ بھی مرجائیں تو عقیدت مندوں کو ان کی موت کا اعتبار نہیں آتا اس کی قریب ترین مثال امیر المجاہدین سید احمد شہیدؒ کی شہادت کے وقت نظر آرہی ہے جب اسلام کے کفن بردوش سپاہی اولوالعزمی، عالی ہمتی، جفاکشی اور وفا شعاری کا پیکر بن کر مشرقی ہندوستان کے دور دراز علاقوں سے درہ بولان کے راستے افغانستان چلے جاتے ہیں پھر وہاں سے بے سروسامانی کی حالت میں درہ خیبر کے ذریعے سے پشاور آکر اسے فتح کرلیتے ہیں اس کے بعد یہ قافلۂ مجاہدین پیش قدمی کرکے اکوڑہ خٹک آتا ہے یہاں پر سکھ حکومت سے ٹکر ہوتی ہے۔

شہادت سید احمد شہیدؒ کا جاں نثاروں پر اثر

مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہم نے یہاں اکوڑہ خٹک آمد کے موقع پر ایک تقریر میں فرمایا تھا کہ مجھے بہت استقرا وتتبع اور تاریخ کو کھنگالنے کے بعد یہ معلوم ہوگیا کہ گذری ہوئی چار پانچ صدیوں سے صحیح اسلامی اصولوں کے مطابق جہاد پورے قواعد شرعی کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہاں سے شروع ہوا اتنی طویل مدت کے بعد سید احمد شہیدؒ نے اسلامی قوانین کی پاسداری کرتے ہوئے پہلے دشمن کو دعوت اسلام دی ورنہ جزیہ یا پھر تلوار سے جہاد کے لئے تیار ہوجانے کی اطلاع دی اور جہاد کے تمام مقدمات کی تکمیل کے بعد اکوڑہ خٹک کے مقام پر حملہ کر کے شہداء نے اپنا خون بہایا۔

اکوڑہ خٹک میں سید صاحب کا پہلا شبخون

اس کے بعد سید صاحب اور اس کے ساتھی اکوڑہ خٹک کے مقام پر شبخون کے بعد قریبی گاؤں شیدو آتے ہیں اور وہاں باقاعدہ کافر افواج سے آمنا سامنا ہوتا ہے جنگ کی رات شیدو سے لے کر یہاں اکوڑہ خٹک اور نوشہرہ تک میدانوں میں تقریباً ایک لاکھ فوج خیمہ زن تھی ہائے اللہ! چشم فلک نے کیا منظر اس وادیٔ غیر ذی زرع میں دیکھا ہوگا۔

رات بھر اللہ اکبر کی گونج اور جہاد کے غلغلوں سے کیا سماں رہا ہوگا یہ جو آپ جہاں بیٹھے ہیں اور یہاں کے اردگرد اطراف میں سب میدان تھے اور اس چپہ چپہ پر اس رات مجاہدین سربسجود ہوکر گڑگڑائے ہوں گے صبح عین جنگ میں غداری ہوجاتی ہے سید صاحب کو جنگ کی رات زہر دلوایا جاتا ہے اور وہ بیمار اور زار و نزار جہاد میں شریک ہیں، بڑی مشکل سے انہیں بچا کر دریائے کابل کے اس پار لے جایا جاتا ہے صحت یاب ہوکر آپ بکھرے ہوئے مجاہدین کو پھر سے جمع کر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے پھر سے مجاہدانہ کاروائیاں شروع کر دیتے ہیں۔

مشہد بالاکوٹ

یہ تحریک بالآخر آپ کو مشہد بالاکوٹ پر لے جاتی ہے جہاں آپ کا محاصرہ ہوجاتا ہے اور اسی موقع پر سید صاحبؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ اور ان کے اکثر جیالے ساتھی جام شہادت نوش فرماتے ہیں مگر سید صاحب اس افراتفری کے عالم میں غائب ہوجاتے ہیں ممکن ہے دشمنوں نے ان کی لاش دریابُرد کردی ہو یا کسی مجاہد نے مزید بے حرمتی سے بچانے کے لئے وہیں کہیں دفن کردی ہو مگر آپ کے باقی ماندہ ساتھیوں میں سے کچھ لوگوں نے آپ کی شہادت سے انکار کردیا۔

عقیدہ غیبوبت

بلکہ بعض جید علماء اور صاحبِ فراست لوگوں نے آپ کے متعلق غیبوبت کا عقیدہ اپنایا اور کہہ دیا کہ سید صاحب مرے نہیں بلکہ بادلوں میں گئے ہیں اور عنقریب واپس آکر ہماری قیادت فرمائیں گے اور کفار کو شکست دیں گے درد جیسے مشہور شاعر نے اسی جذبہ کے تحت ہی سید صاحب کے بارہ میں کہا......

اتنا پیغام درد کا کہنا جب صبا کوئے یار سے گذرے
کونسی رات آپ آئیں گے دن انتظار سے گذرے

بہرحال ایسی حالت میں انسان ہکا بکا رہ جاتا ہے صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹتا ہوا نظر آتا ہے ہوش وحواس مفقود ہوجاتے ہیں اور عقل حقائق واقعیہ کو ناممکن سمجھنے لگتی ہے تو یہاں حضرت عمرؓ بھی جذبات سے مغلوب تھے حواس کھو بیٹھے تھے اور حیرت زدگی کی کیفیت سے دوچار تھے ان کے خیال میں ساری دنیا کو اسلام کے جھنڈے تلے لانے سے قبل نبی کریم ﷺ کی موت ناممکن سی بات تھی یہی وجہ تھی کہ حضرت عمرؓ، حضور ﷺ کی رحلت کی خبر کو منافقین کی اڑائی ہوئی افواہ سمجھ بیٹھے اور اعلان کردیا کہ جس نے حضور ﷺ

کی موت کے بارے میں زبان کھولی، اس کی گردن اڑادوں گا نبی کریم ﷺ وفات نہیں ہوئے بلکہ اپنے رب سے مناجات کے لئے گئے ہیں اور عنقریب واپس آکر ان منافقین کے ہاتھ پاؤں قلم کریں گے جنہوں نے آپ کی موت کی خبر پھیلائی ہے آپ کی تقریر سن کر بعض لوگ آپ کے ہمنوا بن گئے اور بعض خاموش ہوگئے، وقال وکان الناس أمیینح ضرت سالمؓ اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ صحابہ اس دہشت میں کیوں مبتلا ہوئے وہ بتاتے ہیں کہ لوگ ان پڑھ تھے پیغمبروں اور انبیاء کی حیات وموت کا اس سے قبل دیکھنے کا اتفاق پیش نہ آیا تھا لہٰذا وہ ناواقفیت کی وجہ سے پریشان تھے مگر بعض ذی ہوش صحابہ نے جب دیکھا کہ حضور ﷺ کی رحلت کا مسئلہ الجھتا جارہا ہے تو ان کو ابوبکر صدیقؓ کا خیال آیا کہ وہی امت کو اندھیروں کے اس منجدھار سے نکال سکتے ہیں اس لئے انہوں نے حضرت سالمؓ کو آپؓ کے پاس بھیجا۔

ابوبکرؓ کی صحابیت مسلّمہ تھی

انطلق الی صاحب رسول اللّٰہ یہاں پر صحابہ نے بیک زبان صدیق اکبرؓ کو ''صاحبِ رسول اللہ ﷺ'' کہا ہے عقل وہوش کا ماتم کرنے والوں کے لئے مقام تدبر ہے کہ وہ کیسے اس شخص کی صحبت سے انکار کررہے ہیں جس کی صحبت پر خیر القرون کے چھوٹے بڑوں کا اتفاق ہے اور اسی نام ہی سے اسے پکاررہے ہیں کہ صرف صاحب رسول اللہ ﷺ کے الفاظ سے ذکر کئے جاتے ہیں،'' فاتت ابابکر '' پہلے گذر چکا ہے کہ ابوبکر صدیقؓ رحلت کے روز جبل سخ گئے تھے وہاں ایک چھوٹی سی مسجد میں آپؓ بیٹھے تھے حضرت سالمؓ کہتے ہیں کہ میں ان کے پاس روتا ہوا آیا آپ نے دور سے دیکھا تو بات سمجھ گئے اور پوچھا کہ کیا حضور ﷺ وفات پاگئے؟ حضرت سالمؓ نے کہا مجھے تو یونہی معلوم ہورہا ہے مگر زبان سے کہہ نہیں سکتا کیونکہ ادھر حضرت عمرؓ کی تلوار کا خوف ہے جو

کہہ رہے ہیں کہ جس نے کہا کہ حضور ﷺ وفات پاچکے ہیں اس کا سر اڑادوں گا حضرت ابوبکرؓ حضرت سالمؓ کو لیکر مدینہ آئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک جاں نثاروں میں گھرا ہوا تھا، کہا راستہ دو تو راستہ بناتے ہوئے حضور ﷺ تک پہنچ گئے اور جبین اطہر کو بوسہ دیا اور یہ آیت پڑھی اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۔

ابوبکر کی صداقت پر اجماع

اس جملہ کے اختصار اور برمحل بیان کی وجہ سے صدیقؓ نے ایک بڑے نزاع کو ختم کردیا حضرت ابوبکرؓ نے وفات کی تصدیق فرمائی تو فعلموا أن قد صدق یہ جملہ باربار آئے گا کہ جب بھی ابوبکرؓ نے کوئی فیصلہ اس سلسلہ میں دیا تو صحابہؓ کو یقین ہوگیا اور ہر بات پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے کہ بیشک ابوبکرؓ نے سچ فرمایا اور پھر حضور ﷺ پر نماز جنازہ کی بابت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک ایک جماعت اندر جاکر آپ ﷺ پر بلاجماعت نماز پڑھ کر باہر آئے اسی طرح سب لوگ نماز پڑھیں گے پھر پوچھا کہ کیا آپ ﷺ دفن کئے جائیں گے فرمایا ہاں پوچھا کہ کہاں؟ فرمایا جہاں وفات ہوئی ہے وہی جگہ آپ کا مدفن ہوگا پھر حضرت ابوبکرؓ نے قریبی رشتہ داروں کو تجہیز وتکفین کے انتظام پر مامور کیا۔

خلافت صدیقی پر اجماع

ادھر خلافت کا مسئلہ چھڑ گیا تھا بات چل رہی تھی حضرت عمرؓ نے اُٹھ کر فرمایا کہ ہم سب میں سے کون ہے جس میں ایک ہی موقع پر تین فضلیتیں جمع ہوگئی ہو اور وہ منصوص ہو ایک تو ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ حضور اقدس ﷺ کیساتھ اتحاد ومعیت اور بالکل تنہائی کی رفاقت دوسری اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ کہ خود اللہ تبارک وتعالیٰ ابوبکر کو حضور ﷺ کا ساتھی اور صحابی فرمارہے ہیں شیعہ لاکھ کہیں کہ وہ صحابی نہیں مگر قرآن نے خود

اس بات پر مہر تصدیق ثبت کردی کہ ابوبکر صحابی ہیں، تیسری لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کہ اللہ تعالیٰ کی معیت ابوبکر صدیقؓ کو بھی اس نص سے حاصل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم ہی بتلاؤ کہ وہ دو کون تھے ثانی اثنین میں جن کا ذکر ہے پھر اور بھی گفتگو ہوتی رہی جس کی تفاصیل دیگر روایات سے معلوم ہوتی ہیں مثلاً حضرت عمرؓ نے فرمایا اے انصارِ مدینہ! کیا حضور ﷺ نے ابوبکرؓ کو اپنے مصلّی پر کھڑا کر کے علالت میں نماز نہیں پڑھوائی تھی کیا تم میں سے کوئی یہ گوارا کر سکے گا کہ حضور ﷺ کے کھڑے ہوئے شخص کو امامت سے ہٹادے انصار نے فرمایا معاذ اللہ! ہم یہ جرأت کہاں کر سکتے ہیں؟ پھر حضرت عمرؓ نے ہاتھ بڑھایا اور حضرت ابوبکرؓ سے بیعت ہوئے اس کے بعد سقیفہ بنو ساعدہ میں اکٹھے ہوئے سب لوگوں نے بڑی محبت و رغبت سے بیعت کی و بایعهٗ الناس بیعةً حسنةً جمیلةً یہ ابتدائی بیعت تھی جو مجلس انصار میں ہوئی دوسرے روز مسجد نبوی ﷺ میں بیعت عامہ ہوئی جس میں حضرت عمرؓ نے افتتاحی خطاب فرمایا پھر حضرت ابوبکرؓ نے اپنا شہرہ آفاق خطبہ دیا۔

حدثنا نصربن علی(الی قوله)عن انس بن مالك قال لما وجد رسول الله الخ" واکرباه فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے محبوب والد کی تکلیف اور شدائد دیکھیں تو ضبط نہ ہو سکا اور غم و تحسّر کا اظہار فرمایا کہ ہائے ابّا! کی تکلیفیں۔

لاکرب علی ابیك بعدالیوم حضور ﷺ نے پیاری بیٹی کو تسلی دی کہ یہ شدائد ان نعمتوں کے مقابلے میں ہیچ ہیں جن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے بہت پہلے ہی وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى میں فرمایا ہے اب تو دارالمحن سے رخصت ہو کر مقام محمود پہنچنا ہے اور رفیق اعلیٰ سے ملاقات کرنی ہے اس لئے آج سے تیرے باپ کی تکالیف کا خاتمہ ہونے والا ہے تیرے والد پر وہ نہ ٹلنے والی چیز اتری ہے جو قیامت تک کسی سے ٹلنے والی نہیں الوفاة یوم القیامه

غمگساروں کے لئے تسلی کا سامان

حدثنا ابوالخطاب (إلی قوله) سمع ابن عباس یحدث أنه سمع رسول الله یقول من کان له فرطان من امتی ادخله الله بهما الجنة فقالت عائشه فمن کان له فرط من أمتك قال ولمن کان له فرطٌ یا موفقة ۔

اس حدیث کا بظاہر وفات النبی ﷺ سے تعلق نہیں لیکن اس باب سے مناسبت ضرور ہے اور وہ یہ کہ اس حدیث میں یہ تسلی دلانی ہے کہ امت کے لئے جب رحلت النبی ﷺ کی وجہ سے دکھی ہونا ہے اور یہی کیفیت ہوئی کہ صحابہؓ نے عمر بھر اس دکھ کو سینے سے لگائے رکھا اور جس میت کی تعزیت کے لئے جاتے تو اس کی موت پر تعزیت سے قبل حضور ﷺ کے فراق پر تعزیت فرماتے تو وفات النبی ﷺ کے بیان کے بعد حدیث میں عشاق کے غمزدہ دلوں کے لئے تسلی کا سامان بھی موجود ہے گویا امام ترمذی یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی رحلت بڑا المیہ، سانحہ کبریٰ اور عظیم حادثہ ہے جس طرح خود نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں، لن یصابوابمثلی یعنی میری امت کو بہت سے مصائب پیش آتے ہیں بہت سے محبوب اشیاء سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا ہے مگر میرے فراق جیسا عظیم غم اور میری رحلت جیسی مصیبت کبھی بھی نازل نہیں ہو سکتی مگر امت کے لئے یہ فاجعہ ناقابل برداشت دکھ ہونے کے ساتھ ساتھ رحمت کا ایک ذریعہ بھی ہے وہ یوں کہ جس طرح باپ کو بیٹے کی موت پر صبر کا بدلہ جنت کی صورت میں ملتا ہے یونہی نبی کریم ﷺ بھی غمزدہ امتیوں کی شفاعت کر کے نجات کا سبب بنیں گے جس کے دو بچے داغِ جدائی دے کر ذخیرہ آخرت بن جائیں یا ایک بچہ بھی اللہ تعالیٰ اس کے بدلے والدین کو ضرور جنت میں داخل فرمائیں گے، یا موفّقة یعنی تجھے خیر کی توفیق دے گئی ہے سوالات کے ذریعے بات کی توضیح کر کے کوئی اغماض باقی نہیں رہنے دیتی، حضرت عائشہؓ کو اپنی فکر تھی ان کی

اپنی کوئی اولاد نہ تھی لہٰذا یہ سوال کر دیا فمن لم یکن فرط من أمتك قال فانا فَرَط لأمتی لن یصابوا بمثلی (ترمذی: ح١٠٦٢) کہ جس کا ایک بچہ بھی نہ مرا ہو تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں خود ان کے لئے ذخیرہ آخرت اور فرط بنوں گا کیونکہ جدائی اور وفات کا صدمہ اور رنج والم تو سب سے زیادہ ہوگا۔

الحق: ج۲۰، ش۳، ص۱۷، دسمبر۱۹۸۴

اسلام کا نظام وراثت

دورہ میراث کی تقسیم اسناد کی تقریب

دارالعلوم کے مفتی حضرت مولانا سیف اللہ حقانی علم میراث کی اہم کتابوں کا الگ کورس کرواتے ہیں اس کورس سے فارغ شدہ ساڑھے چار سو طلباء کو دارالحدیث قدیم میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے علم میراث کی تحصیل کی اسناد تقسیم کیں تقریب میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے اسلام کے نظام وراثت پر فی البدیہ جامع خطاب سے حاضرین کو نوازا، جسے ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے مولانا مفتی عبدالمنعم نے قلمبند کیا افادہ عام کی خاطر نذر قارئین ہے ...... (ادارہ)

أعوذ باللّٰه من الشیطن الرّجیم بسم اللّٰه الرّحمن الرحیم عن أبِی هریرة قال قال رسول اللّٰهِ ﷺ تعلموا القرآن والفرائِض وعلِموا الناس فِانِی مقبوض (الکامل لابن عدی، ج ۷،ص ٤٩٤)

علم میراث کی اہمیت

پیارے اور عزیز طلبہ کرام! آپ نے بحمد للہ حضرت علامہ مفتی سیف اللہ حقانی صاحب دامت برکاتہم سے علم الفرائض حاصل کیا یہ بڑی خوشی کا موقع ہے اس پر میں آپ سب کو مبارکباد دیتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو اس علم سمیت دیگر تمام علوم سے مالا مال فرمادے۔

علم الفرائض (میراث) کی بڑی اہمیت ہے دین کے تمام اہم امور اور مامورات یہ سب فرائض ہیں مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ، جہاد وغیرہ، لیکن اس علم کی اتنی اہمیت ہے کہ شرع کی اصطلاح میں جب فرائض کا مطلقاً ذکر ہو جاتا ہے تو اس سے مراد علم المیراث ہوتا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ علم بہت مہتم بالشان ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تعلموا الفرائض و القران وعلموها فانی مقبوض یعنی میراث کا علم حاصل کرو اور قرآن سیکھو اور پھر اسے لوگوں میں بھی پھیلاؤ فانی مقبوض کیونکہ میں تم سے رخصت ہونے والا ہوں میں دنیا سے جانے والا ہوں۔

میراث کا علم توقیفی ہے

اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ میراث کے مسائل توقیفی ہیں اس میں عقل واجتہاد کو دخل نہیں ہے ہم اس فلسفہ کو نہیں سمجھ سکتے کہ کسی کو نصف کسی کو چھٹا اور کسی کو آٹھواں حصہ کیوں مقرر ہے؟ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا (النسآء: ۱۱) یعنی تمہیں معلوم نہیں کہ ان میں سے کون تمہیں نفع کے لحاظ سے زیادہ قریب ہے'' اس لئے تقسیم میراث کو آپ کی مرضی پر نہیں چھوڑا بلکہ شارع ﷺ نے خود جزئیات تک بیان کر کے معاملہ صاف کر دیا اب چونکہ پوری کفری دنیا اسلام کے پیچھے لگی ہوئی ہے اور نکتہ چینی بھی کر رہی ہے کہ عورت کا حصہ کیوں نصف مقرر ہوا ہے مرد کے مقابلے میں؟ یہ تو عورت کی تنقیص کی گئی ہے دنیا کے عقلاء فلاسفران کے دانشور اور ہمارے مغرب زدہ مفکرین بھی یہ کہہ رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کے خیالات کے مطابق فیصلہ نہیں فرماتا بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ فیصلہ میں خود کروں گا يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ﴿النسآء: ۱۱﴾

تقسیم حصص کی حکمتیں

اور بے شک اللہ تعالیٰ نے حق اور انصاف کا فیصلہ فرمایا ہے اپنے تمام فیصلوں کی طرح عورت کے حق میں بھی اللہ تعالیٰ نے عدل قائم فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور وہی مالک ہے اسکو اختیار ہے تمام مقادیر شرعیہ مثلاً تعداد رکعات نماز اس طرح زکوٰۃ میں عشر، نصف عشر اور ربع عشر وغیرہ ان تمام چیزوں کو شارع نے متعین فرمایا ہے ان کو کوئی عقل سے معلوم نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ ہی سب سے بہتر جانتا ہے کہ کسی کو کتنا حصہ دیا جائے کسی پر کتنا بوجھ رکھا جائے اور کسی کی کتنی ذمہ داری ہے ان چیزوں کے متعلق اسمبلیوں میں بڑے بڑے ہنگامے ہوتے رہے اور اب بھی جب میراث یا قصاص و دیت وغیرہ کا مسئلہ سامنے آئے گا اور ان احکامات کی حکمتیں تم سے طلب کریں گے کہ اسلام نے یہ فیصلے کیوں کئے ہیں عورت کو کیوں محروم رکھا گیا اور اس کو مرد کے مقابلے میں کیوں نصف حصہ مقرر کیا گیا؟

اسلام کی نگاہ میں عورتوں کی قدر و قیمت

ہم کہتے ہیں کہ اسلام نے جو مقام عورتوں کو دیا ہے کسی اور دین نے نہیں دیا اسلام نے تو عورت کو تحت الثریٰ سے عرش تک پہنچایا اور سر پر بٹھایا ورنہ دیگر مذاہب و اقوام تو دور جاہلیت میں عورت کو جانور سمجھتے تھے اور بعض مذاہب کے عقائد میں یہ بھی شامل تھا کہ عورت انسانوں میں شمار نہیں ہے بلکہ یہ کوئی دوسری مخلوق ہے عورت کو اس کے گھر والے جس کے حوالے کر دیتے اسی کے ساتھ جانا پڑتا بعض لوگ عورت کے ساتھ ایسا حقارت آمیز معاملہ کرتے تھے کہ اس کا شوہر فوت ہو جاتا تو بیوی کو بھی اسکے ساتھ جلا دیتے تھے اسی طرح جاہلیت کے دور میں لڑکیوں کو زندہ در گور کیا کرتے تھے ان کا خیال تھا کہ یہ ہمارے لئے کوئی کمائی نہیں کرتی ہم اس کا کیا کریں گے اس کو ایک فالتو

اور بے کار چیز سمجھتے تھے اسلئے اس کو زندہ در گور کر دیتے تھے جسے قرآن میں مؤدُودة کہا گیا ہے عورت کو میراث میں حصہ نہیں دیا جاتا تھا اس وجہ سے کہ میراث کا حقدار ان لوگوں کو سمجھا جاتا جو لڑائی کر سکتا ہو اور دفاع کر سکتا ہو لہٰذا عورت کو میراث نہ ملتی تھی حاصل یہ کہ عورت کی حیثیت گھر کی ایک بھیڑ، بکری سے زائد نہ تھی بلکہ عورت کے ساتھ بعض دفعہ وہ سلوک روا رکھا جاتا تھا جو جانوروں کیساتھ بھی جائز نہیں ہے۔

اسلام نے انسانیت کی قدر سکھائی اور عورت کو عزت کا مقام دیا ایک عظیم مرتبہ سے نوازا اور مرد کو عورت کی تمام ضروریات کا ذمہ دار ٹھہرایا حتیٰ کہ عورت کے لئے نوکر رکھنا بھی مرد کے ذمہ ہے اور امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ میں اختلاف ہے کچھ تو فرماتے ہیں کہ عورت کے لئے دو ملازم رکھنا ضروری ہیں ایک گھر کے کام کاج کے لئے اور دوسرا بیرونی ضروریات کے لئے، عورتیں نصف امت ہیں اسلام نے ان کا پورا خیال رکھا ان کا سارا بوجھ مرد پر ڈال دیا کہ مرد سارا دن کھیتوں، کارخانوں وغیرہ میں محنت مزدوری کرے، باہر ملک میں جا کر سفر کی مشقتیں برداشت کر کے کمائی کرے اور عورت کی ضروریات کو پورا کرے اور عورت عزت وعفت کے ساتھ گھر کی ملکہ بن کر آرام کی زندگی گزارے جس شخص کی بیٹیاں ہوں تو شادی سے پہلے ان لڑکیوں کی تمام ضروریات و اخراجات باپ پوری کرے گا اور بچیوں کی خوب کفالت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بہت ثواب عطا فرماتا ہے اور انگریزی دور میں مسلمانوں نے یہ قانون پاس کرایا کہ عورت کو میراث میں حصہ ملے گا انسان کو اس بات کا صحیح پتہ اس وقت چلتا ہے کہ دین اسلام کا دوسرے ادیان کے ساتھ موازنہ کرے تو تب معلوم ہو جائے گا کہ اسلام کتنا بڑا دین رحمت ہے اور اصل بات یہ ہے کہ دین اسلام اللہ تعالیٰ کا سکھایا ہوا دین ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے اور اللہ تعالیٰ جو اس تمام کائنات کا خالق مالک و مدبر ہے تو اللہ تعالیٰ ہی اس کائنات کے مصالح کو

خوب جانتا ہے لہٰذا تمام احکامات الٰہی عدل وحکمت و مصلحت پر مبنی ہیں اللہ تعالیٰ کے قانون کے علاوہ کوئی بھی قانون دنیا کو انصاف نہیں دے سکتا۔

میراث کی نزاکتیں

میراث کا معاملہ بہت نازک ہے اس میں بے ضابطگی ہو جائے تو رشتہ دار اور قرابت والے آپس میں لڑ پڑتے ہیں اور خانگی جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے فتنہ عظیم برپا ہو جاتا ہے معاشرہ خراب اور زندگی اجیرن ہو جاتی ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے خود فرائض مقرر فرما کر اپنے بندوں پر احسان عظیم فرمایا کیونکہ ایسے باریک معاملات میں عدل قائم کرنا انسان کے بس کی بات نہیں اور اس وجہ سے نبی کریم ﷺ نے علم المیراث کے سیکھنے اور سکھانے کی خاص طور پر ترغیب دی اور اس کی اہمیت کو واضح فرمایا کیونکہ امت کو اس کی زیادہ ضرورت پیش آتی ہے کچھ عرصہ قبل تک تو عالم دین کے لئے عملاً میراث سیکھنا فرض عین سمجھا جاتا تھا عالم دین جب عوام کے پاس جاتا ہے تو عوام اس سے یہ نہیں پوچھتے کہ منطق کے جعل بسیط اور جعل مرکب کیا ہوتے ہیں بلکہ عالم سے یہ کہا جاتا ہے کہ مولوی صاحب قبر پر وعظ کریں اور میت کے ترکہ کے حصص متعین کریں اس سے عالم کا امتحان بھی ہو جاتا تھا اور اس سے یہ فائدہ ہو جاتا تھا کہ میراث کے متعلق رشتہ داروں کے تمام جھگڑے وہیں پر ختم ہو جاتے ہمارے پاس جب کوئی میراث کا مسئلہ پوچھنے آتا ہے تو میں جلدی دارالافتاء بھیج دیتا ہوں کہ مفتی حضرات سے پوچھیں کیونکہ یہ ایک باریک معاملہ ہے اس کیلئے بہت محنت کرنی پڑتی ہے بڑے بڑے علماء کرام اس سے ڈرتے ہیں الحمد للہ جامعہ حقانیہ میں بھی یہ ایک کمی تھی کہ عملاً علم المیراث پر پوری توجہ نہیں تھی جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی سیف اللہ حقانی صاحب کے ذریعے پوری فرمادی آپ صرف سراجی

پڑھنے پر اکتفا نہ کریں بلکہ اس میں خوب تجربہ حاصل کریں جدید ترین کتابیں اس علم پر آرہی ہیں اس وجہ سے علم حساب پر بھی علماء کو توجہ دلاتی ہے۔

منطق اور معقولات کی اہمیت

ہماری کوشش ہے کہ دارالعلوم حقانیہ میں تمام علوم زندہ رہیں اب علم معقولات بھی ہر جگہ ختم ہو رہا ہے شرح اشارات ، چغمینی ، شمس بازغہ اور امور عامہ وغیرہ کے متعلق حضرت شیخ الحدیث بانی دارالعلوم حقانیہ مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہ کی کوشش ہوتی کہ یہ چیزیں ختم نہ ہو جائیں کیونکہ ہزار بارہ سو سال اس پر محنت کی گئی ہے علماء کے بہت سے علمی ذخیرے منطق اور فلسفہ کو نظر انداز نہیں کئے جاسکتے امام رازیؒ کی کتابیں اس طرح امام غزالیؒ اور دیگر اکابر کی کتابیں مثلاً مولانا قاسم محمد نانوتویؒ وغیرہ کی کتابیں انتہائی عمیق منطق اور فلسفہ پر مبنی ہیں اس علم کے سیکھے بغیر ان کی تالیفات سے استفادہ کرنا مشکل ہے۔

جدید علوم کی اہمیت

الحمدللہ دارالعلوم حقانیہ میں تمام علوم کے حاصل کرنے کا بہترین نظام موجود ہے حکومتیں اس کوشش میں لگی ہوئی ہیں کہ یہ علوم نظر انداز کئے جائیں ان کی روح مجروح ہو جائے اور یہ مدارس بھی خالص جدید علوم کے ادارے بن جائیں ہم جدید علوم کے مخالف نہیں ہیں ہم بھی یہ چاہتے ہیں کہ دارالعلوم کا فاضل سائنس سے باخبر ہو، حساب کتاب بھی جانتا ہو، جغرافیہ سے بھی واقف ہو اور دنیاوی عالمی زبانیں بھی جانتا ہو اور اس سے باخبر ہو اس کی اہمیت کا ہمیں احساس ہے لیکن حکومتیں تو یہ چاہتی ہیں کہ دینی علوم بالکل ختم ہو جائیں اور دین کی حیثیت ثانوی ہو جائے اور یہاں بھی کالجوں اور یونیورسٹیاں جیسا ماحول بن جائے مگر انشاء اللہ ایسا نہیں ہوگا۔

مگر ہم یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ ایک عالم دین دنیوی علوم حاصل کر کے سائنس اور ٹیکنالوجی کے ڈپلومہ ہولڈروں کی طرح نوکری کے پیچھے بھاگتا پھرے انٹرنیٹ اور کمپیوٹر بھی ایک حد تک ضروری ہے کیونکہ آگے سب کچھ اسی پر ہونے والا ہے لیکن ہم یہ نہیں چاہتے کہ ایک انسان یہ چیزیں سیکھے اور پھر ان کا خادم بن جائے ،نوکری کے پیچھے پھرتا رہے اور یہی چیزیں پھیلاتا رہے اور دین اور خدمت دین کو بھلا بیٹھے لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ طلباء کو کمپیوٹر ، خطاطی وغیرہ سکھائیں اور جدید علوم سے انہیں آراستہ کریں ہم کہتے ہیں کہ ہم طلبہ کو یہ چیزیں سکھاتے ہیں لیکن ہمیں یہ ہرگز گوارا نہیں ،طلباء وعلماء دین کی خدمت چھوڑ کر اور نوکری ، دنیاداری کے پیچھے لگے رہیں جیسا کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلباء کا حال ہے اگر ایسا ہوا تو دینی مدارس کا اصل مقصد ہی ختم ہو جائے گا اور حکومت اسی کوشش میں لگی ہوئی ہے کہ اگر مدارس کے ڈھانچے باقی رہ جاتے ہیں تو ان کی روح کو ان سے ضرور نکالا جائے۔

مدارس آرڈیننس

حال ہی میں اس کم بخت حکومت نے ایک آرڈیننس جاری کیا ہے جو کہ مدارس کی رجسٹریشن اور لازمی نصاب اور مدارس کو ایک بورڈ کے تحت پابند بنانے کے بارے میں ہے آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس آرڈیننس کو ناکام بنا دے اور ہم سب اس آرڈیننس کی مزاحمت کریں گے اب بھی تھوڑی دیر پہلے پریس والوں نے مجھ سے اس آرڈیننس کے بارے میں پوچھا میں نے کہا ہم اس آرڈیننس پر لعنت بھیجتے ہیں یہ اتنا آسان مسئلہ نہیں کہ ہم یہ سارا نظام حکومت کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں اگر مشرف اپنے امریکی آقاؤں کو خوش کرنا چاہتا ہے تو وہ ان کو خوش کرتا رہے لیکن ہم مشرف کے امریکی آقاؤں کے لئے اپنا دین اور یہ نظام تباہ نہیں کر سکتے۔

دشمنوں کی مدارس پر بری نظریں

امریکہ اور تمام یورپی ممالک کو معلوم ہے کہ اسلام صرف اور صرف دینی مدارس کی بدولت بچا ہوا ہے اور ہماری مقاومت اور مزاحمت انہی کی طرف سے جاری ہے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے وہ طلبہ جو کہ اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ ہوتے ہیں وہ اسی طرح جان کی بازی لگا کر ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

اب گویا انہوں نے اپنا اصلی دشمن جان لیا اپنی طاقت اور ناپاک پالیسیوں کی بدولت اب ان کا صفایا کرنا چاہتے ہیں اور حکمران طبقہ نے پوری خلوص اور وفاداری کے ساتھ امریکہ کے ان ناپاک پالیسیوں کی حمایت اختیار کر رکھی ہے اور مساجد و مدارس شعائر اللہ کی بے حرمتی کر رہا ہے نیز حکومت علماء اور طلباء پر قسم قسم کے الزامات لگا کر انہیں بدنام کر رہی ہے، معمولی شک وشبہ کی بنا پر راسخ العقیدہ مسلمانوں کی پکڑ دھکڑ جاری ہے۔

الغرض امریکہ کے سامنے اپنے آپ کو وفادار بنانے کی خاطر ملک وملت کی تمام دینی و دنیوی مفادات کو داؤ پر لگایا ہے حکمرانوں کا یہ طرز عمل اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے۔

امریکہ ہمارے ایٹم بم سے نہیں ہمارے جذبہ ایمان سے خوفزدہ ہے

امریکہ اگر مشرف سے پاکستان کا ایٹم بم چھین بھی لے تو مسلمانوں کا جذبہ ایمان تو نہیں خرید سکتا آپ دیکھتے ہیں کہ فلسطینی مسلمان صرف غلیل کے ساتھ مقابلہ کر رہے ہیں اور دین کے جذبے سے سرشار نوجوان اپنے بدن سے بم باندھتے ہیں اور اللہ اکبر کہتے ہوئے چھلانگ لگا کر اپنے آپ کو بھی شہید کر دیتے ہیں اور دشمن کے جسموں اور ٹینکوں کے بھی ہوا میں پرخچے اڑا دیتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی بچیاں نکل آتی ہیں اور اپنے سینوں سے بم باندھ کر نعرہ تکبیر کے ساتھ اپنی جان بھی اللہ کی راہ میں قربان

کر دیتی ہیں اور کافروں کے مجمعوں کو بھی تہس نہس کر دیتی ہیں روس اور امریکہ سب حیرانی میں پڑے ہوئے ہیں کہ یہ کیسا مذہب ہے کہ ان لوگوں کو ایسا فدائی بنا دیتا ہے۔

یاد رہے! کہ اپنے خالق و مالک کی رضا کا حصول اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے شہید کے ساتھ کئے گئے سچے وعدے ان کے سامنے ہوتے ہیں اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے مقابلے میں ان کو اپنی جان کی بازی لگانا آسان ہو گیا ہے ایٹم بم تو بہت سے ممالک کے پاس موجود ہے لیکن امریکہ کو ان سے کوئی ڈر نہیں جس چیز کی وجہ سے امریکہ و یورپ پر لرزہ طاری ہوا ہے وہ مسلمانوں کا جذبہ ایمان ہے کہ ان کو پاکستان کا ایٹم بم ختم کرنا اتنا اہم نہیں رہا جتنا کہ مسلمان کا جذبہ ایمان ختم کرنا ان کے نزدیک اصل کام ہے......

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

اس مقصد کے حصول کے لئے وہ قسم قسم کی سازشیں کر رہے ہیں، فحاشیاں پھیلاتے ہیں، این جی اوز کے ذریعے مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں اور مدارس کے خلاف سازشیں بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے کہ مدارس کو اپنے قبضے میں لے لیا جائے ان میں مخلوط نظام تعلیم چلایا جائے۔

ڈگری یافتہ مولویوں کا مطمح نظر دنیا بن جاتی ہے

اور علماء کو نوکری کا لالچ دے کر ان کے دین کو مجروح کیا جاوے والد ماجد حضرت مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ سکول ماسٹر ہرگز نہ بن جائیں اور مولوی فاضل نہ کریں کہ یہ مولوی پاگل ہے کیونکہ جو مولوی حضرات یہ ڈگری حاصل کرتے ہیں وہ پھر نوکری کے پیچھے پاگلوں کی طرح گھومتے پھرتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ علماء کے ساتھ بڑے مشفق تھے انہوں نے حکومت پر زور لا کر ہمارے مدارس کی ڈگری منظور کروائی تا کہ علماء سکولوں میں نوکری کر کے دو ڈھائی ہزار روپے ماہانہ کمائی کر سکیں اور یہ کہ علماء کی مختلف شعبوں میں موجودگی ضروری ہے تا کہ ہر شعبہ (سکول وغیرہ) میں اسلامی نظریات اور دین کی نشر و اشاعت ہو سکے لیکن نتیجہ عموماً یہ دیکھا جا رہا ہے کہ بعض مولوی حضرات نے اس کا غلط فائدہ اٹھایا کہ چند ٹکوں کی خاطر سرکاری ڈگری مولوی فاضل کی حاصل کر کے دین کو چھوڑ کر نوکری کو اپنا مقصد اصلی بنا لیا یہی وجہ ہے کہ جب کبھی بھی حکومت کے ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا موقع آیا تو کالجوں اور یونیورسٹیوں سے نکلے ہوئے ملازمین کی طرح یہ علماء بھی یہ کہا کرتے تھے کہ ہماری نوکری کا مسئلہ ہے ہم مجبور ہیں اس وجہ سے ہم حکومت کے خلاف آواز نہیں اٹھا سکتے نہ کسی تحریک میں شامل ہو سکتے ہیں اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے واضح احکامات کو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں اور پھر اس معاشرے میں سما جانے کے لئے اپنے دین کو برباد کرتے ہیں لہٰذا نوکریوں کی ہوس نہ کریں بلکہ دین کو حاصل کر کے خالص دینی خدمات انجام دیتے رہیں یا پھر جس معاشرہ میں بھی جانا مقدر ہو اس معاشرہ میں دینی اور اسلامی انقلاب لانے کے لئے جدو جہد کریں نہ کہ خود منقلب ہو کر معاشرہ کا رنگ پکڑ لیں بات طول پکڑ گئی اتنی تقریر کا ارادہ نہیں تھا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو حکومت کی ان ناپاک سازشوں سے حفاظت میں رکھے اور دنیا پرستی سے ہمیں بچائے اور اللہ آپ سب کے علم و عمل میں برکت ڈالے بس اب تقسیم اسناد شروع ہوگی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

(الحق ج ۳۷ ش ۱۰ جولائی ۲۰۰۲ء)

انگریزی نظام اور اسلامی نظام

عروج اسلام کے دور میں علماء اور وکلاء ایک ہی طبقہ ہوتا تھا

۱۵ مئی ۱۹۹۸ء کو قائد جمعیت مولانا سمیع الحق مدظلہ لاہور تشریف لے گئے تو وہاں لاہور کے تاریخی بار ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کی دعوت پر بار سے خطاب فرمایا وہ خطاب حافظ اشفاق علی حقانی شریک دورہ حدیث نے ٹیپ ریکارڈ سے من وعن نقل کیا اور اب ہم اس مفصل تقریر کو کہ حقانیہ کی نسبت سے یہ تقریر منبر حقانیہ سے صنم کدہ میں اذان حق ہے (ادارہ)

تعارف

تقریب کے آغاز میں ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کے جنرل سیکرٹری اقبال حمید الرحمٰن نے قائد جمعیت کا تعارف کرتے ہوئے کہا کہ مولانا سمیع الحق صاحب پاکستان بھر کے علماء کی عظیم جماعت جس میں تمام دینی جماعتیں شامل ہیں ملی یکجہتی کونسل کے سیکرٹری جنرل اور جمعیت علماء اسلام کے سربراہ ہیں سینیٹ آف پاکستان میں شریعت بل کے محرک پاکستان میں سب سے بڑے دینی ادارے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم اور نگران ہیں جہاد افغانستان کے روح رواں افغانستان کے اکثر لیڈر خصوصاً تحریک طالبان جو ۹۰ فیصد اسی مدرسہ کے فاضل اور مولانا سمیع الحق کے شاگرد ہیں ایک مشہور دینی رسالہ الحق کا مدیر ہیں مولانا صاحب بہت سے کتابوں کے مصنف ہیں ایک عظیم دینی رہنما اور مدبر سیاستدان شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مرحوم سابق ایم این اے کے فرزند ہیں ان کا والد محترم متحدہ شریعت محاذ کے بانی اور سربراہ تھے مولانا سمیع الحق نے متحدہ شریعت محاذ کو فعال کیا اور اسکے بعد پاکستان میں فرقہ واریت کی خاتمہ کیلئے تمام دینی جماعتوں کو مدعو کر کے ملی یکجہتی کونسل بنائی جس کی وجہ سے فرقہ واریت کو کنٹرول کیا گیا۔ اقبال حمید الرحمٰن کے تعارفی کلمات کے بعد مولانا سمیع الحق نے خطاب فرمایا۔

نظام بدلنے کی اہم کنجی وکلاء کے پاس

صاحب صدر معزز وکلاء حضرات! حقیقت میں جیسا کہ میرے بھائی نے فرمایا میں اپنے لیے بہت بڑی عزت افزائی سمجھتا ہوں اس تاریخی بار میں آکر ایک ناچیز طالب علم کو موقع دیکر یہ آپ کی ذرہ نوازی ہے معمولی سی نسبت مجھے بھی ہے تعلیم سے، علم سے، اداروں سے گویا کہ آپ نے میری حوصلہ افزائی فرمائی میں اپنے آپ کو حقیقت میں اس کا اہل نہیں سمجھتا ہوں سورج کے سامنے چراغ رکھنے کو حماقت سمجھا جاتا ہے آپ علم وفضل میں مجھ سے زیادہ ہیں میں طفل مکتب ہوں لیکن میری یہ تمنا اور خواہش رہی جب سے یہ تحریکیں شروع ہوئیں شریعت کی نفاذ کی پھر شریعت بل کا مسئلہ آیا اس کے لئے ہم عوام کے پاس بھی گئے کراچی سے خیبر تک جلسے کرائے، سینیٹ میں استصواب رائے کیلئے بل تشہیر کیا تو ہم گھر گھر گئے تقریباً ساڑھے پندرہ لاکھ محضر نامے ہم نے جمع کیے لیکن اس ساری تگ ودو کے درمیان میں نے محسوس کیا کہ اصل کنجی آپ لوگوں کے پاس ہے ہزاروں لاکھوں مجمع سے خطاب کرنے سے عوام کو اس سے زیادہ اہم یہ تھا کہ ہم اور آپ آپس میں مل بیٹھ کر خود بات چیت کر کے ایک دوسرے کی باتیں سنتے، افہام و تفہیم وہ اس لیے کہ ہم میں بہت بڑا بعد پیدا کیا ہے جان بوجھ کر اور تفریق ڈالی گئی۔

اسلام کے عروج کے دور میں فقہا اور وکلاء ایک تھے

غیروں نے ہمیں ایک دوسرے سے اتنا دور کر دیا کہ ہم آپ کو نہیں پہچانتے اور آپ ہمیں نہیں پہچانتے ہم آپ کو ایک خلائی مخلوق سمجھتے ہیں آپ ہمیں ایسا سمجھتے ہیں کہ ملا کا ایک تصور ایسا رکھ دیا گیا کہ وہ ایک بھیانک تصور ہے حقیقت میں تاریخ اسلام میں عروج کے دور میں یہ دو طبقے نہیں تھے علماء اور فقہاء تھے علماء اور وکلاء ایک ہی طبقہ ہوتا تھا ہمارے اصطلاحات میں قانون کے ماہرین قانون دان اور قانون کی ترجمانی کرنے والے فقہاء کہلاتے تھے تو فقہاء اور علماء ایک ہی چیز ہوتے تھے دینی علوم کے

ساتھ دنیاوی علوم اور نظام مملکت چلانے اور معاشرے کے تمام مسائل سے آگاہی اور اس پر عبور رکھنے کو فقاہت کہتے تھے۔

علماء اور وکلاء میں غلط فہمیوں کا خلیج

ہمارے ہاں بدقسمتی سے ایک استعماری دور آیا تو اس نے ان دو طبقوں کو الگ کر دیا علماء اور فقہاء میں اتنی بڑی بعد پیدا کی گئی کہ وہ آخر نفرت میں بدل گئی، غلط فہمیاں اتنی بڑھ گئیں کہ ہر ایک یہ سمجھنے لگا کہ یہ دوسرا آئیگا تو وہ سارے نظام کو تہس نہس کر دیگا اب یہ چیز جہاں ہم نے بات کی اپنے بھائیوں کے پاس گئے اور وکلاء کے پاس گئے بار کونسلوں میں گئے اور مجلسوں میں بیٹھ گئے، کمیٹیوں میں آپ جسٹس صاحبان کے ساتھ مسلسل بات چیت رہی دس بارہ سال افہام وتفہیم کا سلسلہ رہا تو وہ نفرت محبت میں بدل گئی دونوں نے محسوس کیا کہ ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھے ہونے کے بغیر ملک کی بھلائی نہیں ہوسکتی یہ گاڑی کے دو پہیے ہیں ہم ایک نظام کی بات کرتے ہیں آپ ایک دوسرے نظام کے محافظ ہیں اور یہ نظام کی تفریق انگریز نے یہاں پیدا کی اور جو اسلامی ذخیرے تھے فقہ کے قوانین کے جو چودہ سو سالوں میں اتنی بڑی محنتیں ہوئیں کہ دنیا کی کوئی قوم کوئی امت اسکی مثال پیش نہیں کرسکتی مگر افسوس! کہ یہ چیزیں آپ سے پردہ خفا میں رکھی گئیں اور علماء کے بارے میں یہ سمجھا جانے لگا کہ یہ تو بس نماز، روزہ، دہشت گردی اور بنیاد پرستی اور اسی چیز کے علمبردار ہیں تو وہ نظام گویا استنجاء، وضو اور نماز اور اذان کی حد تک یہ تصویر باندھ دی گئی ہمیں یہ کہا گیا کہ یہ بالکل آپ کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے، یہ اسلام کو مانتے ہی نہیں نعوذ باللہ، اسلامی نظام پر ان کو یقین نہیں ہے یہ چیز جب تک ختم نہیں ہوگی تو یہاں نہ آپ اکیلے کامیاب ہونگے نہ ہم ہمارا تعلق بھی نظام کی بات سے ہے اور آپ کا بھی اور مسئلہ یہ ہے کہ نظام کے بارے میں جب تک ہم مل بیٹھ کر سر جوڑ

کر ایک راستہ نہیں نکالیں گے تو یہ سیاسی جدوجہد اور مروجہ نظام آپ کے سامنے ہے یہ سب چیزیں عیاں ہوگئی ہیں۔

دونوں کومل کر نظام کی تبدیلی کا سوچنا ہوگا

تو ہماری یہ ساری کوشش لا حاصل اور بے کار ہے یہ چہروں کی تبدیلی میں ہم پچاس سالوں سے لگے رہے کوئی بہتر سے بہتر ایک کو سمجھتا ہے کوئی دوسرے کو تو ہم ان کے ساتھ ہو جاتے ہیں کہ شاید چہروں کی تبدیلی سے یہ سارے مسائل حل ہو جائینگے میں علماء سے کہتا ہوں کہ اگر آپ پچاس سال اور بھی لگے رہینگے ایک کو اتارینگے دوسرے کو بٹھا دینگے، نظام جوں کا توں رہیگا، کوئی انقلاب نہیں آ سکے گا، آپ کے سامنے یہ پچاس سال کی صورتحال ہے اور اس ملک کی جو کیفیت ہے مجھ سے زیادہ آپ کے سامنے ہے اب مل بیٹھ کر سوچنا چاہئے کہ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ اور جمعیت علماء اسلام اور جماعت اسلامی ان دائروں میں رہتے ہوئے ایک کو اتار کر دوسرے کو لا کر کیا ہم ملک کو خوشحالی سے ہمکنار کر سکتے ہیں؟ آپ کو بھی اندازہ ہے کہ پچاس سال سے یہ چکر چل رہا ہے یہ نہیں ہو سکتا بحیثیت مسلمان، بحیثیت وکیل، بحیثیت تعلیم یافتہ، بحیثیت دانشور آپ کا فرض ہے اور ہمارا فرض ہے کہ سوچیں کہ اب کیا راستہ اختیار کیا جائے میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت ہم اور آپ سب ایک چوراہے پر کھڑے ہیں اور قوم کی مایوسی بھی انتہا تک پہنچ گئی ہے خود ہم سے لوگ پوچھتے ہیں کہ مولانا! کیا راستہ ہے قوم کے نجات کا؟ میں اس کو کہتا ہوں کہ ہمیں بھی معلوم نہیں ہے یہ ساری غلط فہمیاں ہیں کہ میں آؤنگا تو انقلاب لاؤنگا اور سب کچھ ٹھیک ہو جائیگا کیسے ٹھیک ہو جائے گا یہی نظام رہے گا اور یہی سلسلہ جو پچاس سال سے ہم پر مسلط ہے جس میں نہ عدل ہے، نہ دین ہے، نہ علم ہے، نہ امانت ہے، نہ دیانت ہے، نہ انصاف ہے، نہ معاشی خوشحالی ہے اس کے بارے میں سر جوڑ کر

بیٹھنا ہوگا، بحیثیت مسلمان سب خولوں سے نکل کر کچھ ہمیں اپنے مفادات کو نظر انداز کر کے سوچنا ہوگا کہ کونسا راستہ اختیار کیا جائے اور وہ ہے نظام کی تبدیلی جو پچاس سال سے جوں کا توں ہے یہ سب آئین ساز ادارے، قانون ساز ادارے، یہ پارلیمنٹ جس کا کام ملک کی بھلائی کیلئے بہتر سے بہتر راستہ نکالنا ہوتا ہے، یہ سب فراڈ ہے، مکمل دھوکہ ہے، قانون سازی کی بات ہوتی ہے تو مجھے ہنسی آتی ہے۔

آزاد قوم مگر غلامانہ قوانین

یعنی ۱۸۷۰ کے نظام اور ۱۹۴۷ء میں جو نظام چھوڑا گیا ہے میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ یکدم اسلامی انقلاب لایا جائے ملک کی فلاح کیلئے ہم سب مل بیٹھ کر سوچیں کہ آزاد قوم کیلئے اب کونسے راستے اختیار کرنے ہیں معاشی نظام میں، سیاسی نظام میں، عدالتی نظام میں، تعلیمی نظام میں، جیل سے چونکہ ہم آزاد ہو گئے ۱۹۴۷ء سے قبل تو جیل کیلئے انگریز نے جو قوانین بنائے تھے وہ یہی استعماری قوانین تھے یہی جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ سسٹم تھا۔ یہی ظالم اور مظلوم کی تفریق تھی بھیڑ بکریوں کی طرح چار چار سو میل اور پانچ پانچ سو میل انگریزوں نے وڈیروں اور خان بہادروں اور نوابوں کے سپرد کر دیے تھے اس لیے کہ جیل میں مشقتی کو مشقت میں رکھا جاتا ہے کہ وہ سر نہ اٹھا سکے وہ نظام انگریز نے غلام قیدیوں کیلئے بنایا تھا لیکن ہم جب جیل خانے سے نکلتے ہیں تو جیل خانوں کے قوانین وہیں رہ جاتے ہیں آزاد قومیں اپنے لیے آزاد قوانین اور آزاد راستے خود اختیار کرتی ہیں ہم اور آپ خود سوچیں کہ ہمیں ان سیاستدانوں نے اس نظام کی تبدیلی کی جانب جانے دیا اس لئے کہ اسی نظام سے ان کے مفادات وابستہ ہیں وہی نوابوں کا، وڈیروں کا، جاگیرداروں کا، ظلم و ستم کا اور تشدد کا نظام، معاشی تفاوت، طبقاتی استحصال وہی نظام آج تک جاری ہے ہم نے کہا کہ یہ جمہوریت کا راستہ تبدیل کرنا

پڑے گا ہم نے جمہوریت سے کونسا فائدہ لیا ہم نے جمہوریت کیلئے پارلیمنٹیں بنائیں اور قانون ساز ادارے بنائے وہاں جاتے ہیں اور اس چکر میں پڑ جاتے ہیں کہ پیسہ کہاں سے ملے گا فائل ہاتھ میں ہوتا ہے اور لوٹ کھسوٹ میں سارا پارلیمنٹ لگ جاتا ہے اس کے سامنے کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ بل کیا چیز ہے اور کونسا بل ایوان میں رکھا گیا ہے؟

ممبران پارلیمنٹ کی لاعلمی، ذمہ داری سے فرار اور بے حسی کا وسیع مشاہدہ

ایکٹ کیا چیز ہے؟ وہ کبھی اس کو مطالعہ نہیں کرتا میں مسلسل ستائیس سال پارلیمنٹ میں رہا ہوں ۱۹۷۰ء سے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۷۷ء تک تھے پس پردہ ان کے ساتھ کام کرتا تھا اور کوشش کرتا تھا اور تحریکیں پیش کرتا تھا اور پھر خود ۱۹۸۰ء سے مسلسل ۱۹۹۷ء تک اس ساری جنگ میں شریک رہا کہ کچھ تو یہاں بھلائی کا کام بھی ہو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کسی ممبر کو کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ قانون سازی کیا ہے؟ بل کیا ہے؟ ایکٹ کیا ہے؟ برطانیہ اور امریکہ کی نقل کرتے ہیں مگر وہاں ایک ایک سینیٹر، ایک ایک ممبر دو دو، تین تین دن مسلسل مطالعہ کرتا ہے ایک ہوٹل میں واشنگٹن میں مجھے ایک دوست نے کہا کہ ایک مشہور سینیٹر آیا تو اس نے کمرہ مانگا تو کمرہ ہمارے پاس نہیں تھا تو اس نے کہا کہ میرے ساتھ اتنی مہربانی کرو کہ وہاں جو بالکونی ہے باہر جو لابی ہے اس میں مجھے ایک کرسی اور ایک میز دے دو میں رات جاگ کر گذار دوں گا مگر مجھے مطالعہ کرنا ہے اور کل سینیٹ میں جانا ہے اور ایک بل پر بحث کرنی ہے تو ہم ان کی تو نقل کرتے ہیں مگر یہاں جو یہ قانون سازی کا شور ہے یہ سب گپ شپ ہے ہمارے سامنے ایک بل لایا جاتا ہے اس میں بڑا طوفان اٹھتا ہوتا ہے کہ اسمیں ترمیم لانی ہے تو ہم بڑے خوش ہوتے ہیں مگر بل سامنے آتا ہے تو وہاں بریکٹ لگا ہوتا ہے کہ ترمیم ہوئی تو بریکٹ ختم بریکٹ شروع الفاظ کا

ہیر پھیر ہوتا ہے یعنی یہاں تک ہوا کہ شہادت ایکٹ پر جھگڑے چل رہے تھے اور دیت وقصاص اور قانون شہادت کا بڑا ہنگامہ تھا تو ہم دن رات ایک کر کے سب کو سمجھا رہے تھے آخر یہ معاہدہ ہمارے ساتھ ہوا کہ ہاں یہ تبدیلی ہم لا رہے ہیں انہوں نے کہا کہ شہادت ایکٹ میں ہم نے بھلائی کیلئے بہت سے فیصلے کر لئے ہیں اور مرتب کر لیے ہیں ہم بڑے خوش تھے جب بل سامنے آیا تو اس کے صفحات آگے پیچھے کر دیئے تھے کچھ نمبر بدل گئے تو میں نے سرسری نظر ڈالی تو وہاں کئی دفعات میں رامپور لکھا ہوا تھا میں نے کہا کہ بدبختو! یہ ہندوستان تو نہیں ہے وہی دفعات لا کر فوٹو اسٹیٹ کر کے قوم کو دھوکہ دے رہے ہو اس کو آگے پیچھے کر کے لاتے ہو تو میں نے شور مچایا کہ یہ تو ہندوستان کا قانون ہے کم از کم یہ شہر رامپور ہمارے ملک میں نہیں ہے اس کو کم از کم خانپور تو کر دو تو حاجی سیف اللہ صاحب اٹھے کہ یہ ترمیم بالکل منظور ہے کیونکہ خانپور میرا گاؤں ہے تو حقیقت یہ ہے کہ کروڑوں، اربوں روپے خرچ کرتے ہیں اور آپ ملت کو دیکھتے ہیں کہ وہ ان سے بھلائی کی توقع رکھتے ہیں وہ وہاں جا کر اپنے چکروں میں لگ جاتا ہے اور کارخانے بڑھاتا جاتا ہے گاڑیاں اور پلاٹ لیتا ہے سر سے پاؤں تک کرپشن میں ڈوبے ہیں اب اس صورتحال میں ہم یہ نہیں کہتے کہ فوراً پہلے دن سے گویا ہم یہاں آ کر بیٹھ جائیں شریعت بل کا جھگڑا تھا تو جو بڑے چیف جسٹس آپ کے جسٹس بشیر الدین صاحب مرحوم تو ان سب سے لڑائی جاری رہتی تھی میں نے کہا کہ آپ کو یہ غلط فہمی ہے اور آپ کا یہ تصور ہے کہ یہ مولوی صاحبان بڑی بڑی پگڑیاں باندھ لیں گے اور عصا اور جبے پہنے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر ہائی کورٹ پر یلغار کرینگے اور سیٹوں پر بیٹھ جائیں گے یہ تصور میں نے کہا کہ خدا کی قسم غلط ہے۔

آزاد قوموں سے سبق لیں

ہم کہتے ہیں کہ اسلامی نظام کو تو چلو بعد میں دیکھیں گے بحیثیت آزاد قوم آؤ! سر جوڑ کر مل بیٹھ کر ہم سوچیں کہ اس غلامی کے نظام سے ہمیں کیا مل سکتا ہے؟ اسرائیل آپ کے سامنے ہے چین آپ کے سامنے ہے، دنیا کے کئی قومیں آزاد ہوگئی ہیں کئی ممالک آزاد ہوگئے انہوں نے آزاد قوم کی حیثیت سے مل بیٹھ کر نظام میں تبدیلی پیدا کی اب سودی نظام ہے پہلے دن سے وہ کہتے ہیں کہ اس کے بغیر ملک چل نہیں سکتا ہم نے ہزاروں متبادل تجاویز بھی رکھیں تو یہ ایک بہانہ ہے بھائی! آپ قدم اٹھائیں گے اللہ تعالیٰ کا نام لیں گے کہ اس سودی نظام کے بغیر ملک چل سکتا ہے۔ یا اس کے ساتھ نہیں چل سکتا اب تو پتہ لگ گیا اگر اس سودی نظام کے ساتھ ملک چل سکتا تھا تو آج ہم آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے غلام نہ بن جاتے اور آپ کی سیاست آپ کا دفاع اور آپ کی تمام آزادیاں سلب نہ ہوتیں وہ اس نظام کی وجہ ہیں کیونکہ ہم دیوالیہ ہوتے چلے گئے ہیں اس کے رحم و کرم پر ہیں بھوکے کے پاس کچھ نہ ہو تو کیا کرے آپ دیکھ لیتے آزاد معیشت کے راستے آپ اپنے عدالتی نظام پر اور اسلام کے عدالتی نظام پر ایک نظر ڈال لیتے کہ اسلام کا عدالتی نظام کن کن خوبیوں کا علمبردار ہے۔

اسلام کے عدالتی نظام پر سب متفق ہیں

مولوی اپنے جھگڑوں میں پڑ گیا فرقہ واریت اور دوکان چمکانے کیلئے نئے نئے ایشو جو ملک کی ضرورت نہیں تھے حالانکہ کوئی جھگڑا نہیں مولویوں میں نظام کے بارے میں، دیو بندی اور بریلوی جھگڑے کو بڑا اچھالا جا رہا ہے جو اس نظام میں بات شروع کرنے نکلیں تو میں نورانی صاحب سے بھی لڑتا تھا کہ خدا کیلئے مجھے بتاؤ! کہ ملک کے نظام چلانے میں کوئی بریلوی اور دیو بندی میں جھگڑا ہے؟ کوئی ایک جزئیہ اختلافی ہے؟

عدالتی نظام سب ایک ہی فقہ ہے، معاشی نظام، احتساب کا نظام، زندگی کے کسی شعبہ میں بھی ہمارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہے ہمارے نظام میں ہمارے فقہ میں۔

فکری اور ذہنی اختلاف

اب حضور ﷺ حاضر ناظر ہیں یا نہیں، نور ہیں یا بشر ہیں تو بہر حال میں نے کہا کہ ان مسائل کا ہمارے زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ تو فکری، ذہنی اور نظریاتی باتیں ہیں اس کے بارے میں اللہ وہاں پوچھے گا یا وہاں پتہ چلے گا، عوام کا پیٹ نہ ان جھگڑوں سے بھر سکتا ہے نہ غریب کے مشکلات حل ہو سکتے ہیں اور نہ ہم ترقی یافتہ ممالک میں شمار ہو سکتے ہیں تو ہم ان جھگڑوں میں پڑ گئے اور آپ اس نظام کے ساتھ بے ادبی معاف ایسے چمٹ گئے کہ بس چلو جو نظام ہے چل رہا ہے حالانکہ آپ اور ہم سب کیلئے علامہ اقبال نے کہا تھا کہ......

ع آئین نو سے ڈرنا طرز کہن پہ اڑنا

گویا قوموں کے عروج اور زوال کا ایک مرحلہ ہے تو تبدیلی کا کسی نے نہیں سوچا کہ آخر کہیں مل بیٹھ کر کچھ سوچیں آزاد قوم کی حیثیت سے قیدی کی حیثیت سے نہیں تو آج ہماری معیشت اس حد تک نہ پہنچتی آج ہمارا عدالتی نظام اس حد تک نہ جاتا، آج ہم احتساب کی بات کرتے ہیں تو آپ خدارا! مجھے بتائیں کہ اس نظام میں آپ احتساب کر سکتے ہیں؟ اگر کر سکتے ہیں تو دو سال میں کیوں نہیں کیا شور ہے، ریفرنسیں ہیں اور کیس پہ کیس دائر کیے جا رہے ہیں لیکن آپ کا عدالتی نظام اس کو شکنجے میں نہیں پکڑ سکتا کرپٹ آدمی تو ہزار راستے نکال لیتا ہے۔

اسلام کے عدالتی نظام کا موجودہ نظام سے موازنہ

اور اسلام کے عدالتی نظام میں کسی کیلئے گنجائش نہیں ہے وہ سخت اور مضبوط

گرفت کرتا ہے وہ رحمت اور شفقت کا ایک نظام ہوتے ہوئے جب ہاتھ ڈالتا ہے تو اسمیں مساوات اور عدل و انصاف ہوتا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ وأيم الله لو أن فاطمة بنت محمد اسرقت لقطعت يدها (بخاری: ح ۳۴۷۵) ”میرے پاس سفارش نہیں چلے گی (اگر معاذ اللہ) میری بیٹی سے بھی یہ گناہ سرزد ہو جائے تو میں اس پر بھی یہ حد جاری کرونگا“ اس نظام میں گویا ظالم کے حق میں کوئی بات ہی نہیں کی جاتی اور مظلوم کے حق میں پھر سب کچھ تبدیل ہو جاتا ہے اسلام کہتا ہے کہ عدل و انصاف کیلئے عدالتوں کے چکر نہیں کاٹنے پڑیں گے بلکہ عدل و انصاف آپ کے گھر تک پہنچانا حکومت کا کام ہوتا ہے اور ظالم کا ہاتھ پکڑنا حکومت کا فریضہ ہے تو اگر اس بات پر ہمارا اور آپ کا اتفاق ہو جائیں اور خلوص سے ایک ایسی تحریک ہو کہ علماء اور وکلاء مل بیٹھ کر اپنی ساری توجہ نظام کی تبدیلی پر ملحوظ کریں اور اس کے لیے ہزاروں تجاویز ہمارے پاس بھی ہیں اور آپ کے پاس بھی ہیں فلاح و بھلائی کے کہ اس کے ختم ہونے میں ہمارا کتنا فائدہ ہوگا اور کتنا نقصان ہوگا؟ ملک کو بچانے کیلئے اور قوم کو نجات دینے کیلئے یہ سب کچھ کرنا ہوگا ورنہ آپ کا نظام گرنے والا ہے بلکہ گر چکا ہے اور ملک بالکل ایک انقلاب کے دھانے پر پہنچ چکا ہے عوام مایوس ہو گئے ہیں ہم سے بھی اور آپ کے اس نظام سے بھی، آپ کی اس سیاست سے بھی اور آپ کی پارلیمنٹوں سے بھی، اور اس حد تک مایوسی کے بعد پھر خدا نہ کرے کوئی خونی انقلاب اور خونریزی شروع ہو جاتی ہے عوام گھروں سے نکل آتے ہیں کہ کب تک ہمارے ساتھ یہ کھیل جاری رہے گا یہ بات سوچنی ہوگی کہ ہم اس انقلاب کو مثبت، تعمیر اور امن کی طرف موڑ لیں اس کیلئے ایک بڑی محنت اور جدوجہد کی ضرورت ہے ورنہ آپ نے دیکھا کہ قوموں کا ردعمل پھر شدید ہوتا ہے اس وقت تو ہماری آزادی بھی سلب ہوتی جا رہی ہے امریکہ ہمارے ہر نظام میں مداخلت کر رہا ہے عملاً تو ہماری آزدی ختم ہو

چکی ہے آزاد قوم وہ ہوتی ہیں جو اپنے فیصلے خود کر لیتی ہیں، گولڈن جوبلی مناتے ہیں ان کو شرم آنی چاہئے کہ یہ آزاد قوم ہے لیکن وہ قوم تو آزاد نہ رہی جو دشمن کے گریبان میں ہاتھ نہیں ڈال سکتی وہ کہتا ہے کہ دشمن جو بھی کریگا کریگا تم نہیں کرو گے یہ بھی کسی جگہ ہوتا ہے کہ ایک اسلامی مملکت ہیں آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کوئی بات ہو جائے وہ بھی متنازعہ ہو اسلام تو کہتا ہے کہ کسی کا فر بدترین مخلوق کو بھی برے نظر سے نہیں دیکھو گے کافروں کے آباواجداد کے بارہ میں بھی کو منع کیا گیا ہے قرآن میں واضح بیان ہے کہ دشمن کو گالی مت دو ورنہ وہ تمہارے آباؤ اجداد کو گالی دے گا تو اسلام میں سب وشتم کا تصور بھی نہیں، کوئی کڑوی بات بھی برداشت نہیں کرتا۔

اسلام میں سب وشتم کا تصور بھی نہیں

کسی بی بی نے کہا ایک عورت پست قامت تھی تو ایک ام المومنینؓ نے کہا کہ وہ تو اتنی بالشت تھی اس طرح کوئی لفظ کہہ دیا حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے بی بی! تم نے یہ جملہ ایسا کہا ہے کہ اگر سارے سمندروں پر یہ جملہ ڈال دیا جائے تو سارے سمندر کڑوے ہو جائیں گے اسلام یہ تہذیب سکھاتا ہے۔

توہین رسالت ایکٹ

اب ہم کہتے ہیں کہ ہمارے آقائے دو جہان کو کسی نبی کو کسی فرقہ کے مقتدا کو گالی نہیں دی جائے گی توہین نہیں کی جائے گی، یہ اچھی بات ہے امریکہ کو شاباش دینا چاہیے تھا کہ تم نے ہمیں مطمئن کر دیا فرقہ واریت ختم ہو جائے گی لوگ قانون ہاتھ میں نہیں لیں گے عدالت سے فیصلہ کرائینگے، اب یہ توہین رسالت ﷺ کا ایکٹ بھی تحفظ دیتا ہے تمام مسلمانوں کو، تمام عیسائیوں کو، تمام یہودیوں کہ کوئی بہانہ بنا کر چیخے گا کہ اس نے ہمارے نبی کو گالی دی وہاں اس کا گلا گھونٹ کر مار دے گا، ہم نے کہا کہ یہ بات

عدالت کی ہے، وکلاء کی ہے اس نے جرم کیا ہے تو اس کو سزا دی جائے ورنہ چھوڑا جائے مگر امریکہ اپنے ملک میں جو قوانین نافذ کرتا ہے ہمارے لیے وہ ان کا روادار نہیں۔

امریکہ کا مسلمانوں سے دوہرا سلوک

شور مچایا جا رہا ہے کہ ایٹمی دھماکہ نہیں کرو گے اور میں پہلے دن سے کہہ رہا ہوں کہ بھارت نے ایٹمی دھماکہ اپنی مرضی سے نہیں کیا وہ بے غیرت اتنا جرات مند نہیں ہے، یہ امریکہ نے کروایا ہے اور لگاتار امریکہ اس سے کروا رہا ہے کہ مسلمانوں کے سر پر یہ بم لٹکا رہے اور مسلمان جو بم بناتا ہے وہ اسلامی بم ہے اور آپ نے دیکھا بی بی سی نے بھی یہی کہا کہ امریکہ کی منظوری کے بغیر دھماکہ نہیں کر سکتا ہے میں نے کہا کہ اب یہ شور مچائے گا اور مگر مچھ کے آنسو بہائے گا اور بھارت پر کوئی پابندی نہیں لگائے گا اس لیے کہ اسرائیل اور بھارت ان کیلئے ایک جیسے ہیں اور یہی بات آج آرہی ہے جاپان نے اور فرانس نے کہہ دیا ہے کہ بھارت پر کوئی پابندی نہ لگائی جائے جب چند آدمیوں سے وہ کہلوائے گا تو پھر امریکہ کہے گا کہ دنیا مجھے پابندی لگانے سے روک رہی ہے عراق کیلئے اور فلسفہ ہے، آپ کیلئے اور فلسفہ ہے آپ کا نظام بالکل گر گیا ہے، آپ کی معیشت تباہ حال ہے آپ کیسا جواب دینگے آپ کو تو جواب دینا ہی ہے۔

دفاعی صلاحیت حاصل کرنے کا غیر محدود حکم

کیونکہ سب سے پہلا فریضہ مسلمان کی دفاعی صلاحیت ہے اور آپ کو شاید یہ نقطہ معلوم ہوگا کہ اسلام نے اتنی شد و مد سے کسی عبادت کا حکم نہیں دیا جو دفاعی صلاحیت کا دیا ہے ہر عبادت کیلئے حد و تعداد مقرر ہے نماز کیلئے اس طرح نہیں کہا کہ ہر وقت نماز پڑھتے جاؤ بلکہ، صرف پانچ وقت نماز پڑھو اور اس طرح یہ نہیں کہا کہ سارا سال روزہ رکھو اس طرح حج زندگی میں ایک مرتبہ فرض کیا اور زکوٰۃ کے بارے میں یہ نہیں کہا کہ ساری

دولتیں زکوٰۃ میں دو بلکہ چالیسواں، عشر دسواں، خمس پانچواں، لیکن جہاد کے بارے میں اور دفاعی صلاحیت کے بارے میں کہا کہ وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ کہ کافروں کے مقابلہ کیلئے تیاری کرو جتنی تمہاری استطاعت ہو جتنی تمہاری بس چلے اس میں ایک غیر محدود حکم دیا ہے کہ جتنے آپ کر سکتے ہو آپ نے کرنے ہیں ورنہ تم تباہ ہو جاؤ گے کوئی تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔

جہاد کی وجہ سے آج دنیا اٹھ کھڑی ہوئی ہے

آپ نے دیکھا کہ جہاد کی وجہ سے آج دنیا اٹھ کھڑی ہوئی ہے، افغانستان میں جہاد نے اپنی قوت نہ دکھائی ہوتی تو امریکہ اتنا نہ تلملاتا اس نے دیکھا کہ یہ اللہ اکبر کے نعروں سے اور میلے کچیلے کپڑوں میں اٹھے اور اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر روس جیسے سپر پاور کو کس طرح تہس نہس کیا ہم تو تقریروں میں کہتے ہیں کہ جہاد ایسا تھا ایسا تھا کہ جنگ بدر اور احد میں ایسا ہوا وہ تو کتابوں کی باتیں تھیں لیکن کلنٹن پر ان پندرہ بیس سال میں واشگاف ہو گیا کہ جہاد ایک قوت ہے بغیر ایٹم بموں کے کیونکہ روس کے سارے ایٹم بم، قازقستان کے تہہ خانوں میں جوں کے توں رہ گئے۔

شہید کے خون سے اور کوئی بھاری پانی نہیں

ایٹم بم بنتا ہے بھاری پانی سے اور شہید کے خون سے بھاری پانی اور کوئی نہیں تو جب مسلمان کو اللہ تعالیٰ ایٹم بم بنا دیتا ہے کہ تم سرشار ہو شہادت کے جذبے سے پھر کون ان کے سامنے ٹھہر سکتا ہے؟ تو کلنٹن کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ یہ بنیاد پرست ہیں، یہ دہشت گرد ہیں جبکہ کوئی دہشت گرد نہیں ہے وہ رسوا کرنا چاہتا ہے پورے عالمی برادری میں کہ یہ غنڈے ہیں، درندے ہیں، عجیب وغلیظ تصور ہے، آپ کے بارے میں کیونکہ تم لا الہ الا اللہ کہتے ہو تمہارا جرم یہ ہے کہ تم یورپ کے بیچ میں بھی

ہوتے اور لا الہ الا اللہ کہتے تو آپ کو وہ برداشت نہ کرتا آپ یورپین بھی ہوتے کلنٹن کے چچا زاد بھائی بھی ہوتے وہ آپ کو برداشت نہ کرتا کیونکہ بوسنیا میں ان کا جرم کیا ہے وہ ننگے تڑنگے ان کی طرح ہیں تہذیب و ثقافت ان کی طرح ہے سب یورپی تہذیب میں ڈوبے ہوئے ہیں مگر وہ بے چارے صرف اور صرف لا الہ الا اللہ کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے سینوں میں یہ خنجر کیسے پیوست ہوگا اپنے جزیرہ یورپ میں ہم کس طرح برداشت کریں ہمارے بارے میں جان بوجھ کر یہ پالیسی ہے ہمارے ہاں طالبان کی تحریک چلی ہے تو بہت بڑی توجہ ہے دنیا کی اور اکوڑہ خٹک الحمد اللہ اس کا مرکز ہے طالبان نے کوئی دہشت گردی نہیں کی ہمارے سیاستدانوں سے جیسے لوگ تنگ آجائیں گے تو پھر کوئی اٹھے گا۔

افغانستان کے جہادی گروپوں کی فساد نے طالبان کو آنے پر مجبور کیا

سات آٹھ سال جہاد کرنے والی پارٹیوں نے خود اپنے ملک کو تباہ کیا۔ سیاسی پارٹیاں میدان میں جب آزاد ہوگئیں اقتدار کے ہوس میں ایک دوسرے پر گولیاں چلائیں اور ملک کو اس طرح کھنڈر بنایا کہ روس نے بھی اس طرح نہیں بنایا تھا مصالحت کیلئے ہم مسلسل لگے رہے مگر مصالحت کی ساری کوششیں ہماری ناکام ہوگئیں اب وہ طالب علم (سٹوڈنٹ) تھے وہاں کے بچے تھے جہاد کے میٹریل تھے پندرہ سال انہوں نے جہاد کیا تھا، لیڈر عیاشیوں کیلئے امریکہ اور انگلینڈ میں بیٹھے ہوئے تھے حکمتیار، ربانی، احمد شاہ مسعود، مجددی اور گیلانی یہ سارے مجھے معلوم ہیں اصل جہاد وہ لوگ کر رہے تھے اب جہاد کی برکت سے جب یہ لوگ آزاد ہوگئے تو عیاشیوں کیلئے وہ لوگ آگئے اطمینان سے، آزادی کی جنگ لڑی آپ نے اور ہم نے سیاستدانوں سے اب قوم تنگ آگئی افغانستان میں بھی جب ان کے ہاتھوں لوگ تنگ آگئے تو وہاں پر بچے اٹھ کھڑے ہوئے قوم نے

لبیک کہہ کر دروازے کھول دیے اور کہا کہ آؤ بیٹو! ہم تو نجات چاہتے ہیں تو اسی طرح پھر انقلاب کا راستہ بنتا ہے اور پھر انقلاب جو آئیگا تو میں کہتا ہوں کہ جس طرح انقلاب میں اب نہ ربانی ہے نہ حکمتیار ہے نہ احمد شاہ مسعود ہے تو جب یہاں بھی انقلاب آئیگا تو خوش فہمی میں نہ رہیں دینی جماعتیں بھی، پھر اس انقلاب میں نہ سمیع الحق ہوگا، نہ مولانا فضل الرحمان ہوگا، نہ مولانا نورانی اور نہ قاضی حسین احمد ہوگا انقلاب اپنا راستہ خود بناتا ہے انقلاب اپنا لیڈر پھر چنتا ہے تو وہ بچارے اٹھے اور انہوں نے امن قائم کیا سینکڑوں لوگ ایک دوسرے کو روزانہ قتل کرتے تھے امریکہ نہیں، میں قندھار گیا پورے شہر کے اندر گولیاں چلی ہیں، کابل شہر بالکل ویران ہوگیا ہے میں نے پوچھا کہ کابل پر تو روس بمباری کر رہا تھا یہ کس نے تباہ کر دیا ہے اس نے کہا کہ یہ آپس میں گولیاں چلائی اور سو سو آدمی ایک دن میں گلیوں میں پڑے رہتے تھے اور لاشیں اٹھانے والا کوئی نہیں ہوتا تھا تو امریکہ تین چار سال خاموش تھا اور خوش تھا کہ مارے جا رہے ہیں اب طلباء نے اعلان کیا کہ قاتل کو قصاص ہوگا اور ابھی تک تین چار قصاص نہیں ہوئے یہ سارا پروپیگنڈہ ہے مگر جب علی الاعلان ایک قتل ثابت ہوگیا تو پھر وہ طالبان بچارے ان کو لا کر اس کو سمجھاتے ہیں اور مقتول کے ورثا کو قرآن اور احادیث سناتے ہیں کہ اللہ نے آپ کو اختیار دیا ہے رحم کرتے ہو تو کر سکتے ہو اگر وہ معاف کرتا ہے تو فوراً معاف ہو جاتا ہے، ورنہ پھر اس کو کہا جاتا ہے کہ آؤ بدلہ لے لو تو تین چار قصاصوں سے پورے ملک میں امن قائم ہوا ہے تو بہر حال یہ تحریک جب سے اٹھی ہے تو یورپ تلملا گیا ہے کہ یہ تو ہر جگہ ہو سکتا ہے عالم اسلام میں ایک فیصلہ کن جنگ ہے آپ حضرات خود تیاری کریں الجزائر میں، سوڈان میں جنگ ہے اور مصر میں، پاکستان میں یہ جنگ شروع ہے تو امریکہ کہتا ہے کہ اگر ایک قدم جم گیا اس انقلاب کا تو پھر میری بھی خیر نہیں ہے۔

مغربی میڈیا اور جھوٹ کا طوفان

میرے پاس ہالینڈی، برطانوی، جرمنی اور امریکی آتے ہیں اور طالبان کا نقشہ کھینچنا چاہتے ہیں ایک دفعہ ایک صحافی مجھے کہنے لگے کہ مولانا! بڑا تعجب ہوا میں نے کہا کیوں؟ کہتے ہیں کہ طالبان کے تو نام بھی ہیں انہوں نے کہا کہ ہمارا تو خیال تھا اور ہمارے ہاں یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ یہ کوئی جنگلی مخلوق ہے نہ کوئی نام ہے نہ نشان تو دہشت گردی وغیرہ کچھ نہیں ہے دہشت ان پر پڑی ہوئی ہے خوف ہے اللہ کی طرف سے کہ مسلمان اگر اٹھ کھڑا ہوا تو پھر ان کیلئے کوئی جگہ نہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ایٹم بم کا دھماکہ مت کرو اپنے نبی ﷺ کے ناموس کیلئے مت لڑو اور نبی ﷺ کے ناموس کیلئے اگر کوئی نہ لڑے اس کا جذبہ نہ ہو تو وہ مسلمان نہیں ہوسکتا ہم نے تو عاشق رسول کے جذبات پر اس ایکٹ کے ذریعے کنٹرول کرلیا ہے ظلم کیا ہے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ لیے کہ نہیں بیٹا! تم کچھ نہیں کرو گے مولانا ظفر علی خان تو کہتا ہے کہ ......

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

تو ناموس رسالت ﷺ کی تڑپ اگر کسی میں نہیں ہوگی اس کو عشق رسول کیا معلوم ہے ہمیں مل بیٹھ کر ایک تو اپنے آپ کو آزاد کرانے کا راستہ اختیار کرنا ہوگا کوئی آزاد نظام اختیار کرنا ہے جدوجہد کرنی ہوگی لیکن یہ سیاستدان اگر ہمیں چھوڑ ینگے تب بات بنے گی ورنہ پھر آزادی اللہ تعالیٰ اتنی دیر تک قائم نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ نعمت سلب کرلیتا ہے۔

نعمت آزادی سلب ہونے کی وجہ

یہ جو صورتحال ہے یہ نعمت آزادی کی بے قدری ہے خدا نے خود مثال پیش کیا پاکستان جیسے ملک کی کہ وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا

مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ (النحل: ۱۱۲)

اللہ نے فرمایا کہ ایک گاؤں تھا امن میں تھا اطمینان میں تھا آزادی میں تھا اسکو چاروں طرف سے نعمتیں آسائشیں آتی تھی لیکن اس نے اللہ کے سارے نعمتوں کی ناشکری کی، کفران نعمت کی پھر خدا نے اس بستی کو گھیر لیا، خوشحالی چلی گئی، بھوک اور خوف چاروں طرف سے اس قوم پر مسلط کیا۔

آج پاکستان دو چیزوں میں پھنسا ہوا ہے خوف اور بھوک امریکہ سے خوف ہے بلاوجہ کہ ذرا بات کرینگے تو وہ ہماری حکومت چھین لے گا کرسی چلی جائے گی ہر شخص اپنی کرسی کیلئے پوری ملت بیچ چکا ہے، گروی کر چکا ہے ملک بیچتا ہے میں ایک بار پھر صمیم قلب سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ یہاں تشریف لائے اور میری حوصلہ افزائی کی۔

(آخر میں بار ایسوسی ایشن کے صدر جناب محمد کاظم خان نے مولانا سمیع الحق صاحب کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ مولانا کی تقریر بہت اچھی تھی ایٹمی دھماکہ کے بارے میں مولانا کے خیالات آپ نے سن لیے ہیں جو قابل تعریف ہیں اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ وہ ہماری مشکلات آسان فرمائیں جو دشمنان اسلام ہیں اور ہمارے لیے مشکلات پیدا کررہے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو بھی نیست ونابود کردیں۔ میں تمام ممبران کی طرف سے ایک بار پھر مولانا کا شکریہ ادا کرتا ہوں اس موقع پر صدر ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن جناب محمد کاظم خان، نائب صدر سید نعیم الحسن شیرازی، سیکرٹری اقبال حمید الرحمٰن، فنانس سیکرٹری سلطان محمود جبکہ مولانا خلیل الرحمٰن حقانی، پیر حبیب بخش، مولانا قدرت اللہ عارف، مولانا عبید اللہ انور، مولانا سید یوسف شاہ، جناب ظہیر الدین بابر بھی قائد جمعیت کے ہمراہ تھے)

ترجمان دین: ج ۴۔۵، ش ۱۲۔۱، ۱۹۹۸ء

انسانی مجد و شرف کا حقیقی معیار
اور اسلام کی حقیقت شناسی

۲۰ نومبر ۱۹۸۶ء کو جناب مدیر الحق مولانا سمیع الحق مدظلہ کے دارالعلوم کی جامع مسجد میں خطبۂ جمعہ کو ٹیپ ریکاڈر کے ذریعہ محفوظ کرلیا گیا تھا مولانا عبدالقیوم حقانی نے اسے کیسٹ سے نقل کر کے شامل خطبات کیا جارہا ہے...... (س)

نحمدهٗ و نصلی علی رسوله الكريم قال النبی ﷺ إن الله لاينظر إلى أجسادكم ولا الى صوركم ولكن ينظر الى قلوبكم وفی رواية الى نيا تكم (مسلم: ح ٢٥٦٤)

تخلیق کائنات اور عناصر اربعہ

اس حدیث مبارک میں حضور اقدس ﷺ نے انسانیت کا معیار بیان فرمایا ہے کہ انسان کس وجہ سے انسانیت کے مقام پر فائز ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک کونسی چیز مقبولیت کا ذریعہ ہے اور کیا چیز مردود ہے اللہ نے انسان کو پیدا فرمایا اور اشرف المخلوقات بنایا یہ سب کائنات انسان کے لئے پیدا کی گئی یہ بحر و بر، یہ آسمان و

زمین ، یہ بادل ، یہ نباتات و جمادات اور عناصر اربعہ غرض ان سب کی تخلیق کا مقصد صرف اور صرف یہی تھا کہ یہ انسان کے لئے کارآمد ہوں جیسے ہم گھر میں بچوں کے لئے دنیا کی تمام ضروریات جمع کرتے ہیں چارپائی ، چٹائی ، پنکھا ، چولھا ، بجلی ، لحاف یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ گھر میں کوئی چیز گھر والوں کے کام کی نہیں ایسے ہی کائنات کی تمام تخلیقات کا مقصد، انسان کا آرام و بقا اور اس کی خدمت قرار دیا گیا ہے گویا اصل چیز جس کو اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے پیدا کرنا چاہا وہ انسان ہے باقی سب چیزیں اسباب، وسائل ذرائع اور انسان کے خادم ہیں۔

انسان خلاصہ کائنات

اللہ پاک کا ارشاد گرامی ہے إِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً میں اس کائنات میں اپنا ایک نمائندہ اور جانشین اور خلیفہ پیدا کرنا چاہتا ہوں یہ چھوٹا سا متحرک وجود جسے اللہ تعالیٰ نے انسان کی شکل میں پیدا فرمایا اسی میں سب کائنات کو سمو دیا ہے عرش سے فرش تک کا نظام کائنات اکبر کہلاتا ہے تو یہ چار پانچ فٹ کا انسان گویا کہ کائنات اصغر ہے

أتحسب انك جرم صغير
وفيك انطوىٰ عالم اكبر

انسان سے کہا گیا ہے کہ تو خود کو ایک چھوٹے وجود کی حقیر چیز سمجھ رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمام عالم اکبر کو تیرے اس چھوٹے سے وجود میں سمو دیا ہے کیا انسان میں کمالات تھے؟ بہادر اور پہلوان تھا یا تمام مخلوقات پر یہ بھاری اور طاقت ور تھا؟ ایسا نہیں، بلکہ تمام مخلوقات سے کمزور ترین مخلوق انسان ہے۔

سب سے کمزور اور محتاج مگر سب اس کے مسخر

اگر قوت و بہادری یا شجاعت و دلیری کی وجہ سے خلافت اور نیابت کا شرف اسے ملا ہوتا تو پھر چاہیے تھا کہ اللہ پاک شیر کو اپنا خلیفہ بناتے کہ وہ بہادر اور شجیع ہے اور اگر نیابت کا مدار، طاقتوری اور جسامت ہوتی، یا موٹاپا اور عظیم قامت ہوتی پھر تو چاہیے تھا کہ ہاتھی کو اللہ پاک اپنا خلیفہ بناتے، سرکش گھوڑے کو نیابت عطا فرماتے صرف یہ کیا سینکڑوں اور ہزاروں انواع کی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے جو انسان سے قوت و طاقت جسامت اور بہادری میں کئی گنا بڑھ کر ہے اور یہ بھی نہیں کہ انسان کو کھانے کی وجہ سے خلافت دی گئی ہے یا اسی غرض کے لئے اس کی تخلیق ہوئی ہے جیسا کہ اس دور میں کائنات کے تمام لوگوں کا سب سے اہم مسئلہ خوراک کا مسئلہ ہے اور آج جتنے نعرے لگ رہے ہیں نظریئے قائم ہو رہے ہیں ازم پھیلائے جا رہے ہیں یا دنیا کی بڑی اور بین الاقوامی طاقتیں اور بڑی بڑی حکومتیں ہیں ان کا نظام تعلیم، یا فلسفہ، سب کا مقصد پیٹ بھرنا اور کھانا ہے کہ بس عیش وعشرت سے زندگی گزارو اور مزے لے لے کر کھاؤ اس انداز سے ایسا معلوم ہوتا ہے اور لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ انسان کو اس لئے خلیفہ بنایا گیا کہ وہ کھانے اور عمدہ طعام تیار کرنے کا ماہر ہے پھر تو چاہیے تھا کہ اللہ پاک یہ اعزاز ایک بیل کو عطا فرماتے کہ وہ ہم انسانوں سے زیادہ کھاتا ہے اور ہاتھی کو نیابت کا اعزاز بخشا جاتا کہ وہ زیادہ خوراک کھاتا ہے آپ کائنات میں غور کریں ایک ایک مچھلی اتنا کھانا کھاتی ہے کہ وہ ہمارے تصور میں بھی نہیں آ سکتا کہ دس ہزار انسان مل کر بھی اتنا نہیں کھا سکتے۔

حضرت سلیمانؑ کی مخلوق خدا کو دعوت طعام

حضرت سلیمان علیہ السلام کو شوق پیدا ہوا کہ آج میں اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کو دعوت کرنا چاہتا ہوں تو اللہ پاک کی بارگاہ میں عرض کیا کہ ساری مخلوقات کے ایک

وقت کے کھانے کی دعوت میں تیار کروں گا آپ ان کے ایک وقت کے کھانے کا ذمہ مجھے مرحمت فرما دیں خواہ سمندر میں رہتے ہیں یا ہواؤں میں اڑتے ہیں یا خشکی میں بستے ہیں اللہ پاک نے اجازت مرحمت فرمائی، تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بڑے وسیع اور عظیم پیمانے پر انتظامات شروع کر دیئے کیونکہ ان کے ساتھ جنات اور ہمہ نوع مخلوقات تابع و معاون تھی تمام لشکروں کو مدتوں لگائے رکھا میلوں وسیع دستر خوان پھیلائے گئے جب کھانے تیار ہو گئے تو پوچھا گیا سلیمان! کس مخلوق کو پہلے آپ کے دستر خوان پر بھیج دیا جائے سمندر کی مخلوق، ہوا کے پرندے، یا انسان حاضر ہوں حضرت سلیمان نے عرض کیا اولاً سمندروں کی مخلوق کھانا کھا لے بعد میں خشکی اور فضا کی مخلوقات کو اپنی باری پر بلا لیا جائے گا، ادھر سمندر میں بھی مچھلیوں اور زندہ رہنے والی مخلوقات کے مختلف اور متعدد انواع ہیں سائنسدانوں کی تحقیق کے مطابق اب تک حیوانات میں پانچ لاکھ انواع مخلوق کی معلومات ہو چکی ہیں انسان ایک مستقل نوع ہے، بکری علیحدہ نوع ہے، گھوڑا علیحدہ نوع ہے اور ہر نوع میں اربوں کھربوں کے لحاظ سے افراد ہوتے ہیں تو سمندر کے حیوانات میں سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ارشاد پر ایک مچھلی نے سر نکالا اور دستر خوان کے ایک طرف سے کھانا شروع کیا تھا کہ ایک ہی لمحہ میں تمام دستر خوان کو نگل ڈالا اور یہ تو عام مشاہدہ کی بات ہے کہ ایسے بڑے بڑے سمندری جانور بھی ہیں جو ایک ٹکر سے جہاز کو الٹ دیتے ہیں، اب حضرت سلیمان پریشان ہوئے کہ میں کیا کروں گا؟ کیونکہ ادھر یہی مچھلی منہ کھولے حضرت سلیمانؑ سے درخواست کر رہی تھی کہ میرے لئے مزید کھانے کا انتظام کرو ابھی اس کو اپنی روزانہ کی یومیہ مقدار کا کھانا نہیں ملا تھا حضرت سلیمانؑ نے فرمایا تجھے کیا ہوا تو نے تو میرے مہینوں کی محنت اور میلوں پھیلے ہوئے دستر خوانوں کا صفایا کر دیا

ساری مخلوقات کے سامنے مجھے شرمندہ کر دیا اب اور بھی مطالبہ کر رہی ہے مچھلی نے عرض کیا اے سلیمانؑ ! آپ تو میرے ایک وقت کے کھانے پر تنگ ہو گئے اور اس کا بھی صحیح انتظام نہ کر سکے یہ آپ سے جتنا کچھ بھی کھایا ہے اللہ پاک مجھے روزانہ اس کا سہ چند عطا فرماتے ہیں، حضرت سلیمان علیہ السلام یہ سن کر اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئے اور کہا سبحان اللہ، اللہ! تیری ہی ذات رزاق ہے تو ہی اپنی مخلوق کو پالتا اور ان کے رزق کا انتظام کرتا ہے، یہ کسی انسان یا کسی بھی دوسری طاقت کا کام نہیں۔

روٹی کپڑا مکان کے لئے اللہ کے کاموں میں دخل اندوزی

بہر حال عرض یہ کر رہا تھا کہ یہ روٹی وغیرہ انسان کا مسئلہ ہی نہیں روٹی، کپڑا، مکان یہ اللہ کے اختیار میں ہے مگر انسان نے اسے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے تو اب اسی مسئلہ میں پھنس کے رہ گیا جیسے دلدل میں کوئی پھنس جاتا ہے تو نکلنا دو بھر ہو جاتا ہے مگر انسان آج تک اسی ایک روٹی کا مسئلہ حل نہیں کر سکا اگر یورپ والے ہیں یا کمیونزم ہے یا چینی نظریہ ہے سب اس لئے ہے کہ انسان کے لئے روٹی، کپڑا، مکان پورا کر لیں مگر یہ تصور غلط ہے مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ○ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ”میں نہیں چاہتا ان سے روزینہ اور نہیں چاہتا کہ وہ مجھ کو کھلائیں اللہ جو ہے وہی ہے روزی دینے والا زور آور“

ضبط تولید اور قتل اولاد کے منصوبے

یہ لوگ تو بد بخت ہیں کہ خدا کے کاموں میں دخل اندازی کرتے ہیں، منصوبہ بندی کرتے ہیں کہ آبادی بڑھ رہی ہے، وسائل بڑھ رہے ہیں رزق اگر کم ہوا تو لوگ بھوک سے مر جائیں گے برتھ کنٹرول چاہیے مگر یہ سب غیر فطری طریقے ہیں کیونکہ انسان نے خدا کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ڈھیل دے دی ہے کہ تم اب

اسے پورا کرو تکمیل کرو تو انسان اسی دلدل میں پھنس گیا کہنے لگا، بچوں کا قتل عام کرو منصوبہ بندی سے اولاد بند کرو آپریشن کراؤ کہ صرف دو بچے پیدا ہوں چین میں بڑا انقلاب آیا ہے خدا کی خدائی سے انکار اور بغاوت کر بیٹھے ہیں ایک ارب سے زیادہ انسان ہیں مگر وہ ان کی روٹی کا انتظام نہیں کر سکتے مجھے چند سال قبل جب چین جانا ہوا تھا تو اس وقت چین میں صرف دو بچوں کی اجازت تھی زیادہ بچے نہیں پیدا کئے جا سکتے تھے اور یہ قانونی جرم تھا مگر چینی حکومت دو بچوں کی شرح پیدائش سے بھی تنگ آ گئی اب سنا ہے کہ وہاں قانون یہ بن رہے ہیں کہ صرف ایک بچہ پیدا کرنے کی اجازت ہو کروڑوں بچے جو پیدا ہونے والے تھے زہریلی ادویات سے انہیں قتل کر دیا گیا اللہ کے کام میں دخل دیا تو خدا نے سزا دی کہ اپنے لخت جگر اور جگر گوشوں کو اپنے ہی ہاتھوں قتل کرا رہے ہیں چین کا کمیونزم انسان کو روٹی نہ دے سکا یورپ اور امریکا کا سارا نظام انسان کا پیٹ بھرنے اور پھر خالی ہو جانے کی گویا مشینری ہے۔

بے کس، بے بس اور محتاج انسان کی وجہ شرافت

یہ عرض کر رہا تھا یہ کھانا وغیرہ انسان کی وجہ شرافت و خلافت اور معیار نیابت نہیں اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ شادی بیاہ اور جنسی خواہشات کی وجہ سے انسان کو اشرف المخلوقات ٹھہرایا گیا کیونکہ اگر ایسا ہو تو وہ حیوانات اشرف المخلوقات بنا دیئے جاتے جو انسان سے جنسی خواہشات میں ہزار چند بڑھ کر ہیں ایک چڑیا کی شہوانی قوت انسان سے بڑھ کر ہے یہ سب چیزیں انسان کی شرافت اور مقبولیت کا معیار نہیں تھیں اور اگر انسان سب چیزوں سے بے نیاز، سب سے زیادہ طاقت ور مضبوط اور غیر منقاد قرار دیا جائے اور اس کو اس کی وجہ شرافت قرار دیا جائے تو یہ بھی غلط ہے آپ غور فرمائیں کہ مخلوقات میں سب سے زیادہ بے کس، بے بس اور محتاج انسان ہی ہے ہر ہر چیز کے ہم محتاج ہیں اور وہ

ہماری زندگی کا ذریعہ ہیں اور ہم کسی چیز کے کام نہیں آتے ہمیں تو روٹی، زمین، کاشت، پانی، فصل کٹائی، صفائی، آٹا گوندھنا سب کے لئے احتیاج ہے......

ابرو بادو مہ وخورشید و فلک درکارند
تاتونانے بکف آری و بہ غفلت نہ خوری

کائنات کے ذرے ذرے کامحتاج مگر کوئی چیز اسکی محتاج نہیں

آسمانوں کی گردش، یہ بادل، سورج، چاندتارے، پانی سب گردش میں ہیں اورمصروف کار ہیں کہ انسان کے لئے روٹی کا نوالہ بنایا جائے گویا انسان کائنات کے ذرے ذرے کامحتاج ہے انسان احتیاج کا ایک مشکیزہ ہے اگر سورج بادل، روشنی یا پانی اور ہوا وغیرہ میں سے کوئی ایک چیز بھی ختم کر دی جائے تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور بصورت دیگر اگر دنیا بھر سے انسان فنا کر دیا جائے کوئی متنفس باقی نہ رہے تو دنیا کے نظام میں کوئی کمی نہیں آتی کسی چیز کا کوئی نقصان نہیں ہوتا انسان کے نہ ہونے سے پانی، گندم، جوار، گھاس اور ہوا اور فضا کا کوئی نقصان نہیں مخلوق کی کوئی چیز انسان کی محتاج نہیں معلوم ہوا کہ دنیوی نظام ورابطہ میں انسان پر کوئی نظام موقوف نہیں۔

کائنات کی تسخیر انسان کے لئے

انسان کے لئے ساری کائنات مسخر کر دی اور اس کے تابع ومحکوم بنادی۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ	جو کچھ آسمانوں میں ہے وہ اللہ نے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے
وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي الْاَرْضِ	جو کچھ زمین میں ہے وہ اللہ نے تمہارے تابع کر دیا ہے
وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْعَام	اور مویشی اللہ نے تمہارے تابع کر دیئے ہیں
سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ	اور اللہ نے سمندروں کوتمہارے فرماں بردار کر دیا ہے
وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا	جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے

قرآن میں ہر ہر چیز کی تسخیر کا اللہ پاک نے ذکر فرمایا ہے کہ سب کائنات میں نے انسان کے بیگار میں دے دی ہے، بیگار میں نہ تنخواہ ہوتی ہے نہ روٹی دینی پڑتی ہے بس بیگار میں آنے والے کام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، خدا نے ساری کائنات انسان کے لئے گویا بیگاری میں لگا دی ہے، سورج بغیر تنخواہ کے گردش میں ہے ہوا اور دریا بغیر تنخواہ کے مسخر ہیں۔

شرافت کا معیار سیرت نہ کہ صورت

وجہ اللہ پاک نے بیان فرمائی کہ انسانیت کا معیار ومقبولیت دولت بنک بیلنس نہیں، نہ حسن و جمال اس کا معیار ہے صورت کی وجہ سے فضیلت نہیں دی صورت تو فتنوں کا باعث بنتی ہے مگر باطن اور اندر کی صفائی انسان کی نجات کا ذریعہ بنتی ہے اگر صورت پر ہوتا تو سب انسان ایک مقام پر ہوتے کہ سب کی صورت ایک جیسی ہے مگر کوئی ابوجہل ہے اور کوئی ابولہب ہے اور کوئی پیغمبر ہے کوئی ظالم ہے کوئی مصلح ہے مولانا روم فرماتے ہیں......

گر بہ صورت آدمی انسان بودے
احمد و بوجہل ہم یکساں بو دے

اگر صورت پر ہوتی تو ابوجہل و ابولہب اور ابوبکرؓ وعمرؓ کا ایک مقام ہوتا لیکن ایک طبقہ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ میں پہنچ گیا اور دوسرا رتبہ و مقام میں فرشتوں سے بھی بڑھ گیا......

آنچہ مے بینی خلافِ آدم اند
نیستند آدم غلاف آدم اند

جب اندر سے ڈھانچہ خالی ہے اور روح اندر نہیں ہے، سیرت نہیں، صورت

کیا فائدہ دے گی، جوانی ہے حسن ہے، بیماری کا ایک دورہ ہوا سارا حسن بہا کر ساتھ لے گئی بڑھاپا آتا ہے حسن ختم ہو جاتا ہے بال سفید ہو جاتے ہیں چمڑی لٹک آتی ہے دانت اکھڑ جاتے ہیں پھر اسی اولین حالت کو لوٹا دیا جاتا ہے **وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ** صورت جتنی بھی اچھی ہو فانی ہے حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص کسی حسین وجمیل لڑکی پر فریفتہ ہو گیا اور کسی شیخ کا مرید تھا اس نے ہزار چند اصلاح کی کوشش کی مگر محبت ختم نہ ہوسکی جب کوئی صورت بھی کارگر ثابت نہ ہوئی تو ایک حکیم کے ذریعہ اس لڑکی کو تیز جلاب پلا دیا جس سے مسلسل جریان بطن ہوا کہ لڑکی نڈھال، نحیف ونزار ہو گئی حسن جاتا رہا شکل بدل گئی کہ پہچانی نہیں جاتی تھی محبّ کو بلایا گیا کہ محبوبہ کے قریب آؤ اور دید و وصال کے مزے اٹھاؤ! مگر محبّ نے اس کے محبوبہ ہونے سے انکار کر دیا تو اسے بتایا گیا یہ اسی محبوبہ کا ڈھانچہ ہے جس کے تم چاہنے والے ہو، مگر جس کے تم محبّ تھے وہ فانی حسن تھا جو نجاست میں اس نے بوجہ جریان بطن کے انڈیل دیا ہے وہ غلاظت ہے اس سے غرض اس کو سمجھانا تھا کہ حسن ظاہری انسانیت نہیں بلکہ یہ تو چند روز کی رعنائی ہے زیبائش ہے تو اللہ پاک نے حضور ﷺ سے اعلان کرا دیا کہ معیار شرافت ظاہری حسن وکمال اور دنیا کی متاع و مال نہیں کہ مالدار ہو تو اللہ راضی ہوگا اور کروڑ پتی ہو تو حضور ﷺ کی شفاعت حاصل ہوگی یہ بات نہیں اللہ خزانوں کا مالک ہے۔

انبیاء کرامؑ کا محور باطنی سیرت رہا

ہمیشہ سے تمام انبیاء کرام کے محنتوں اور تعلیمات کا محور انسان کی باطنی سیرت رہی ہے حضرت یوسف علیہ السلام انتہائی حسین اور جمیل تھے حسن و جمال کی وجہ سے عورتوں کے فتنہ کا نشانہ بن گئے پریشان ہوئے، الزامات آئے، جیل میں پہنچ گئے، کئی سال مصر کے

جیل خانہ میں پڑے رہے مگر جیل کے اندر جب کمال ظاہر ہوا، نبوت وتعلیمات، وحی و بصیرت اور علم وسیرت ظاہر ہوئی تو اللہ نے آپ کو جیل سے مصر کے تخت پر پہنچا دیا صورت و شکل نے جیل پہنچا دیا تھا خود حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ قحط آرہا ہے تباہی و آزمائش آرہی ہے خزانے میرے حوالے کر دو کہ تم ان کو سنبھال نہیں سکتے......

قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّي حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ

''مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر فرمائیے میں نگہبان ہوں خوب جاننے والا''

کہ خدا نے مجھے علم ومعرفت دی ہے سیرت دی ہے میں خزانوں اور منصوبوں کو چلا سکتا ہوں یہ نہ کہا کہ میں حسین وجمیل ہوں بلکہ سیرت وکمال کا اظہار کیا **اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ** کہ مجھے علم حاصل ہے، کام سمجھتا ہوں، دیانت دار ہوں، محافظ ہوں، بددیانت نہیں عزیز مصر کو حضرت یوسف علیہ السلام نے علم ودیانت پیش کیا حسن نہیں پیش کیا اسی علم ودیانت نے یوسف علیہ السلام کو تختِ مصر پر پہنچایا۔

اسلاف کی نگاہ سیرت پر تھی نہ کہ صورت پر: عطاء ابن ابی رباح کی مثال

ہمارے اکابر اور اسلاف امت کی نظر شکل وصورت پر نہ تھی سیرت پر تھی، ہمارے بڑے بڑے اکابر علماء اسلاف امت، جو دین کے ستون اور علم کے پہاڑ تھے حضرت عطاء ابن ابی رباح، جلیل القدر تابعی ہیں امام ابوحنیفہؒ کے ہزاروں شاگرد ہیں اس قدر اساتذہ و ائمہ واکابر میں صرف آپ کے متعلق ان کا قول ہے کہ: مارایت أفضل من عطاء بن أبي رباح ''میں نے حضرت عطا سے زیادہ افضل اور بہتر استاد نہیں دیکھا''

جب حضرت عطا نے وفات پائی تو مدینہ منورہ میں ایک کہرام برپا ہو گیا اور کئی روز تک لوگ غم واندوہ میں تھے اور کہتے تھے کہ ہم سے عافیت کی چادر دور ہو گئی ما و جد نا ہ الّا کالعافیہ۔

نعمت عافیت

عافیت بہت بڑی دولت ہے نہ ہوتو پتہ لگتا ہے یہ آج اللہ نے ہم سب پر عافیت کی چادر ڈالی ہوئی ہے ہم عافیت میں ہیں بے غم ہیں، صحت مند ہیں، کھانا پینا اللہ پاک عطا فرماتے ہیں خاص کر طلبہ کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے بے غم و بےفکر کر دیا ہے ماں باپ نے اپنے دنیوی کاروبار اور ذاتی و خاندانی خدمات ترک کر کے، خالص تحصیل علم و خدمت دین کے لئے اپنے سے جدا کر دیا ہے والدین خود مزدوری کرتے ہیں محنت کرتے ہیں مگر اولاد کا پیٹ پالتے ہیں خالص عافیت ہے ابتلاء نہیں، آزمائش نہیں مگر جس انسان سے عافیت ختم ہو جاتی ہے بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے آزمائش میں گھر جاتا ہے، آفات آجاتے ہیں تب عافیت کی قدر پیدا ہوتی ہے:

اللهمّ انا اسألك العفو و العافية فى الدينى والدنيا (الترغيب والترهيب: ج۱،ص ۳۱۱)

"اے اللہ! ہم آپ سے دنیا وآخرت اور دین کے معاملات میں عافیت کا سوال کرتے ہیں"

یہ آپ ﷺ اور حضرات صحابہؓ کی محبوب دعا تھی کہ عافیت کا سوال کرو جن قوموں سے عافیت ختم ہوئی ان پر کیا گزری، ہمارے بھائی یہ افغان مہاجرین ومجاہدین افغانستان میں اپنے گھروں، باغوں میں، لطف وعیش میں تھے، امن وامان تھا، سکون تھا، اپنے گھر تھے، اپنی زمینیں تھیں، اپنی سواریاں تھیں آزادی تھی، عافیت تھی سب کچھ تھا مگر اس کی قدر نہ کی آج اللہ نے وہ نعمت چھین لی عافیت کی چادر اتار لی تو کیا حال ہوا جلاوطنی ہے، ہجرت ہے، صحراؤں اور ریگستانوں کی زندگی ہے، نہ کھانا ہے، نہ عیش و عشرت ہے اب عافیت کی چادر کا احساس ہوتا ہے بہر حال حضرت عطا گویا اہل مدینہ کے لئے عافیت تھے جب وفات ہوئے تب پتہ چلا کہ عافیت کی چادر چھن گئی۔

امام اصمعیؒ کی بدصورتی اوران کا علم وکمال

امام اصمعیؒ کا ہم سب نام سنتے ہیں لغت کا عظیم امام ہے، ان کا قول حجت ہے، علوم عربیہ کے بادشاہ ہیں، اس زمانہ میں علم کی قدر تھی غلام تھے مگر آج ہم انہیں سیدنا و امامنا سے یاد کرتے ہیں شکل وصورت کی یہ حالت تھی کہ ہارون الرشید جو ایک عظیم بادشاہ گزرا ہے ایک دنیا پر اس کی سلطنت تھی بڑا دبدبہ تھا علم کا خادم تھا اس کی ایک لونڈی تھی حسین، جمیل، شاعرہ وادیبہ، تو یہ لونڈی بڑی سرکش تھی، ناز ونخرے تھے اتنے بڑے بادشاہ کے قابو میں نہیں آرہی تھی بادشاہ پریشان تھا کہ اس قدر زر وجواہر میں لدی ہوئی ہے پھر بھی سرکشی سے باز نہیں آرہی اب ہارون الرشید کے دماغ میں تدبیر آئی ہوایوں کہ لونڈی دربار میں آئی امام اصمعی بھی تشریف فرما تھے بادشاہ نے حضرت اصمعی کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت! تشریف لایئے، یہ لونڈی آپ کے حضور بطور تحفہ پیش خدمت ہے قبول فرمائیں لونڈی یہ سنتے ہی ہارون الرشید کے پاؤں پڑ گئی روتی اور چلاتی رہی کہ مجھے آگ میں جلا دو مگر اس جیسے بدشکل شخص کو مجھے نہ دو، ہارون نے کہا کہ بس میں سمجھ رہا تھا کہ تجھے اس ترکیب سے درست کرایا جا سکتا ہے اصمعیؒ کی شکل وصورت کا یہ حال تھا مگر خدا نے علم دیا تھا فضیلت دی تھی کمالات دیئے تھے اب سب کے امام ہیں۔

جاحظ کی صورت مگر فضل وکمال میں یکتا

جاحظ ایک بڑے باکمال امام گذرے ہیں طلبہ جانتے ہیں کہ ان کا کیا مقام تھا چار ستون ہیں ادب عربی کے جس طرح فقہ کے چار امام ہیں، ان پر علوم عربیہ کی عمارت قائم ہے ان میں ایک حضرت جاحظ ہیں جن کا نام علم کی ضمانت ہے مگر شکل وصورت کا یہ عالم تھا کہ راستے میں جارہے تھے ایک بوڑھی عورت کھڑی تھی عرض کی حضرت! میرے ساتھ

تشریف لائیے! میرا تمہارے ساتھ کام ہے کچھ ضرورت ہے آپ کو ساتھ لیا اور لے جا کر ایک زرگر کی دکان کے سامنے کھڑا کر دیا اور دکاندار سے مخاطب ہو کر کہا کہ یوں بناؤ اس شخص کی طرح پھر وہ بوڑھی عورت حضرت جاحظ کو دعائیں دیتی چلی گئی کہ میرا کام ہو گیا عورت چلی گئی، جاحظ دوکاندار سے پوچھنے لگا کیا بات ہے عورت کس لئے مجھے لائی اور آپ سے کیا کہہ کر چلی گئی جب امام جاحظ نے اصرار کیا تو دوکاندار نے صورت حال بتلا دی اور کہا کہ اس عورت نے مجھے کہا تھا کہ شیطان کی صورت بنا دو سونا بھی لے آئی تھی مالدار عورت ہے تو میں نے کہا کہ شیطان کی کیا صورت ہے اور کیا شکل ہے کوئی نمونہ دکھاؤ تب بنا سکوں؟ وہ عورت آپ کو پکڑ لائی اور اشارہ کر دیا کہ یہ شخص شیطان صورت ہے اس جیسی تصویر بنا دو تو آج کسے علم ہے کہ جاحظ کی یہ صورت تھی یہ صورتیں اور ظاہری بد صورتیاں سب چھپ جاتی ہیں جب سیرت کا کمال آتا ہے سرداری، بادشاہی، علم، سیادت، قیادت قوموں کو حاصل ہو جاتی ہے۔

لہٰذا صورت کو شریعت نے معیار نہیں بنایا اصل معیار جسم نہیں ہے بلکہ سیرت ہے، اندر کے کمالات ہیں، روح ہے جس کی وجہ سے انسان ساری کائنات کا تاجدار ہے آج ساری کائنات جسم پر محنت کر رہی ہے صورت پرستی اور مادہ پرستی کا دور ہے کہ جسم کو آرام سے رکھا جائے بہترین محلات ہوں آرام کے لئے نرم بستر عمدہ اور لذیذ کھانے ہوں کپڑے، سواریاں، جہازوں میں اڑنا ہو، چاند پر پہنچنا ہو۔

مغربی علوم اور فلسفوں کا محور مادہ پرستی

آج یورپ میں جس قدر یونیورسٹیاں ہیں تعلیمات ہیں اور جس قدر فلسفے ہیں، نظریئے ہیں یورپ اور امریکہ میں یہ سب جدوجہد اس لئے نہیں کہ انسان میں انسانیت پیدا ہو، اخلاق پیدا ہو، علم و بصیرت اور روح پیدا ہو اس پر توجہ نہیں یہ سب

مادہ پرستی ہے جس کا معنی، صرف اور صرف یہ ہے کہ کھانا پینا اور نکالنا، تعلیم ہو، کلرک کی ہو بابو بن جائیں، افسری حاصل ہو، جوار کی روٹی کی جگہ ڈبل روٹی کا کھانا ہو، موٹروں میں پھریں جہازوں میں اڑیں۔

اقبال اور اکبر الہ آبادی کی صحیح نشتر زنی

بقول اکبر الہ آبادی مرحوم ....

چند دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ
کھا ڈبل روٹی، کلرکی کر خوشی سے پھول جا

اکبر الہ آبادی مرحوم بڑے پتے کی باتیں کہہ گئے ہیں انہوں نے مغربی تہذیب اور مادہ پرست لوگوں پر خوب نشتر چلائے ہیں آخر یہ مقام ہے تعلیم کی اور نتیجہ کلرکی ملا اگر بڑے سے بڑا سیکرٹری بھی کسی محکمے کا بن جائے تو وہ بھی ایک کلرک ہی ہے یہی اس کی زندگی ہے بقول اقبال......

وہ علم نہیں زہر ہے افراد کے حق میں
جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کف جو

ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ مبلغ علم ہی یہی ہے کہ تعلیم حاصل ہو کہ کلرک بن جائیں، بابو، افسر اور سیکرٹری بن جائیں ۵۰،۶۰ سال کی عمر میں پہنچے تو پنشن پائیں پھر ہاتھ میں ڈنڈا لئے سڑکوں پر ٹہلتے رہیں کہ وقت گزارنا ہے اور بعض تو وقت گذارنے کے لئے کتے پالتے ہیں یہی خلاصہ نکلا، زندگی کا پھر فائدہ کیا نکلا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ یورپ ہے یا کمیونزم والے ہیں یا روس ہے سب دنیا کو تمتع قرار دے کر مزے لوٹ رہے ہیں کوئی زندگی کا مقصد نہیں یہ انسانیت کا معیار نہیں

غیر فطری سرمایہ دارانہ نظام کا غیر فطری رد عمل

آج کی سیاست، ازم، انقلابات اس کے تابع ہو گئے امریکہ نے سرمایہ

دارانہ نظام اپنا یا حلال ہو یا حرام جواز یا عدم جواز سے کوئی سروکار نہیں بس سرمایہ جمع کرنا ہے کامیاب انسان وہی ہے جس نے زیادہ مال جمع کر لیا بینک بڑے بڑے ہوں سارے معاشرے کا خون سودی نظام کے ذریعے چوس لینا کمال بنا لیا گیا ہے ڈاکہ، سمگلنگ ،ملاوٹ ، چوری ،ظلم اس سے کوئی سروکار نہیں بس سرمایہ جمع کرو تو ایک انسان قارون کی طرح خزانہ پر بیٹھ گیا لاکھوں انسانوں کا حق مار ڈالا ،ظلم کیا، اب غربا اور مظلوم مجبور ہوئے انہوں نے غیر فطری نظام کے خلاف بغاوت کر دی ، غیر فطری نظام سے بغاوت اور ردعمل بھی غیر فطری ہوتا ہے تو اس بغاوت کے نتیجے میں کیمونزم وجود میں آیا جو روس کا لعنتی نظام ہے یہ سرمایہ داری کا ردعمل ہے جو مارکس کے فلسفہ کی صورت میں ظاہر ہوا کہ بس سرمایہ دار سے سرمایہ اور زمیندار سے زمین چھین لو، دولت چھین لو، اس کیلئے لینن اور کال مارکس نے لاکھوں انسانوں کا خون بہایا۔

پیٹ پرست تہذیبیں

خلاصہ یہ کہ آج روس ہو یا امریکہ، سرمایہ داری ہو یا اشتراکیت دونوں جگہ روٹی کیلئے انسان ٹھوکریں کھا رہے ہیں مسئلہ پھر بھی حل نہیں ہوا جوں کا توں موجود ہے میں نے چین میں ان کے وہ سب کمیونٹی سنٹر اور نظام دیکھے ہیں وہاں صبح سے شام تک کام میں رکھتے ہیں ۱۴، ۱۵، ۱۹ سال کی لڑکیاں سڑکوں پر کام کرتی ہیں ریڑھے چلاتی ہیں لوہے کی گرم بھٹیوں میں پگھلتی رہتی ہیں یہ عورتوں کے حقوق کی پامالی ہے اسلام نے انہیں آبگینہ قرار دیا ہے اور مردوں کے ذمہ ان کی ذمہ داری رکھی ہے آج کارخانوں کی آگ میں عورتیں جلتی ہیں انکی نگاہوں میں فریاد ہے میں نے پوچھا تم کیا کھاتے ہو تو کہا ہمیں روٹی کا ایک پیڑہ دیدیا جاتا ہے شام کو، یہ وہی بیل اور حیوان کی مثال ہوئی کہ سارا دن کام لو رات کو گھاس ڈال دو نہ سکون حاصل نہ راحت نہ چین ہے نہ اطمینان ۔

اصلاح قلب وعمل

بہرحال اسلام کی نظر میں اصل چیز قلب اور اعمال کی اصلاح ہے اسلام نہ تو ظاہری شکل وصورت کو دیکھتا ہے اور نہ ہی انسانیت کا معیار شرافت ، ظاہری مال ودولت ،شان وشوکت ہیں یہ سب فانی اور زوال پذیر اشیاء ہیں اسلام انسان میں بنیادی تبدیلی لاتا اور انسان کے اندر کی اصلاح کرنا چاہتا ہے اس لئے نظر معنوی چیزوں پر ہوتی ہے۔

دل کا انقلاب

اسلام سب سے پہلے انسان کے قلب میں انقلاب لانا چاہتا ہے جب دل بدلا اور دل میں انقلاب آیا تو باہر کی تمام چیزیں بدل جائیں گی اگر دل نہیں بدلا تو باہر کی تمام چیزیں تباہی اور ہلاکت اور اتمام حجت کا ذریعہ ہیں اسلام ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ مادہ پرست قوموں کی طرح ظاہری اشیاء اور مادیت کو مطمح نظر نہ بناؤ ان کو خیال میں نہ لاؤ۔ دل بدلو، دل میں انقلاب لاؤ تو یہ ساری چیزیں تمہارے قدموں میں ہوں گی ۔

مولانا روم کا عجیب انداز تعلیم

مولانا رومؒ نے مثنوی شریف میں مسلمانوں کو یہی حقیقت بڑے پیارے انداز میں سمجھائی ہے فرماتے ہیں چینیوں اور رومیوں کا صنعت وکاریگری میں زبردست مقابلہ تھا ہر قوم خود کو دوسرے سے باکمال سمجھتی تھی دونوں قوتیں ہمیشہ اس مسابقت میں رہتیں بادشاہ کو دونوں کا نزاع پیش کیا گیا صنعت وکاریگری میں کمال کے دعوے کئے گئے بادشاہ نے دونوں قوموں کے ماہرین کو ایک بڑے ہال میں بھیج دیا اور ہال کے وسط میں دیوار کھڑی کر دی کہ ایک جانب رومی اپنے کمالات کا مظاہرہ کریں اور دوسری جانب چینی اپنی صنعت وکمال اور کاریگری کے کمالات دکھائیں چینیوں نے اپنے جانب میں کاریگری، فن

کاری اور مصوری اور نقش نگار کا کام شروع کردیا دیوار کو مزین کیا اور عجیب وغریب نقش ونگار سے اس کو آراستہ کیا چھ ماہ تک چینیوں کی یہ محنت جاری رہی دوسری جانب رومی اپنے محنت میں لگے رہے انہوں نے اپنی جانب کی دیوار پر پلستر چڑھایا اور اس کو مختلف اشیاء سے مانجھنے اور رگڑنے سے خوب چمکایا اور صقیل کیا وہ شفاف اور صاف دیوار بن گئی رومیوں نے چھ ماہ میں صرف یہی کام کیا اور بس۔

چینیوں اور رومیوں کا مقابلہ

جب وقت مقرر آیا تو بادشاہ نے محل کی درمیان والی دیوار ہٹا دی ایک طرف تو چینیوں کے حسین مناظر اور دلفریب نقش ونگار تھے اور دوسری جانب رومیوں کی صیقل کردہ شفاف دیوار، جو آئینہ سے زیادہ شفاف تھی جب وسط کا پردہ ہٹا تو چینیوں کے تمام مناظر وکمالات اور حسین نقش ونگار ،رومیوں کی شفاف دیوار میں منتقل ہوگئے اور صقیل شدہ دیوار میں اور بھی چمک اٹھے گویا رومیوں نے ، چینیوں کی تمام محنت کو اپنی طرف منتقل کرلیا بادشاہ نے یہ دیکھا تو انعام رومیوں کو دیا کہ انہوں نے غیروں کے کمالات کو اپنے ہاں منعکس کرلیا کہ اصل کمال یہی ہے۔

مولانا روم فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی مثال بھی با کمال رومی کاریگروں کی طرح ہونی چاہیے کہ وہ خود کو دیوار کی طرح صیقل کردیں قلب صیقل ہوجائے تو اس میں روحانیت ، کمالات خود بخود منتقل ہوں گے راحت وآرام کا ذریعہ ہوں گے اور قلب اپنی جگہ صحیح وسالم بھی رہے گا تو اسلام، مسلمان کے دل کو رومیوں کی دیوار کی طرح جاذب اور صاف بنانا چاہتا ہے۔......

ستم است گر ہوست کشد کہ بسیر سرو سمن درآ
تو زغنچہ کم نہ میدہ ، دردل گشاء بہ چمن درآ

دل کا دروازہ کھولو اور جنت سمیٹ لو

فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو! تو خود ایک بڑا گلستان ہو اور دل کا دروازہ کھول دو اندر ایک بہت بڑا گلشن ہے جس میں جنتیں ہی جنتیں ہیں مادہ پرست لوگوں نے اپنے قلوب میں جہنم کو جمع کردیا ہے اور مسلمان کو حکم ہے کہ تم اپنے قلوب میں جنتیں سمیٹ لو اس دنیا میں بھی ایک جنت ہے اور وہ سکون وعافیت کی جنت ہے وہ قناعت وزہد، تقویٰ وطہارت کی جنت ہے وہ اعمال صالحہ کی جنت ہے ایثار وقربانی ، اللہ کی محبت اور دنیا کی بے ثباتی کے یقین کی جنت ہے، آج یورپ کے لوگ بظاہر جنتوں میں رہ رہے ہیں مگر ان کے قلوب میں دوزخ کی آگ ہے بے چین ہے مصیبتوں میں مبتلا ہیں گویا مومن کے دل کو اللہ جنت بنادیتے ہیں اور وہ باغیچہ بن جاتا ہے۔

دنیا اور آخرت کی جنتیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ اس کا معنی تو یہ ہے کہ آخرت میں، اللہ پاک اہل ایمان کو ہر چیز دوگنی اور ہر نعمت ڈبل ڈبل عطا فرمائیں گے بلکہ اس کے ایک معنی علامہ ابن تیمیہؒ نے یہ بھی کیا ہے کہ جنتیں دو ہیں ایک دنیا میں ہے اور ایک آخرت میں علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں ان فی الدنیا جنة من لم یدخلها لم یدخل جنة الاخرة ”دنیا میں بھی ایک جنت ہے جو دنیا کی جنت میں داخل نہ ہوسکے اسے آخرت کی جنت میں جگہ نہیں ملے گی“ اس دنیا کی جنت کا نقشہ باری تعالیٰ نے اس طرح کھینچا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ
اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ
نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا
تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ

”جن لوگوں نے دل سے اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھراس پر مستقیم رہے ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کراور نہ رنج کرو اور تم جنت کے ملنے پر خوش رہو جس کا تم سے پیغمبروں کی معرفت وعدہ کیا جایا کرتا تھا اور ہم تمہارے رفیق تھے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے اور تمہارے لئے اس جنت میں جس چیز کو تمہارا جی چاہیے گی موجود ہے نیز تمہارے لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے یہ بطور مہمانی کے ہوگا غفور رحیم کی طرف سے“ (حم سجدہ : ۳۰ تا ۳۲)

یعنی جس نے مادی چیزوں سے دل کے دروازے بند کردئے اور عرش کی طرف دل کا دروازہ کھول دیا تو مستقیم ہوگیا اسے پھر اللہ پاک دنیا میں عظیم مقام سے نوازتے ہے۔

خوف اور حزن سے حفاظت

اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا خوف اور حزن یہ بہت زیادہ تکلیف دہ چیزیں ہیں مسلمانوں کو بشارت ہے کہ تمہیں دنیا میں نزع کی حالت میں، برزخ میں، محاسبہ کے وقت اور آخرت میں کوئی خوف اور حزن نہ ہوگا۔

خوف کا معنی یہی ہے کہ نعمتیں جو اللہ نے دی ہیں اور اپنی نعمتوں سے مالا مال کردیا ہے مگر ہر وقت خطرہ لاحق رہتا ہے کہ کوئی چرالے گا چھین لے گا ختم ہوجائیں گے کروڑ پتی لوگ ہمیشہ اسی غم میں مبتلا رہتے ہیں محاسبہ کا خوف ٹیکسوں کا خوف، چھاپہ لگنے کا خوف، ہلاکت کا خوف، کارخانوں پر سرکاری قبضوں کا خوف، ڈاکے کا خوف، نرخوں کے گرنے کا خوف رہتا ہے دنیا دار اسی میں مبتلا رہتے ہیں۔

اور حزن یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نعمت دی ہے اور وہ زائل ہوگئی اب اس کے زائل ہونے کے بعد پریشانی و اضطراب اور بے چینی لگ گئی ہے زوال نعمت کے بعد انسان پر جو حالت آتی ہے حزن کہلاتی ہے اور نعمت موجود ہے مگر زائل ہونے کا کھٹکا

ہے یہ خوف ہے آج اہل دنیا ان ہی دو چیزوں میں مبتلا ہیں روس، امریکہ، بڑی طاقتیں، سب کچھ ہے طاقت اور حکومت ہے مگر پھر بھی باہم برسر پیکار ہیں وجہ یہ ہے کہ ان کو ایک دوسرے سے خطرہ ہے کہ حکومتیں چھین نہ لی جائیں اپنے اقتدار وحکومت کے تحفظ کے لئے ہر ایک دوسرے پر حملہ آور ہے۔

خوف اور حزن دو عظیم مصیبتیں

خوف اور حزن دونوں عظیم مصیبتیں ہیں جو دنیا میں انسان کو مفلوج کرکے رکھ دیتی ہیں مگر جن لوگوں کو اللہ نے ان دونوں ابتلاؤں سے محفوظ رکھا ہے وہ بڑے مزے میں ہیں مال چلا گیا تو چلا جائے کہ اللہ نے دیا تھا اب لے لیا بیٹا فوت ہوگیا تو اللہ نے اپنی امانت واپس لے لی اور اسی طرح حزن نہیں ہے کہ صحت چلی گئی حزن نہیں اللہ کی تقدیر پر راضی ہے تو جن لوگوں کو عدم خوف اور عدم حزن کی بشارت مل جائے اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا کا اعزاز مل جائے وہ دنیا میں بھی جنت میں ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی جنت میں ہوں گے جس کا وعدہ کیا گیا تھا۔

كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ .... مستقل بشارت ہے
نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ .... مستقل بشارت ہے
وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ ...... مستقل بشارت ہے
وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ .... مستقل بشارت ہے
اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا .... مستقل بشارت ہے

گویا شاعر نے کہا تھا......

جنت آں جا کہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

جنت وہی ہے جس میں دل کی تکلیف نہ ہو، روح پریشان نہ ہو ہمارے اکابر

اور اسلافِ امت کو دل کی جنتیں حاصل تھی مصائب آئے تکالیف آئیں وہ سب خندہ جبینی سے برداشت کرتے رہے بیماریاں آئیں وہ کسی قسم کا جزع وفزع رونا دھونا اور پریشانی وبے اطمینانی کا اظہار نہ کرتے ہر حال میں شاکر رہتے۔

دل کا اطمینان اور عمران بن حصینؓ

حضرت عمران بن حصینؓ ایک جلیل القدر صحابی ہیں اللہ نے انہیں بڑی عمر دی تھی بصرہ میں قیام تھا دین کا سرچشمہ تھے حضرت عمرانؓ قضا کے منصب پر فائز تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ابتلاء وآزمائش کی بشارت بھی دی تھی اور ترمذی شریف میں یہ حدیث جگہ جگہ منقول ہے نهى عن الكّى کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوہے سے داغنے سے معالجہ کو منع فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پسند نہ تھا کہ مومن اور اہل ایمان بندے لوہے سے داغنے کے طریقہ علاج کو اپنائیں آپ ﷺ کی اس سے غرض یہ تھی کہ مسلمان خدا کی ذات پر بھروسہ کریں تو حضرت عمرانؓ رویا کرتے تھے کہ ہمیں حضور ﷺ نے اس طریقہ سے منع فرمایا تھا مگر اس کے باوجود اس کو اختیار کیا گیا تو اس سے کوئی فرق نہ ہوا صحت نصیب نہ ہوئی تو ہم تکلیف میں مبتلا کر دیئے گئے۔

بہر حال حضرت عمران جیسے عظیم اور جلیل القدر صحابی، کہ علماء فرماتے ہیں کہ اس دنیا میں فرشتے ان سے مصافحہ کرتے تھے ان کا مقام بھی ایسا تھا کہ صابر اور شاکر رہتے تھے بڑے بڑے تکالیف اور شدائد پر ان کا قلب متاثر نہ ہوا۔

حضرت عمرانؓ کا صبر وشکر

وہی حضرت عمرانؓ بیمار ہوئے، بواسیر کی بیماری ہوئی فبقى على سريره ثلثين سنةً صابراًو شاكراً وحامداً علماء لکھتے ہیں تیس سال تک چارپائی پر پڑے رہے، چارپائی پھاڑ دی گئی تھی، خون رستا تھا، تیس سال ایسی حالت وآزمائش میں گذارے مگر

حامد وشاکر اور صابر رہے بڑے بڑے تلامذہ، تابعین نے ان کے عجیب وغریب اور ایمان افروز حالات لکھے ہیں ایک شاگرد کافی دنوں بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوا ملاقات کے لئے، حضرت عمرانؓ بہت ناراض ہوئے اور کہا تم نے مجھے بھلا دیا، شاگرد رویا اور عرض کیا حضرت! آپ مجھ سے بھولے نہیں ہر گھڑی مجھے یاد رہتے ہیں مگر آپ کی یہ حالت، یہ بیماری اور شدتِ علالت دیکھنے کی تاب نہیں، برداشت نہیں، حضرت عمرانؓ ان کی اس بات پر مزید ناراض ہوئے اور فرمایا۔

دیکھو! میں نے تو اس علالت اور بیماری کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور تحفہ قرار دیا ہے اسے خدا کا انعام سمجھتا ہوں انسان کے ساتھ جب اس کا محبوب ہو اور وصال محبوب کی کیف ومستی میں مستغرق ہو تو اس کو تکلیف یا رنج والم کا خیال نہیں ہوتا تو میرے لئے بھی یہ تکلیف اور بیماری یہ علالت، مصیبت ابتلاء اسے میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ محبوب چیز سمجھ رہا ہوں معبود برحق اور محبوب حقیقی کا تحفہ ہے اگر یہ تکلیف چند لمحے مجھ سے جدا ہو جائے تو مجھے اس پر کوفت ملال ہوتا ہے علماء لکھتے ہیں کہ حضرت عمرانؓ کا سارا بدن کمزور اور لاغر ہو گیا تھا ۳۰ سال سے طویل مرض اور خونی بواسیر کا مرض تھا مگر اس کے باوجود ان کا چہرہ سرخ وسفید تروتازہ اور ایسا شاداب تھا اور اس میں ایسی رعنائی تھی کہ لوگ محسوس نہ کر سکتے کہ وہ واقعتاً بیمار بھی ہیں دل خوش ہو تو چہرہ پر اس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں انہوں نے دل کو اللہ کی محبت واطاعت سے منور کر لیا تھا۔

عروہ بن زبیرؓ اور بے مثال صبر وتحمل کا مظاہرہ

اسی طرح تاریخ میں دوسرا واقعہ مشہور تابعی حضرت عروہ بن زبیرؓ کا منقول ہوتا چلا آیا ہے حضرت عروہؒ مدینہ منورہ کے قراء سبعہ میں سے ایک ہیں آج کی اصطلاح کا قاری مراد نہیں بلکہ اس زمانہ میں جید علماء اور اساطین علم کو قراء کہا جاتا تھا۔

حضرت عروہؓ کے دو بھائی اور بھی ہیں عبداللہ بن زبیرؓ جو عظیم اور جلیل القدر صحابی ہیں خانہ کعبہ کے محاصرہ میں شہید ہوئے حضرت اسماءؓ کے بیٹے ہیں اور مصعب بن زبیرؓ ہیں تینوں بھائی ایک مرتبہ حرم شریف میں بیٹھے تھے اور تینوں نے اپنے اپنے مستقبل کی دعائیں مانگیں عبداللہ بن زبیرؓ نے دوسری دعاؤں کے ساتھ یہ دعا بھی کی کہ اے اللہ پاک! مجھے حجاز کی حکومت عطا فرمادیں حضرت مصعب بن زبیرؓ نے دعا کی کہ عراق اور شام کی حکومت مل جائے عروہ بن زبیرؓ نے دعا کی کہ اللہ! مجھے دین اسلام کا خادم بنا دے اور علوم حدیث کی نشر و اشاعت میں میری زندگی گزرے اور خدا مجھے اتنی فراخی دے کہ طلبہ پر خرچ کرتا رہوں تاریخ نے تینوں کی دعائیں اور نتائج محفوظ کر لئے ہیں چنانچہ دعائیں قبول ہوئیں عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس حجاز کی حکومت آئی اور اسلامی تاریخ میں ان کی شخصیت کو اہم مقام ملا۔

حضرت مصعب بن زبیرؓ کو عراق کی حکومت ملی اور عروہ بن زبیرؓ کو اللہ نے مدینہ منورہ میں علوم نبوت کا جید عالم اور مرجع طلبہ بنادیا ان کا ایک بڑا باغ تھا جب فصل تیار ہوجاتی تو اعلان کردیتے کہ طلبہ اور فقراء آئیں اور اپنا اپنا حصہ لے جائیں شب و روز علم حدیث اور اسلامی علوم کی ترویج اور اشاعت اور خدمت میں مصروف رہتے۔

یہی حضرت عروہ بن زبیرؓ بنی امیہ کے زمانے میں بیمار ہوئے ان کی شخصیت عظیم شخصیت تھی مدینہ منورہ کے امام تھے بنی امیہ کے بادشاہ اور بنی عباس کے بادشاہ عمومی طور پر اہل علم کی بہت زیادہ قدر کرتے تھے ان کو احساس تھا کہ علماء کی قدر و منزلت کی جائے۔

بڑے بڑے ڈاکٹر حضرت عروہؓ کے علاج پر مقرر ہوئے اور یہ ولید بن عبدالملک کا زمانہ تھا جو بنی امیہ کا حکمران تھا ڈاکٹر نے کوشش کی مگر ناسور بڑھ رہا تھا اور کوئی طریقہ اس کے معالجہ کا کارگر ثابت نہیں ہورہا تھا آخر ڈاکٹروں نے پاؤں کے کاٹنے کا فیصلہ کرلیا دمشق

اس زمانے میں بنی امیہ کا دارالخلافہ تھا اور قصر الخضراء جس میں وہ بادشاہ رہا کرتے تھے جیسے آج کل وائٹ ہاؤس (قصر البیضاء) وغیرہ کی اصطلاح ہے۔

حضرت عروہ بن زبیرؓ اسی محل میں لائے گئے مشہور ڈاکٹرز اور ماہر اطباء جمع تھے آپریشن کا فیصلہ کیا گیا اس زمانہ میں علاج معالجے کی موجودہ ترقیاں کب تھیں نشہ وغیرہ موجود ترقی یافتہ شکل میں نہیں تھا لوہے کو آگ پر گرم کر کے جسم پر رکھتے گوشت کاٹتے، مریض یہ سارا منظر آنکھوں سے دیکھتا ہڈیاں کاٹتے مگر عمل سے قبل مریض کو بے ہوش کرتے، جب حضرت عروہ کے پاس بے ہوش کرنے کا سامان لایا گیا تو آپ نے شدت سے انکار کردیا ادھر ولید انتہائی بے چین تھا اور اپنے کمرے میں مضطربانہ چکر لگا رہا تھا کہ خدا جانے کیا ہوگا اور کیا گزرے گی؟ حضرت عروہؓ نے فرمایا مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو بے ہوش کئے بغیر آپریشن کا عمل کردو، تو ڈاکٹروں نے انہیں بے ہوش کئے بغیر آپریشن شروع کردیا ڈاکٹر اور اطباء حیران تھے کہ اس قدر شدت تکلیف اور عمل آپریشن کے باوجود حضرت عروہؓ جزع فزع اور اف کئے بغیر سارا منظر آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور صبر کئے آرام سے پڑے ہیں گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ ان کا آپریشن جاری رہا اور بیداری اور ہوش کی حالت میں ان کا پاؤں کاٹ دیا گیا۔

مصیبت کو محبوب کا عطیہ سمجھا

لوگوں نے پوچھا اس قدر شدید تکلیف میں آپ کیسے صبر کئے ہوئے تھے انہوں نے فرمایا میں نے اپنا قلب اپنے اللہ کی طرف متوجہ کرلیا اور میرا یقین تھا کہ یہ تکلیف ومصیبت، یہ پریشانی اور غم یہ درد والم اللہ کا دیا ہوا ہے میں اس احساس میں اس قدر مست ہوگیا کہ مصیبت کی طرف توجہ ہی نہ رہی یہ ہے دین اسلام کی تعلیم کہ انسان جب نعمت ومصیبت کے فلسفہ کو سمجھ لیتا ہے تو اس کو درد والم اور ہر غم اور ہم میں اپنے خالق

کا اور اپنے اللہ کا دھیان رہتا ہے حضرت عروہؓ کا پاؤں کاٹا گیا مگر ان کے قلب کو کوئی زحمت نہ ہوئی اور یہ تکلیف وغیرہ تو قلب کی وجہ سے ہوتی ہے جب پاؤں کٹ گیا توانہوں نے ڈاکٹروں سے کہا کہ یہ پاؤں مجھے دے دو، اپنا پاؤں ہاتھوں میں لے کر کہنے لگے اے پاؤں! تو گواہ رہ عروہ نے تجھے کبھی گناہ میں استعمال نہیں کیا تو قیامت کے روز یہ گواہی دے گا کہ عروہ نے مجھے گناہ کے لئے نہیں اٹھایا۔

مصیبت زدہ اعرابی سامان عبرت

ایسی حالت میں ایک اعرابی آیا جو شور کررہا تھا چیخ رہا تھا اس کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ مجھے امیر المؤمنین کے پاس پہنچا دو بادشاہ نے سنا تو فرمایا اسے آنے دو، بات کیا ہے؟

جب بادشاہ کے پاس گیا تو وہ رو رہا تھا اندھا اور بہرہ تھا آنکھیں باہر نکل چکی تھی کہا جی میں فلاں جگہ سے آرہا تھا راستہ میں صحرا آیا جہاں پڑاؤ ڈالا میرے ساتھ اہل خانہ اور بچے تھے مال مویشی تھا کچھ زندگی کے اسباب تھے مگر کچھ درندوں نے تباہ کردیا اور کچھ ڈاکوؤں نے لوٹ لیا، درندوں نے میرے بچے ہلاک کردئے میں لٹ گیا میں ایسی حالت میں حاضر ہوا ہوں اور فریاد کررہا ہوں، ولید نے کہا اس مظلوم کو حضرت عروہؓ کے پاس لے چلو، تاکہ اسے اپنی نعمت کی اور زیادہ قدر ہوجائے کہ اعرابی کی حالت دیکھ کر اسے منعمِ حقیقی کے انعامات واکرام کا مزید احساس او رجذبہ تشکر وسپاس پیدا ہوجائے گا۔

نعمت ومصیبت حضرت تھانویؒ اور حضرت امداد اللہؒ کی نظر میں

حکیم الامت حضرت تھانویؒ (جو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ ہیں) نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ ہم مکہ معظّمہ حاضر ہوئے حضرت حاجی امداد اللہؒ کی مجلس میں، وہ نعمتوں اور مصیبتوں کے فلسفہ پر بحث فرمارہے تھے کہ نعمتیں بھی اللہ کی طرف سے نعمت

ہوتی ہیں اور مصیبتیں بھی اللہ کی طرف سے نعمت ہوتی ہیں عجیب وغریب بحث کررہے تھے کہ تکلیف ومصیبت پر رونا دھونا نہیں چاہیے تھے بلکہ اللہ کی مرضی پر راضی ہونا چاہئے اسی دوران مجلس میں ایک صاحب حاضر ہوئے جو رو رہے تھے اور پریشان تھے، کراہ رہے تھے، ان کے جسم پر ایک پھوڑا نکلا تھا، جس کے درد سے وہ بے چین تھے کہہ رہے تھے کہ حضرت! مصیبت ہے، درد والم ہے میرے تحمل سے یہ باہر ہے حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ ہم بھی اسی مجلس میں بیٹھے تھے اور دل میں وسوسہ آیا کہ حضرت حاجی صاحب ابھی یہ تقریر فرمارہے تھے کہ مصیبت بھی ایک نعمت ہے جو اللہ کی طرف سے ہے ادھر یہ آدمی رورہا ہے کہ میں مصیبت سے اور درد والم سے ہلاک ہورہا ہوں، تکلیف میں ہوں، حاجی صاحب اسے کیسے نعمت قرار دیتے ہیں یہ وسوسہ ہمارے دل میں آیا تو حضرت حاجی صاحب نے فوراً وہی مضمون شروع کردیا اور فرمایا اس مریض کے لئے دعا کردیجئے! اور دعا کرنے لگے کہ بارِالٰہا! یہ تکلیف بھی آپ کی طرف سے نعمت ہے، عظیم نعمت ہے یہ پھوڑا اور یہ درد وغم بھی نعمت ہے اس کی ٹیس بھی نعمت ہے مگر اے اللہ! یہ شخص کمزور ہے متحمل نہیں اس نعمت کا، اللہ! اس نعمت کو عافیت کی نعمت سے بدل دے بعض اوقات جب صحت نہ ہو، تحمل نہ ہو، تو دنیوی نعمتیں بھی کڑوی لگتی ہیں چینی بھی کڑوی لگتی ہے۔

یہ مصیبت بھی نعمت ہے مگر ظرف پر ہے کہ تم اس کو برداشت بھی کرسکتے ہو یا نہیں؟ تو حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے اپنی دعا میں ہمارے سارے وسوسے دور کردئے بہرحال اسلام اولاً قلب کا علاج کرتا ہے جب قلب اور روح درست ہوجائیں تو سارا جسم درست رہے گا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ألا وإن في الجسد لمضغة إذا صلحت صلح الجسد كله وإذا فسدت فسد الجسد كله ألا وهي

القلب(بخاری: ح ۵۲) ''جسم میں ایک ایسا ٹکڑا ہے اگر وہ درست رہا تو سارا جسم درست رہے گا اور اگر وہ خراب ہوا تو سارا جسم خراب رہے گا'' جب دل درست ہوا تو ہاتھ پاؤں کٹ جانے سے انسان پھر بھی باقی رہے گا اور انسان کہلائے گا......

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ تو نہ مر جائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

مطلب یہ ہے کہ اگر دل مرجائے تو زندگی نہیں، جسم میں فاسد مادہ ہے جہاں سے پیپ بنتی اور سارے جسم میں پھیلتی ہے ڈاکٹر کا کام ہے کہ اسی فاسد مادہ کا علاج کرے اگر آپ مریض ہیں اور آپ کسی عطائی دکاندار کے پاس چلے گئے اور وہ اصل فاسد مادوں کا علاج نہ کرے اور ظاہری زخم پر مرہم رکھ دے اس سے ظاہر زخم تو دب جاتا ہے مگر فاسد مادے کا ازلہ نہیں ہوسکتا بلکہ وہ اندر ہی اندر بڑھتا رہتا ہے اور پھر کسی وقت شدت سے سارے وجود کی ہلاکت کا باعث بن جاتا ہے اور اگر ایک ماہر ڈاکٹر اور حکیم حاذق سے علاج کرایا جائے وہ اوّلا مرض کی تشخیص اور تحقیق کرے گا اور جڑ تک اور اصل تک رسائی حاصل کرے گا کہ یہ فاسد مادہ کہاں سے پیدا ہو رہا ہے جب فاسد مادے کا اندر سے علاج ہو جائے تو باہر کے زخم خود بخود درست ہو جائیں گے۔

انفرادی اجتماعی اور ملی جسم کے پھوڑے

جس طرح انفرادی جسم پر پھوڑے نکلتے ہیں اسی طرح ہمارا ایک اجتماعی اور ملی جسم ہے مسلمان معاشرہ سارا ایک جسم ہے اس معاشرہ میں بھی کبھی کبھار فاسد مادہ اپنا اثر دکھاتا ہے اور پھوڑے اٹھواتا ہے کبھی قاتل کی شکل میں، کبھی ڈاکو کی شکل میں، کبھی دروغ گوئی کی شکل میں، کبھی زانی کی شکل میں، کبھی قومی مجرم کی شکل میں یہ سب اجتماعی قسم کے زہریلے اور خطرناک پھوڑے ہیں یہ سب اعمال جرائم ڈکیتیاں ، دنیا پرستی قتل واغواء، خواہشات اجتماعی جسم کے پھوڑے ہیں۔

علاج کے سارے عطائی طریقے ناکام

ہر دور میں اہلِ دنیا اجتماعی جسم کی اصلاح پر کوشش کر رہے ہیں دنیا کے حکماء اس کا معالجہ کر رہے تھے مگر سب عطائی تھے بعض لوگوں نے کہا کہ معاشرہ میں جو بغاوت اور سرکشی انسان میں آئی ہے اس کا علاج طبقاتی تفاوت کا خاتمہ ہے، ایک شخص بہت زیادہ مالدار ہے مگر دوسرا غریب ترین شخص ہے جو غربت میں پیس رہا ہے وہ جرائم وبدامنی اور بداخلاقی پر مجبور ہوتا ہے مگر یہ علاج درست ثابت نہیں ہوا کیونکہ صرف غربت کی وجہ سے انسان ظالم اور ڈاکو نہیں بنتا اس لئے کہ مالدار غرباء سے بڑھ کر جرائم پیشہ ہے غریب ایک بار کسی جرم وگناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو مالدار دس چند اس کا مرتکب بنتا ہے کہتے ہیں کہ سپاہی کی تنخواہ تھوڑی ہے اس لئے وہ رشوت پر مجبور ہوتا ہے لہٰذا سپاہیوں کی تنخواہ بڑھا دی جائے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ سپاہی اگر دس روپے کی رشوت لیتا ہے تو تھانیدار سو روپے کی رشوت لیتا ہے ڈی ایس پی کا ریٹ ہزار روپے ہے ایس پی کا ریٹ دس ہزار روپیہ ہے اور جوان سے بڑے آفیسرز ہیں ان کا ریٹ ان سے بڑھ کر ہے، معلوم ہوا کہ عہدہ اور منصب کا تفاوت بھی ان جرائم کی وجہ نہیں اگر چھوٹا افسر ظالم ہے تو بڑے درجہ کا افسر اس سے بڑھ کر ظالم ہے جس قدر فساد دولت مند اور امراء کے طبقہ میں ہے اتنا فساد معاشرہ کے غرباء میں نہیں تو طبقاتی تفاوت کا خاتمہ اصلاحِ انسانی کی وجہ نہیں قرار دیا جاسکتا بعض نے کہا سخت اور شدید ترین قوانین اور تعزیرات ہونے چاہیے انسان کو مکمل گرفت میں لانا چاہئے کہ چوری، ڈاکہ، قتل اور بدامنی نہ پھیلا سکے۔

مغربی قوموں نے انسان کو سرکش گھوڑا بنایا تو سارے قوانین کا شکنجہ بے کار

مغربی حکومتوں کا سارا زور قوانین پر ہیں حالانکہ یہ بھی علاج نہیں، انسان اشرف المخلوقات ہے مگر مغربی قوموں نے اسے سرکش گھوڑا بنایا ہے جس کو قوانین کی لگام

اور شکنجہ ڈال دیا گیا مگر جب تک اندر کی اصلاح نہ ہو قوانین بے کار ہیں امریکہ عاجز آچکا ہے اس کے سارے قوانین بے کار ہو چکے ہیں امریکہ شراب سے تنگ آیا تو ممانعت کا قانون جاری کردیا اور شراب کو بند کردیا مگر لوگوں نے قانون سے بچنے کے عجیب وغریب طریقے نکالے کہ حکومت بھی حیران رہ گئی قانون کے ٹکڑے ٹکڑے کردئے اور سائیکل کے ٹائروں اور ٹیوب میں شراب بھر کر دفتروں میں لانے لگے ایسے ہزاروں طریقے نکالے کہ حکومت کے قانون کی دھجیاں اڑادیں، پہلے اگر دس من شراب بنتی تھی اب وہ سینکڑوں من تک پہنچ گئی قانون سے بچنے کے لئے سینکڑوں راستے ہیں جہاں ریگن، گوربا چوف اور حکمرانوں کی رسائی نہیں ہوسکتی ہزاروں بھٹیاں قائم ہوئیں بالآخر امریکہ مجبور ہوا اور امتناع خمر کا قانون واپس لے لیا۔

منشیات کے خلاف مغربی جنگ کو اس کے خلاف استعمال کرنا چاہیے

آج امریکہ ہیروئن کے خلاف جنگ کررہا ہے وہاں کے لوگ اس سے تباہ ہورہے ہیں ان کے اخلاق وکردار زوال پذیر ہیں وہ ساری دنیا کی منت کرکے کروڑوں، اربوں روپے کی لاگت سے پاکستان میں اس کو بند کرانے کی کوشش کررہا ہے مگر میرا نظریہ یہ ہے کہ اگر اس ہیروئن اور نشہ کی لعنت میں خود ہمارے مسلمان ملوث نہ ہوتے تو ہر ممکن طریقہ سے یہ ہیروئن، چرس وافیون امریکہ پہنچادینی چاہیئے یہ گویا ایک قسم جہاد ہوتا میں نے ایک مرتبہ یہ بات پارلیمنٹ میں کردی تھی تو سب نے مجھے کہا مولانا! تمہیں ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں امریکہ کو کون ناراض کرسکتا ہے میں نے ارکانِ پارلیمنٹ سے کہا ارے خدا کے بندو! انہوں نے تو کئی صدیوں سے ہمیں تباہ کرکے رکھ دیا ہے ہیروئن کے نشوں سے زیادہ مضرت رساں بدترین تہذیب، مغربیت، فحاشی، لادینیت وی سی آر کی لعنت بھیج کر ہماری تہذیب وتمدن کو تباہ کرڈالا ہمیں جسمانی اور ذہنی غلام

بنادیا ہم اگر انہیں ٹینک، توپ اور میزائل سے تباہ نہیں کرسکتے اس راہ سے تو انہیں ضرر پہنچا سکتے ہیں اس زہر سے برباد ہوجائیں تو بہتر ہے کہ ساری انسانیت ان کے مظالم سے کراہ رہی ہے اور نالاں ہے ہیروئن کی یہ لعنت وہاں تو پہنچے گی یا نہیں مگر کراچی تک پہنچتے پہنچتے ہمارے سینکڑوں جوانوں کو شکار کرلیتی ہے اب وہ ہزاروں راستے بنارہے ہیں قانون بنارہے ہیں تو قانون جرائم اور گناہ کو ختم نہیں کرسکتا۔

قانون سے پہلے اندرونی اصلاح

قانون کی حیثیت اپنی جگہ مسلم، مگر اس سے بڑھ کر اولین اقدام اصلاح معاشرہ کا ہے وہ معاشرہ کا اندرونی اصلاح ہے اسلام اندر کی اصلاح کرتا ہے اب یہ ظاہری قانون ہے ہیروئن لے جانا بند ہے مگر اخبارات میں آپ دیکھتے ہیں کہ چھوٹے بچوں کا پیٹ پھاڑ کر اس ہیروئن سے بھردیتے ہیں پھر عورتیں اسے سینے سے لگا کر سرحدیں عبور کرتی ہیں یہ ایک مثال ہے ایسی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں تو انسان ایک سرکش گھوڑا نہیں کہ لگام سے تھام لیا جائے اور ڈنڈے کے زور سے کام کرے۔

ڈاکو ابوالہیثم کی امام احمد بن حنبل کو استقامت کی نصیحت

حضرت امام احمد بن حنبلؒ بڑی بڑی عظیم آزمائشوں میں مبتلا ہوئے اور بنوعباس کے دور میں ان کو بڑے مصائب، تکالیف اور شدائد کا سامنا ہوا مگر ان کی استقامت پہاڑوں کی طرح مضبوط تھی ان کی پیٹھ سے خون کی دھاریں بہہ رہی تھیں مگر مسئلہ حق میں ان کے پاؤں میں لغزش اور ڈگمگاہٹ نہیں آئی، امام احمد بن حنبلؒ کبھی کبھا راٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے کہہ دیتے رحم اللہ أباالھیثم ''اللہ پاک ابوالہیثم پر رحم فرمائے'' لوگوں نے پوچھا کہ یہ ابوالہیثم کون خوش نصیب انسان ہیں کہ آپ اٹھتے بیٹھتے ان کے لئے دعا گو رہتے ہیں؟ فرمایا! ابوالہیثم کے ہاتھوں میں ہلاکت وتباہی سے محفوظ رہا ابوالہیثم بنی عباس

کے دور کا مشہور اور بدنام ڈاکو تھا امام نے کہا جب حکومت مجھے گرفتار کر کے جیل بھیج رہی تھی اس وقت ابوالہیثم جیل سے نکالا جارہا تھا تو وہ میرے پاس بھاگتا ہوا آیا اور چپکے سے میرے کان میں کہا کہ دیکھو! میں مشہور ڈاکو ابوالہیثم ہوں آپ اللہ تعالیٰ کی راہ میں آزمائش وابتلاء میں ہیں اور میں صرف چند ٹکوں اور دنیا کی حقیر اور فانی چیز کے لئے بارہا جیل میں گیا ہوں کوڑے کھاتا اور سزائیں بھگتتا ہوں میں بیسوں مرتبہ جیل جاچکا ہوں مگر جونہی ہی رہائی ملتی ہے پھر اپنے کام ڈاکہ زنی میں مصروف ہوجاتا ہوں تو آپ اللہ کے دین کے لئے جیل جارہے ہیں خبردار! آزمائش میں ناکام نہ ہوجائیں اور اپنا مشن ترک نہ کریں امام احمد حنبلؒ نے فرمایا اس وقت استقامت کا سبق اس مقام کے تحصیل وجذبہ کا شوق پیدا ہوا بہرحال یہ عرض کررہا تھا کہ جرائم کو صرف قوانین اور ضوابط سے نہیں روکا جاسکتا اس کیلئے اندر کا انقلاب، ضمیر کی پاکیزگی اور دیانت کا معاشرہ قائم کرنا ہوگا۔

وآخردعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

ضبط وترتیب: مولانا عبدالقیوم حقانی

الحق: ج۲۲، ش۲-۳، نومبر-دسمبر ۱۹۸۶ء

قیام پاکستان کے پچاس سال

یا نقض میثاق کی نصف صدی

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے عیدالفطر کے موقع پر اکوڑہ خٹک کی مرکزی عیدگاہ میں مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۹۲ء کو مختصر خطاب فرمایا تھا وہ ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے حافظ محمودالحسن متعلم دارالعلوم حقانیہ نے محفوظ کیا الحق کے شکریہ کے ساتھ شامل خطبات کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

الحمد لحضرة الجلاله والصلوة والسلام علی خاتم الرساله أما بعد فأعوذ باللّٰه من الشيطان الرجيم بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ

آغاز سخن

واجب الاحترام بھائیو!

وقت کم ہے اور ہماری کوشش یہ ہوگی کہ وقت مقررہ پر ٹھیک نو بجے نماز کھڑی ہوجائے لیکن بہت بڑا ہجوم اور اجتماع ہے اور گردنواح سے لوگ بہت بڑی تعداد میں آرہے ہیں تو اگر ان کی وجہ سے پانچ دس منٹ کی تاخیر بھی ہوجائے تو آپ جلد بازی نہ کریں اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار میں ہم سب جمع ہیں یہ ایک ایک لمحہ اپنے لیے غنیمت

سمجھیں یہ لہو ولعب اور میلے ٹھیلے کا دن نہیں، نہ یہ چیزیں آخرت میں کام آئیں گی بہت سے لوگوں پر نماز کا یہ وقت بہت گراں ہوتا ہے اور انتظار نہیں کر سکتے جیسے جیل میں ایک قیدی ہو اسی طرح مسجد منافق کیلئے جیل کی مانند ہے اور مومن کیلئے گویا جنت ہے تو بہت سے لوگ ہماری اس جلد بازی کی وجہ سے محروم ہو جاتے ہیں۔

مسلمانوں کی عیدیں اور عبادات ضبط نفس سے وابستہ

محترم بھائیو! کسی خاص موضوع پر تقریر کا وقت نہیں چند محدود منٹ ہیں صرف اتنا عرض ہے کہ آج اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت بڑی نعمت سے نوازا ہے جو رمضان کی نعمت تھی، قرآن کی نعمت تھی اور قیام اللیل کی نعمت تھی آج ہم اسی خوشی میں جمع ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان عظیم نعمتوں سے نوازا ہے، مسلمانوں کی عیدیں عبادات کے ساتھ وابستہ ہیں قومیں ملک فتح کرتی ہیں تو جشن مناتی ہیں، موسم بدلتا ہے تو عید ہوتی ہے ایک بادشاہ ملک فتح کرتا ہے یا پیدا ہوتا ہے تو ان کی عید ہوتی ہیں ہماری عید ان باتوں پر نہیں ہماری عید اللہ نے اپنی بندگی اور عبادات سے وابستہ کی ہے آج ہم اس لیے خوشی کا اظہار کر رہے ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے انعام کو جو روزہ تھا اور جس کے ذریعے ہم نے ایک بڑے دشمن پر قبضہ کیا جو ہمارا نفس ہے، اپنے نفس کو کنٹرول کرنا اور اس کو اپنے قبضے میں کرنا یہ بہت بڑی بہادری ہے، انسان کیلئے کسی ملک کو فتح کرنا اور ایک بڑے دشمن کے قلعہ کو فتح کرنا اتنا بڑا کام اور بہادری نہیں ہے کہ جتنی انسان کے لئے اپنی نفس کو قابو میں رکھنا اور اسے دبانا، اللہ تعالیٰ نے روزہ اس لئے مقرر کیا ہے کہ اے انسان! تم اشرف المخلوقات ہو تم حیوان نہیں ہو حیوان اپنی خواہشات کنٹرول نہیں کر سکتا تم انسان ہو اور انسان اس وجہ سے انسان ہے کہ اللہ نے اسے یہ طاقت دی ہے کہ وہ اپنے نفس کو کنٹرول کر سکے، وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى ”جس نے

نفس کو خواہشات سے منع کیا جنت اس کیلئے ماوی اور ٹھکانہ ہے“

محترم بھائیو! یہ خوشی کا دن ہے لیکن عبادت رجوع الی اللہ انا بت الی اللہ اور رونے کیلئے ہم عید گاہ آتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں تو بہت بڑا موقع عطا فرمایا تھا ”اے اللہ! ہم آپ کے شکر گزار ہیں اور آپ کے حضور سر بہ سجود ہیں اور یہ آپ کا کرم ہے کہ آپ کے دربار میں حاضر ہیں اور اے اللہ! ہم سے رمضان کے مہینے میں جو کوتاہیاں ہوئی ہیں ہم نے حق ادا نہیں کیا اور ہم نے آپ کے روزے کی قدر و قیمت نہیں جانی آج ہم جمع ہیں کہ اللہ تو ان سب سے درگزر فرما اللہ تعالیٰ کا آج بھی اعلان ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (الزمر: ۵۳)

”اے بندو! تم نے اپنے اوپر ظلم کیا روزے میں بھی جہنم کی آگ سے اپنے آپ کو نہ بچا سکے پھر بھی مایوس نہ ہو آؤ یہاں پر سر بہ سجود ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخشتا ہے“

آج ہم اگر اللہ کے دربار میں روئیں کہ اللہ! ہم کو بھی جنتیوں کی لسٹ میں شامل کرادیں اور ہم کو جہنم سے برأت نصیب فرما دیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے کھلے رہتے ہیں روزے میں ہمیں دو نعمتیں ملیں ایک روزے کو اللہ نے بہت بڑی نعمت بنا کر بھیجا مغفرت کا ذریعہ بنایا۔

رمضان، قرآن اور پاکستان کا باہمی تعلق

دوسری یہ کہ اللہ نے مسلمانوں کیلئے قرآن مجید روزے کے مہینے میں نازل فرمایا شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ اور اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ قرآن مجید رمضان میں نازل ہوا اور لیلۃ القدر میں نازل ہوا ہے لیلۃ القدر عموماً آخری عشرہ کے ۲۷ رمضان میں ہوتا ہے اور اس دفعہ ۲۷ رمضان ایسے موقع پر آیا کہ پاکستان کے حصول کے پچاس

سال پورے ہو گئے پچاس سال پر لوگ گولڈن جوبلی مناتے ہیں اسلام اور قرآن کے بعد پاکستان اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے، ایک نظریہ کے تحت اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ مملکت عطاء فرمائی ۲۷ رمضان پر اللہ پاک نے قرآن پاک نازل فرمایا اور اسی ہی دن ہمیں یہ مملکت عطا کی تو ہم کس منہ سے ایسے جشن منائیں جس میں منکرات ہوں اور فحاشی ہو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس لئے یہ ملک نزول قرآن کے موقع پر عطا فرمایا کہ اس میں اشارہ اس طرف تھا کہ اس ملک کا دستور قرآن ہوگا کیوں کہ ہم نے یہ ملک لاالہ الااللہ کے نام پر حاصل کیا ہے تو تمہارا دستور بھی قرآن ہی ہوگا کہ جو قیام پاکستان کی تاریخ پر نازل ہوا ہے قرآن اور پاکستان لازم وملزوم ہوں گے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں ایک سبق تھا لیکن ہم نے اس سبق کو پس پشت ڈال دیا ہم بجائے ۲۷ رمضان کو انگریزوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ۱۴ اگست کو نمایاں کرتے ہیں اور ۱۴ اگست کو جشن آزادی مناتے ہیں تاکہ لوگوں کو ۲۷ رمضان یاد نہ رہے اور وہ ہماری قوم کی نظروں سے اوجھل رہے۔

پچاس سالہ نقض میثاق پر جشن نہیں ندامت اور توبہ

محترم بھائیو! ہم تو کہتے ہیں کہ ہمیں آزادی کا جشن منانے کا کوئی حق نہیں ہم نے پچاس سال کو اللہ تعالیٰ سے کئے گئے عہد میثاق کو تہس نہس کیا پاکستان کا مطلب کیا لا إله إلا الله کہا گیا لا إله إلا الله کو پیچھے چھوڑ دیا گیا ہم نے قرآن پس پشت ڈال دیا اور اگر ہم اس پچاس سال پر نظر دوڑاتے ہیں تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کی ناقدری ہی نظر آتی ہے جسکے نتیجے میں ہم عذاب میں مبتلا ہیں آج تمام ملک میں آزادی کے پچاس سال گزرنے کے باوجود پریشانیوں اور بحرانوں میں مبتلا ہیں عوام ہیں یا خواص، علماء ہیں یا وکلاء، مزدور ہیں یا طالبعلم سب ایک عذاب میں مبتلا ہیں سوائے ذلت، منافقت، لوٹ

کھسوٹ، رشوت، کرپشن کے علاوہ ہمیں پچاس سال میں کچھ نظر نہیں آتا ہمارے ساتھ کافر قومیں آزاد ہوئیں چین آزاد ہوا اسرائیل آزاد ہوا ہے وہ کس مقام پر پہنچ گئے ہیں اسلام تو بہت پیچھے رہ گیا ہے اقتصادی لحاظ سے معاشی لحاظ سے الغرض ہر لحاظ سے ہم انتہائی پستی میں ہیں ترقی تو بہت بڑی چیز ہے ہمیں تو جو ملک اللہ نے دیا تھا ہم نے اسے گروی اور رہن کر دیا ہے آج ہمارے تمام وسائل کفار کے ہاتھوں میں جا رہے ہیں یعنی ہم تمام تر انہی کے رحم وکرم پر ہیں ہمارا پٹرول ہماری بجلی گیس آٹا چینی اور دیگر اشیاء صرف کے نرخوں کا تعین بھی امریکی اور یہودی کرتے ہیں اس سے زیادہ غلامی اور کیا ہوگی کفار کا نظام تبدیل نہیں کیا گیا تو اللہ نے ہمیں ذلت اور رسوائی کے گڑھے میں پھینک دیا۔

بنی اسرائیل سے مشابہت

محترم حضرات! میں کہا کرتا ہوں کہ بنی اسرائیل اور ہماری حالت ایک جیسی ہے بنی اسرائیل پر اللہ نے رحم کیا ان کو کفار کی غلامی سے آزادی دی، نجات دلائی، ان کو فرعون کی ظالم طاقت سے آزاد کیا ایک عظیم نعمت اور احسان ان پر کیا لیکن بنی اسرائیل نے ناقدری کی اور ان وعدوں کو چھوڑ دیا تو آپ کو معلوم ہے اللہ نے ان کے ساتھ کیا کیا، اللہ نے ایک جنگل اور صحرا میں ان کو ڈال دیا جسے وادی تیہہ کہتے ہیں وہ وادی تیہہ میں حیران اور سرگرداں پھرتے تھے "تیہہ کہتے ہیں بھٹکنے کو، گم ہو جانے کو يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ (بھٹکتے پھر رہے ہیں زمینوں میں) آج پوری قوم بھٹکی ہوئی ہے اور حیران وپریشان ہے اور سخت بے چینی اور اضطراب میں ہے کہ کدھر جائیں سیاست دان ہیں کہ حکمران ہیں کہ اپوزیشن ہے کہ فوج ہے علماء ہیں یا دینی جماعتیں ہیں کسی کو بھی منزل کا علم نہیں لوگ ہم سے پوچھتے ہیں کہ کیا ہوگا، کدھر جائیں؟ ہم کہتے ہیں کہ بھائی ہمیں بھی راستے کا علم نہیں ہم آپ سے زیادہ حیران وسرگرداں ہیں یہ "وادئ تیہ" ہے۔

کفران نعمت کا وبال

پاکستان بدعملی کی وجہ سے، کفران نعمت کی وجہ سے آج قوم کیلئے ''وادیٔ تیہہ'' بنا ہوا ہے اور کفار کیلئے ہم کھلونا بنے ہوئے ہیں کفار سب ایک ہو گئے ہیں آج روس کی امریکہ کے ساتھ دُشمنی ختم ہو چکی ہے اور روس کی چین کے ساتھ دُشمنی ختم ہے اور ہندو سب ایک ہو گئے ہیں یہود و ہنود امریکہ اور یورپ و روس سب ایک ہیں اور ان کا صرف ایک ٹارگٹ ہے اور وہ یہ ہے کہ اس ملت مسلمہ کو ختم کر دو، اس ملت مسلمہ کو سر اُٹھانے نہ دو، اس ملت مسلمہ کو غلام بنائے رکھو، اس ملت کی دین دار طاقتوں کو ختم کر دو، اس ملت مسلمہ کا طالب علم مولوی، مدرس، شیخ، داڑھی والا اور اسلامی لباس والوں کو ختم کر دو یہ انہوں نے اعلان جنگ کیا ہے اور ہم آپس میں لڑنے سے فارغ نہیں ہوتے ہمارے سیاست دان اور حکمران ایک دوسرے سے دست و گریباں ہے اور ہم عوام گھر گھر لڑ رہے ہیں بھائی بھائی کیساتھ الجھا ہوا ہے دُشمن سر پہ کھڑا ہے وہ کہتے ہیں یہ بنیاد پرست ہے، انتہا پسند ہے، وحشی ہے، ان کو سرا اونچا نہ کرنے دو ان کا پیٹرول ان کی گیس ان کی معاشی قوتیں سب کی سب اپنے قبضے میں لے لو آج پاکستان گروی ہیں، رہن ہے ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرح ہماری بندرگاہوں اور ہماری سورسز پر ان کا تسلط ہے۔

عید احتساب اور اجتماعیت کا درس

تو محترم بھائیو! اسلام میں اجتماعیت ہے اسلام ہمیں اتفاق اور اتحاد کا درس دیتا ہے یہ عید کا دن اس لئے ہے کہ اگر ہم جمعہ میں یکجا نہ ہوئے تو عید کے موقع پر یکجا ہو جائیں گے اکٹھے بیٹھ جائیں فکر کریں اور اپنے اعمال کا محاسبہ کریں تمہاری ملت کے ساتھ دُشمن کیا کرتا ہے اس کا بھی جائزہ لیں حج میں اللہ تعالیٰ ہمیں جمع کرتا ہے اسی طرح اس عید گاہ میں آپ ہزاروں کی تعداد میں جمع ہیں تو آیئے! اپنے اندر اجتماعیت پیدا کریں ایک ہو جائیں

ورنہ دنیا میں ہمارا دُشمن ایک ہو گیا ہے آج روس کے ساتھ امریکہ کی جنگ ختم ہونے کے بعد امریکہ اور روس کا صرف ایک ہی فیصلہ ہے کہ ہمارا سب سے بڑا دُشمن مسلمان ہے آج کلنٹن کو نیند نہیں آتی ان کو پتہ ہے کہ مسلمان بیدار ہو گئے ہیں ان میں جہاد کی سپرٹ ہے ایمان اور جہاد کے مقابلہ میں کوئی چیز آ ہی نہیں سکتی آج آپ اپنے اعمال کا محاسبہ کریں اور اپنی خامیاں دور کریں اور ان پر نظر کریں اور حکمرانوں سیاست دانوں علماء اور عوام کیلئے یہ سوچ کا موقع ہے۔

عالم کفر کی مسلمانوں پر یلغار

بھائیو! آج بوسنیا میں یورپ مسلمانوں کے قتل عام میں مصروف ہے اپنے ہی یورپیوں کو برداشت نہیں کر سکتا، بوسنیا والے تو کوئی غیر یورپی نہیں لیکن وہ لا إله إلا الله کہتے ہیں آج کشمیر میں ہندو مسلمانوں کو برداشت نہیں کر سکتا کشمیر ہمارے جسم کا لازمی حصہ ہے شہ رگ ہے آج یہودی فلسطین میں گھناؤنا کھیل کھیل رہے ہیں فلسطین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے آج روس اپنے لوگوں کے ساتھ کہ جو چیچنیا میں لا إله إلا الله پڑھتے ہیں چیچنیائی مسلمانوں کو برداشت نہیں کر سکتا۔

تو سمجھو اے مسلمانو! الكفر ملة واحدة کہ کفر ایک ملت ہے اور مسلمان دوسری ملت ہے ایک طرف اللہ پاک فرماتے ہیں حزب الشیطان اور دوسری حزب اللہ شیطانی طاقتیں سب ایک ہو چکی ہیں جو اپنے آپ کو حزب اللہ کہتے ہیں وہ تہس نہس ہیں وہ ایک دوسرے کے ساتھ جھوٹ بولتے ہیں ایک دوسرے کا حق مارتے ہیں ایک دوسرے کا آبروریزی کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ایسے دن پر اعلان کیا ہے

مسلمانوں پر مسلمانوں کے حقوق

اے مسلمانوں کی جماعت اے گروہ مومنین! کہ تم منہ پر تو مسلمان ہو لیکن دل

تک آپ کے ایمان ابھی تک نہیں پہنچا کیوں اس لئے کہ مسلمان مسلمان کے ساتھ غداری کرتا ہے ،مسلمان مسلمان کے مال میں خیانت کرتا ہے حالانکہ لایخونهم یعنی مسلمان کے مال میں خیانت نہیں کرنی چاہیے لایکذبه مسلمان مسلمان کے ساتھ جھوٹ نہیں بولتا و لایخذ له یعنی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو ذلیل نہیں کرتا، رسوا نہیں کرتا او رہم رات دن اسی میں گذارتے ہیں کہ دوسرے مسلمان کو ذلیل کریں کس طرح اس میں عیوب پیدا کریں حضورﷺ کا ارشاد ہے من ستر علی اخیه فی الدنیا ’’ایک مسلمان اگر دوسرے مسلمان بھائی پر پردہ ڈالے‘‘ ستر اللّٰه علیه یوم القیمة ’’تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا‘‘ اور بڑے بڑے عیوب قیامت کے دن چھپ جائینگے اور اسی طرح حضور کا فرمان ہے کہ من نفّس عن مسلم کربة من کرب الدنیا نفّس اللّٰه عنه کربه من کرب الاخرة ’’اگر ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کی دنیاوی تکلیف دور کی تو اللہ تعالیٰ اس کی اخروی تکلیف دور فرمائیں گے‘‘

نقص عہد کا وبال

تو میرے محترم بھائیو! آج ہم کو رونا چاہئے، اللہ کے سامنے گڑگڑانا چاہیے، آج ہماری پوری قوم کو اجتماعی توبہ کرنا چاہیے پاکستان پچاس سال کے بعد بھی اللہ کے ساتھ عہد کو پورا نہیں کرسکا نقص عہد اور نقص میثاق کا وبال فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہوں نے میرے ساتھ میثاق کیا کہ پاکستان کا مطلب کیا تو سب نے کہا لا إله إلا اللّٰه اور پھر اس عہد کو توڑ دیا لَعَنّٰهُمْ ہم نے ان پر لعنت بھیج دی اور لعنت کیا ہے؟ بعد عن الرحمة یعنی اللہ کی رحمت سے دوری آج پوری قوم، پورا پاکستان تمام سیاست دان اور تمام لیڈروں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رحمت سے دور فرمایا ہے۔

تجدید عہد کا دن

تو محترم حاضرین! آیئے! آج ہم عہد کریں پچاس سال میں جو غلطیاں ہوئی ان کا ازالہ کریں محترم بھائیو! وقت کم ہے آیئے! دعا کریں اے اللہ! عالم اسلام پر رحم

فرما اور اس ملک پر اپنی رحمتیں نازل فرما اور ہماری کوتاہیوں سے درگذر فرما اے اللہ! ہمارا آپ کے ساتھ عہد ہے کہ اس ملک میں آپ کے دین کا جھنڈا سربلند کریں گے، آپ کا نظام رائج کریں گے اور کفار کے تسلط سے اس ملک کو آزاد کریں گے امریکہ اور برطانیہ کی غلامی کا طوق اپنے گردنوں سے اتار پھینکیں گے ہمارے بزرگوں نے اس ملک کے لئے ڈیڑھ سو سال تک کتنی قربانیاں دیں جیلوں میں رہے کالا پانی عبور کیا پھانسی پر چڑھے وہ کس لئے تھا؟ آیا اس لئے کہ امریکہ اور برطانیہ کی نمائندے اور منافق ایجنٹ اور ان کے مفادات کا تحفظ کرنے والا ٹولہ ہمارے اوپر مسلط ہو اور غریبوں کا خون چوسیں اے اللہ! ہمارے اس نقشہ کو بدل دے عالم اسلام پر رحم فرما بوسنیا، کشمیر، فلسطین، چیچینا، تاجکستان اور روسی ریاستوں کے مسلمان منتظر ہیں اے اللہ! ہم سب پر رحم فرما ملت اسلامیہ کو بیدار فرما، افغانستان کی خانہ جنگی ختم فرما اور پاکستان میں اللہ صحیح اہل مخلص اور دیانت دار لوگوں کو سامنے لائے تاکہ غریبوں کے مسائل حل ہوجائیں اور تمام عالم اسلام کی مشکلات حل فرما اور ان تمام حاضرین کا دامن اپنی بے پایان رحمتوں سے بھر دے اور کسی کو عیدگاہ سے محروم نہ فرما۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰه رب العالمین

الحق: ج ۳۱، ش ۵، فروری ۱۹۹۶ء

مسلم حکمران اور سنت ابراہیمیؑ کی اصل روح

مورخہ ۲۸ر نومبر ۲۰۰۹ء بمطابق ۱۰ر ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ کو عیدالاضحیٰ کی نماز کے موقع پر اکوڑہ خٹک کی عیدگاہ میں عظیم اجتماع سے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا خطبہ جسے مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی مدرس دارالعلوم حقانیہ نے افادہ عام کی خاطر قلم بند کیا ہے اور اب شامل خطبات کیا جا رہا ہے۔

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم أما بعد فأعوذ باللّٰه من الشیطن الرّجیم۔بسم اللّٰه الرحمن الرحیم قالوا ماهذه الأضاحی یارسول اللّٰه قال سنة أبیکم ابراهیم

خواہشات کو دبانا پہلوانی ہے

میرے عزیز مسلمان بھائیو! الحمدللہ آپ کے سامنے تقریریں ہوئیں اور قربانی کا فلسفہ بیان کیا گیا یہ بڑی خوشی کا دن ہے اور ہماری خوشیاں اور عید یہ دنیا کے میلوں ٹیلوں کی طرح نہیں ہے بلکہ یہ عبادتوں سے وابستہ ہیں، ہماری چھوٹی عید بھی ایک عظیم الشان عبادت ہے جس میں ہم نے نفس کے ساتھ مقابلہ کیا اور پورا مہینہ روزے رکھے وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى اور جائز اور حلال خواہشوں کو دبایا یہ آپ کی بڑی کامیابی ہے تو وہی انسان بڑا پہلوان ہے جس نے اپنے نفس پر قابو رکھا اور نفس جیسے دشمن کو پچھاڑ دیا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اب خوشیاں منانا آپ کا حق ہے اور وہ خوشی بھی عبادت کی شکل میں

ہے جب عیدگاہ جاتے اور اللہ کی بارگاہ میں سربسجود ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائشوں کا صلہ عیدالاضحیٰ اور قربانی:

اور دوسری خوشی اللہ تعالیٰ نے ہمیں بڑی عید یعنی عیدالاضحیٰ کی شکل میں دے دی جس کا تعلق قربانی کے ساتھ ہے اصل میں اللہ تعالیٰ جان کی قربانی چاہتا ہے کہ اے میرے بندے! تو میرا اور میں نے ہی آپ کو پیدا کیا ہے اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ تو قربانی اور اللہ کی راہ میں جان دینے کا سب سے بڑا مظہر اتم سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جس کو اللہ نے مختلف طریقوں پر آزمایا۔

پہلا امتحان

وہ ایک بڑے باپ کے بیٹے تھے اور اس زمانے کے تمام مذہبی امور کے سربراہ تھے وہ نمرود دور کے تمام مشرکوں کے سردار تھے اس طرح حضرت ابراہیمؑ کو ایک بڑا عہدہ اور منصب مل سکتا تھا لیکن آپ نے ان سب کو ٹھکرا دیا جب انہوں نے دیکھا کہ یہ تو ہماری مخالفت کر رہا ہے تو اس نے آپ کو آگ میں ڈالنے کا فیصلہ کر لیا۔

دوسرا امتحان

اور یہ آپ پر اللہ کی طرف سے دوسرا امتحان تھا جب تمام مشرکین جمع ہوئے اور آپ کو آگ میں ڈالنے لگے اس وقت تمام فرشتے اور تمام مخلوقات رو رو کر آپ کی مدد کی درخواست کر رہے تھے کہ ہم آپ کی مدد کے لئے تیار ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو فرمایا کہ آپ کو اللہ نے بھیجا ہے انہوں نے کہا کہ نہیں ہم اپنی طرف سے آئے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا مجھے اللہ کے سوا کسی کی مدد کی ضرورت نہیں

آپ ﷺ نے بڑے صبر تسلیم ورضا کا مظاہرہ کیا یہ دوسرا امتحان تھا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اوراس میں آپ کامیاب ہوئے اللہ تعالیٰ نے آگ کو ٹھنڈا ہونے کا حکم دیا جب اللہ نہ چاہے تو آگ جلنے یا جلانے کا سبب نہیں ہے تو وہ آگ گل وگلزار ہوگئی كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ اوراس امتحان میں آپ کامیاب ہوگئے۔

تیسرا امتحان

اور پھر تیسرا سخت امتحان آیا جب حکم ہوا کہ اپنے وطن کو چھوڑ دو اللہ کی راہ میں اوراللہ کے دین کی خاطر اپنا وطن چھوڑنا یہ بھی ایک بہت بڑی قربانی ہے ہمارے افغانستان کے مسلمانوں نے ہجرت کر کے ایک بہت بڑی قربانی دی ہے ان قربانیوں کے صلے میں اللہ تعالیٰ افغانستان کو اسلام کا قلعہ بنادے گزشتہ بیس برس سے یہ کیمپوں میں رہ رہے ہیں اور تمام مشکلات کو برداشت کررہے ہیں' یہ ترک وطن ہجرت ہے اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ میری زمین بہت وسیع ہے یہ بے وطن نہیں ہے، مہاجرین کو مہاجر نہیں کہنا چاہیے اور تمام عالم اسلام امت کے لئے ایک ہی وطن ہے اسلام میں تمام زمین ایک وطن ہے اسلام میں مشرق ومغرب، سرحدیں اور جغرافیے نہیں ہیں حضرت ابراہیمؑ تیسرے امتحان کے لئے بھی تیار ہوگئے اوراپنے وطن کو چھوڑ دیا۔

چوتھا سخت امتحان حضرت اسماعیلؑ کی قربانی

حضرت ابراہیمؑ کا ایک بیٹا تھا حضرت اسماعیل علیہ السلام اللہ نے آپ کو آزمانے اور آپ کے درجے بلند کرنے کے لئے آپ کو خواب میں حکم دیا کہ اپنے بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کردو پیغمبر کا خواب بھی وحی ہوتا ہے آپ نے یہ خواب اپنے بیٹے کو سنادیا اس سے پہلے بھی آپ ایک بڑے امتحان سے گزر چکے تھے جب آپ کو حکم ہوا کہ مکہ معظمہ جو بہت خشک اور ویران علاقہ تھا کہ وہاں جاؤ اور خانہ کعبہ سے تمام بتوں کو ہٹا کر

دوبارہ آباد کردو رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجْنُبْنِيْ وَ بَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ آپ اپنی زوجہ حضرت ہاجرہؓ اوراپنے چھوٹے بیٹے اسماعیلؑ کو اس خشک اور ویران جگہ پر چھوڑ کر جارہے تھے حضرت ہاجرہؓ نے کہا کہ ہمیں قبول ہے اللہ ہماری حفاظت فرمائے گا وہ خشک اور ویران جگہ پر پانی کی تلاش میں کبھی صفاء کی طرف جارہی تھیں اور کبھی مروا کی طرف جب آپ سات مرتبہ سعی کرتے ہیں تو یہ اس سنت کی یادگار ہے۔

حج وقربانی ابراہیمؑ کی زندگی کی جیتی جاگتی کہانی

یہ حج ،قربانی ، رمی ، سعی اور طواف یہ سب حضرت ابراہیمؑ کی زندگی کی کہانی ہے اوراس کو اللہ نے اس امت کی شکل میں قیامت تک جاری فرمایا آپ کی ہر ایک ادا ہر ایک انداز محفوظ کرنے کے قابل ہے وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ آپ نے اپنے بیٹے اور بیوی کو چھوڑ دیا فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ اللہ نے فرمایا کہ میں نے قیامت تک تمام مخلوق کے قلوب کو اس طرف مائل کردیا آج ہر سال لاکھوں حجاج کرام منیٰ اور عرفات میں جاتے ہیں یہ سب حضرت ابراہیمؑ کی پیروی اور تسلیم ورضا ہے پھر ایک اور امتحان آیا کہ اپنے بیٹے کو قربانی کردو اس سعادت مند بیٹے نے آپ سے فرمایا جلدی کریں یہ اللہ کا حکم ہے سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ فرمایا کہ آپ فکر نہ کریں یہ اللہ کا حکم ہے وہ بھی ایک بیٹے تھے اور آج باپ اپنے بچوں کی بڑی محبت اور شفقت سے اسکی پرورش کرتے ہیں اور پھر یہی بچے بڑے ہوکر باپ سے گستاخی کرتے ہیں اسلام کا مطلب تسلیم کرنا ہے پس دونوں باپ بیٹے نے اللہ کے حکم کو تسلیم کرلیا فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ حضرات ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کیلئے زمین پر لٹادیا۔

تکبیرات تشریق مکالمات ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ و جبرائیل کی حفاظت

اتنے میں حضرت جبرائیلؑ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کر دیا کہ اللہ بہت بڑا ہے اسکی طرف متوجہ ہو جاؤ حضرت ابراہیمؑ سمجھ گئے کہ اللہ کی طرف سے بشارت آئی ہے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا اللّٰہ اکبر و للّٰہ الحمد لا إله إلا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر حضرت اسماعیلؑ بھی سمجھ گئے کہ اللہ نے ہماری قربانی قبول فرمائی ہے آپ نے بھی فرمایا اللّٰہ اکبر و للّٰہ الحمد آج تمام مسلمان عرفہ کے دن سے جو تکبیرات تشریق پڑھتے ہیں تشریق کا مطلب ہے روشن ہونا یہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے مکالموں کو قیامت تک کیلئے محفوظ فرما دیا ہے اسلئے ہم تکبیرات پڑھتے ہیں ان تمام باتوں سے ہمیں سبق ملتا ہے حضرت ابراہیمؑ کی تمام زندگی قربانی، ہجرت، آزمائش اور تسلیم ورضا سے عبارت ہے اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ کہ مسلمان وہی ہے جو اللہ کی طرف متوجہ ہو امریکہ اور روس کے ساتھ دوستی نہ کرے۔

ہمارے حکمران اسوۂ ابراہیمیؑ کو فراموش کر گئے

آج اٹھاون اسلامی ملکوں کے حکمرانوں نے حضرت ابراہیمؑ کے سبق اور طریقوں کو بھلا دیا ہے آج انہوں نے لات و منات امریکہ و یورپ بش اور اوبامہ کو اپنا دوست بنایا ہوا ہے آج ہمارے حکمران امریکہ کی جنگ کو اور دشمن کی جنگ کو اپنے گھر لے آئے ہیں اور مسلمانوں کو اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف لڑنے پر مجبور کر رہے ہیں آج عالم اسلام کی کوئی حیثیت نہیں ہے پاکستان اسلام کا قلعہ ہے اور ہماری فوج اس قلعہ کی حفاظت کیلئے ہے لیبیا کے صدر کرنل قذافی نے اپنے ملک کے تمام خارجہ امور کے سیکورٹی سربراہ کو پاکستان بھیجا تھا اس نے دو گھنٹے تک مجھ سے ملاقات کی وہ التجا کر رہے تھے کہ

پاکستان مسلمانوں کا واحد سہارا ہے اور کفار اسکو ختم کرنا چاہتے ہیں کفار نے یہ آگ اس لیے لگائی ہے کہ وہ اس جنگ کے بہانے سے اس ملک میں داخل ہونا چاہتے ہیں آج اسلام آباد کے تمام بڑے جگہوں پر انہوں نے قبضہ کر رکھا ہے یہ مسلمانوں کا واحد ملک ہے جس کے پاس ایٹم بم ہے ہماری ایٹمی قوت اسکی آنکھوں میں کھٹکتی ہے لیکن آج ہمارے حکمران امریکہ کے غلام بن چکے ہیں آج امریکہ ہمارے ایٹمی پروگرام پر قبضہ کرنا چاہتا ہے ہمارے حکمرانوں کا اللہ پر ایمان اور یقین نہیں ہے یہی قیصر و کسریٰ تھے اور رومن ایمپائر تھی اور اسکی بادشاہی امریکہ و یورپ سے بڑی تھی، لیکن انہی مسلمانوں نے اسکو شکست دے کر تہس نہس کر دیا تھا۔

جہاد کی بات اور قرآنی آیات ایک جرم بن گیا ہے

اگر آج یہاں میں جہاد کی بات کرتا ہوں یہ بھی جرم ہے اور اگر مسلمانوں کے حق میں دعا کرتا ہوں یہ بھی جرم ہے اور اگر امریکہ کی تباہی و بربادی کیلئے بد دعا کرتا ہوں یہ بھی جرم ہے آج اگر صوبہ سرحد کے حکمران ہو یا وفاق کے سب امریکہ کے حکم کے تابع ہیں آج صوبہ سرحد کی حکومت مولانا شیر علی شاہ صاحب کے خلاف گرفتاری کے وارنٹ جاری کرتی ہے اس نے کوئی چوری نہیں کی، قتل نہیں کیا اس کا جرم صرف اتنا ہے کہ وہ جہاد کی باتیں کر رہا ہے اور امریکہ کے خلاف باتیں کر رہا ہے اور وہ دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم مولانا انوار الحق صاحب کے خلاف بھی گرفتاری کے وارنٹ جاری کرتے ہیں کیوں اس لیے کہ وہ نماز جمعہ کے دوران جہاد کی فضیلت بیان کرتا ہے اور افغانستان کے طالبان کی فتح کیلئے دعائیں کرتا ہے تاریخ میں کبھی اسطرح نہیں ہوا انگریز دور میں بھی علماء جہاد کی فضیلت بیان کرتے تھے مجاہدین کیلئے دعائیں کیا کرتے تھے اور امریکہ کے خلاف باتیں کیا کرتے تھے۔

حکمران یا امریکی غلام:

لیکن آج صوبہ سرحد کے حکمران اکوڑہ خٹک ،نوشہرہ ،پبی کے پیش اماموں کے خلاف گرفتاری کے وارنٹ جاری کرتے ہیں انہوں نے قتل نہیں کیا، چوری نہیں کی ، ڈاکہ نہیں ڈالا، خودکش حملہ نہیں کیا بس ان کا جرم یہی ہے کہ وہ جہاد کی باتیں کر رہے ہیں ظالمو! ہمارا تو پورے قرآن پاک الم سے لیکر والناس تک ہر دوسری اور تیسری آیت جہاد کے بارے میں ہے کیا کوئی امام نماز میں بھی قرآن کریم کی تلاوت نہیں کر سکے گا وَ لَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَهُوْدُ وَ لَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ یا سورۃ توبہ بھی نہیں پڑھ سکے گا؟ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ . وَ جَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ حکمران مرکز کے ہو یا صوبہ سرحد، سب امریکہ کے غلام ہیں امریکہ کہتا ہے کہ قرآن سے جہاد کی آیتیں اور سورۃ توبہ نکال دو ہمارے جاہل حکمران اس حد تک پہنچ چکے ہیں ہم حضرت ابراہیمؑ کا نام کس منہ سے لیں گے اس نے نمرود کیساتھ مقابلہ کیا تھا آج کفار نے مسلمانوں کو نار نمرود میں ڈالا ہوا ہے یہ بھی ایک آزمائش ہے اور آج تمام حکمران چھپکلی کی طرح بن کر کفار کی مدد کر رہے ہیں اور انشاء اللہ ہم اس چھپکلی کی طرح نہیں بلکہ اس چڑیا کی طرح بنیں گے جو اپنی چونچ میں پانی بھر کر اس آگ پر ڈالا کرتی تھی جب ہم قربانی کرتے ہیں تو قربانی کا مطلب ہے اپنی جان کو اللہ کی راہ میں قربان کر دینا یہ تسلیم و رضا کا سبق ہے ہمیں قربانی کے فلسفہ پر سوچنا چاہئے اس کا مقصد گوشت نہیں ہے لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا " قربانی کا گوشت نہیں روح مانگ رہا ہے۔

دہشت گرد کون ہیں؟

میرے بھائیو! یہ بڑا نازک وقت ہے چودہ سو سالوں میں پہلی مرتبہ امت مسلمہ

اتنی مشکل دور سے گزر رہی ہے۔ آج تمام کفریہ ملتیں چاہے وہ یہودی ہو نصاریٰ، بدھ مت ہو یا ہندو سب عالم اسلام کے خلاف متحد اور ملت واحدہ ہوگئی ہیں آج وہ اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گرد کہتے ہیں خود دہشت گردی کروا کر مسلمانوں کو بدنام کرتے ہیں اور ہمارے دینی ادارے جو امن کے علمبردار ہیں اسکو دہشت گردی کے اڈے کہتے ہیں یہ آپ کے دلوں میں دینی اداروں کے خلاف نفرتیں پیدا کر رہے ہیں الحمد للہ ہمارے دارالعلوم حقانیہ میں ہزاروں طلبہ پڑھتے ہیں ان پچاس سالوں میں آپ نے کبھی کسی طالب علم کے ہاتھوں میں چاقو تک دیکھا ہے یا کبھی فائرنگ کی آواز سنی ہے یا طالب علموں کو آپ نے لڑتے جھگڑتے دیکھا ہے؟ آپ نے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں طالب علموں کو پرامن رکھنے کیلئے باقاعدہ پولیس کی ڈیوٹی لگائی ہوئی ہے جتنا امریکہ اور اسکے حواری ان مدرسوں اور طالب علموں کو دہشت گرد اور دہشت گردی کے اڈے کہتے ہیں اتنے ہی لوگ آ رہے ہیں کہ ہم انکو سنبھال نہیں سکتے اور مجبوراً انکو واپس بھیج دیتے ہیں اور وفاق المدارس اور تمام مدرسوں میں طلبہ کی تعداد میں چالیس فیصد اضافہ ہوا ہے اب ہمارا بھی فرض بنتا ہے کہ ہم ان مدارس کے ساتھ مدد کریں ہم اپنے دشمن کو اسطرح شکست دیں گے اور اسکو اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے جس طرح امریکہ ہمارے تشخص کو مٹانا چاہتا ہے ہم اتنا ہی اس کی طرف متوجہ ہو جائینگے یہی ایک جواب ہے ہمارے پاس اور ہم اس طرح اپنے دشمن کو شکست دے سکیں گے۔

حج کا فلسفہ اتحاد و یکجہتی

حج کا فلسفہ بھی یہی ہے کہ تمام امت مسلمہ آپس میں ایک اور متحد ہو جائے تو آپ آپس میں جھگڑے ختم کریں اس وقت اگر کوئی نیشنل پارٹی والا ہے، مسلم لیگی ہے، جمعیتی ہے، دیوبندی ہے، بریلوی ہے، شیعہ ہے یا سنی ہے، آپ جھگڑے ختم کریں

اس ملک کی حفاظت کیلئے آپ متحد ہو جائیں میدانِ عرفات میں خدا ہمیں اتحاد اور اجتماعیت کیلئے جمع کرتا ہے کہ آپ اسود وابیض سفید اور کالے سب ایک ہیں ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے گھر اور محلّہ میں ایک ہو کر متحد ہو جائیں اختلافات اور جھگڑے ختم کریں حضور ﷺ نے فرمایا لا تحاسدوا ولا تباغضوا حسد اور بغض ختم کریں آپ نے فرمایا کہ میرے بعد آپ کفار نہ بنیں الا ترجعوا بعدی کفاراً رسول اللہ ﷺ نے ہر اہم خطبہ میں یہ فرمایا ہے کافر کا مطلب یہ نہیں کہ نماز چھوڑ دیں گے بلکہ ایک دوسرے کے گردن نہ ماریں یضرب بعضکم رقاب بعض یہ تو کفار کا کام ہے مسلمان کا نہیں کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو قتل کرے لوگوں کو بے گناہ مار دے اللہ ہمیں اس امتحان سے نکالے اور تیسرے بڑی اہم بات یہ ہے کہ ان سخت حالات میں اللہ کو رجوع کرنا چاہیے اللہ کے حضور رونا چاہیے اے اللہ! ہماری امت پر رحم فرما ہمارے گناہ معاف فرما اے اللہ! عراق افغانستان کشمیر اور فلسطین کو ان عذابوں سے نکال اے خدا! ہمارے دشمن کو ذلیل وخوار فرما، اللھم شتت شملھم اے اللہ! انکو منتشر فرما ہمارے خلاف ان کی وحدت کو ختم فرما وخربّ بنیانھم ودمردیارھم وخذھم أخذ عزیز مقتدر و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

ضبط وترتیب مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی

الحق: ج ۴۵، ش ۳، ۲۰۰۹ء

طلبہ علوم دِینیہ مقام و ذمہ داریاں

دارالعلوم حقانیہ کے تعلیمی سال کی افتتاحی تقریب (منعقدہ ۲۳ شوال ۱۴۱۲ھ) سے دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ' کا خطاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سلك طريقاً يطلب به علماً سهل الله به، طريقاً من طرق الجنة (ابوداؤد: ح ٣٦٤١)

طلباء علم دین کو خوش آمدید

حضرت اساتذۂ کرام وعزیز طلبہ! حضرت شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید صاحب دامت برکاتہم نے درس ترمذی سے افتتاح فرمایا، اللہ تعالیٰ سب کے لئے مبارک فرمائے انہوں نے آپ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی روشنی میں خوش آمدید بھی کہا اور جیسا کہ آپ نے سنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی تھی کہ لوگ دنیا کے مختلف حصوں سے اونٹوں پر سوار ہو کر وہ سفر کی طوالت اور لاغرپن کی وجہ سے چل نہیں سکیں گے، علم حاصل کرنے آئیں گے اور مدینہ منورہ کے باشندوں سے یہ فرمایا تھا کہ لوگ جب علم حاصل کرنے آئیں تو تم انہیں خوش آمدید کہنا اوران سے خیرخواہی کا سلوک

کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد عالی کی روشنی میں ہم دارالعلوم کے خادم ہونے کی حیثیت سے آپ سب کو خوش آمدید کہتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کا تعلیم کیلئے تشریف لانا دارالعلوم کیلئے اور آپ کیلئے مبارک فرمائے اللہ تعالیٰ آپ کے اس سفر اور دارالعلوم تشریف لانے کو طلبِ علم اور اپنی رضا کے حصول کا ذریعہ بنائیں اللہ تعالیٰ آپ کو عظیم علماء، عظیم مجاہدین، عظیم مُبلغین بنائے اور ہر صلاحیت سے آراستہ فرمائے جیسا کہ دارالعلوم کے فضلاء کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ نے نمایاں رکھا ہے اور سورج کی طرح تمام ماحول پر حاوی کر دیا ہے انشاء اللہ اگر آپ نے دارالعلوم کی اور ان اوقات کی قدر کی تو اللہ تعالیٰ آپ کے یہاں کے قیام کو بہت خیر و برکت کا ذریعہ بنائیں گے۔

طلب علم اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے

علم کے راستہ میں آپ آئے ہیں سفر کیا ہے، طلبِ علم اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے جس میں اللہ تعالیٰ یہ توجہ پیدا کر دیں جس کو توفیق دیدیں، اُس کے لئے اس سے بڑی عظیم کوئی نعمت نہیں، پھر آج اس ظلمت اور الحاد دہریت کے دور میں یہ اللہ کا عظیم کرم ہے کہ لاکھوں کروڑوں انسانوں میں سے ایک آدمی کو تحصیلِ علم کے لئے مخصوص فرمادیں، یہ انتخابِ خداوندی ہے کہ آپ کے لئے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ آپ کو دنیا کے پیچھے نہیں لگایا، دنیاوی مشاغل کی طرف متوجہ نہیں کیا، یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہونے کی سعادت سے نوازنا چاہتے ہیں۔

آج اگر اللہ تعالیٰ آپ کو اس غلیظ وحقیر دنیا کے پیچھے لگادیتے اور ماں باپ کے دل میں یہ جذبہ پیدا نہ ہوتا کہ اس بچے کو دین کے لئے وقف کرنا ہے، اور ماں باپ کہتے کہ ہم تو غریب ہیں، کمزور اور بوڑھے ہیں یہ ہماری خدمت کرے، ہمارے بڑھاپے کا سہارا اپنے کچھ پیسہ کما کر لائے کھیت میں لگا دیا ہوتا، تجارت ومزدوری میں لگا

دیا ہوتا تو ہم کیا کر سکتے تھے؟ ہمارے والدین اور بڑوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ ڈال دیا کہ اس بچے کو میرے راستے میں وقف کر دو یہ اتنی عظیم نعمت ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔

علم دین افضل ہے یا جہاد؟

علمِ دین کی بہت بڑی فضلیت ہے کہ بڑے بڑے ائمہؒ اس پر بحث کرتے ہیں کہ جہاد افضل ہے یا علمِ دین؟ جہاد اللہ تعالیٰ کے راستے میں سب کچھ قربان کر دینا ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ ایسے دو عظیم ائمہ کی رائے یہ ہے کہ اگر بہت سخت حالات آجائیں اور کوئی جہاد نہ کر سکے، ایک اسلامی ملک کفار کے قبضہ میں آجائے اور کوئی طبقہ جہاد کیلئے نہ ہو، تو ایسے وقت میں عارضی طور پر جہاد افضل ہے، لیکن عمومی حالت میں جب جہاد اور علم کا تقابل کرتے ہیں تو یہ دو عظیم ائمہ فرماتے ہیں کہ علمِ دین کا مقام اور فضیلت جہاد سے بھی بہت زیادہ ہے گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمہ وقت ایک جہاد میں مصروف کر دیا ہے آپ کی نشست و برخاست، سونا جاگنا، کھانا پینا سب عبادت میں شمار کیا جائے گا اور یہ مقام جب جہاد کا ہے تو یہ وقت بھی آرام وراحت کا نہیں، آپ اپنے کو جہاد میں خیال کریں جہاد میں بھوک پیاس ہوتی ہے، گرمی، سردی ہوتی ہے چارپائی اور چٹائی نہیں ہوتی جب آدمی جہاد میں مصروف ہوتا ہے اور دنیا کی ہر راحت وآسائش سے دستبردار ہو جاتا ہے اسی لئے تو اس کو جہاد کہتے ہیں جب یہ (علمِ دین کی تحصیل) اس سے بڑا جہاد ہے تو اس میں زیادہ تکلیف والی اشیاء سے واسطہ پڑے گا۔

تحصیل علم میں ابتلاء

اس علم کی خصوصیت یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ آپ کو آزمائشوں سے گذاریں گے، جو اپنے کو علم دین کے لئے وقف کر دے، پھر یہ خیال کرے کہ مجھے، بنگلے ملیں گے ائیر کنڈیشن ملیں گے مُرغ پلاؤ ملیں گے، تو سمجھ لے کہ علم حاصل نہیں ہوسکتا یہ سُنت اللہ

ایسی چلی آئی ہے،اللہ تعالیٰ کا تکوینی نظام ہے کہ ایک آدمی جب اس علم کے لئے وقف ہوگیا تو اس کو شدائد،امتحانات اور محن کی بھٹیوں سے گذاریں گے تب وہ صحیح اور کھرا عالم بنے گا، جیسے سونے کو جب آگ میں ڈال دیا جائے تب اس کا کھرا اور کھوٹا ہونا معلوم ہوگا اب اللہ تعالیٰ آپ کا کھرا کھوٹا معلوم کریں گے جس نے بہت تکالیف برداشت کیں بہت محن برداشت کئے، بہت فاقے برداشت کیے،آرام وراحت اس کو بالکل نہیں ملا،تو میرا شرح صدر کے ساتھ یہ یقین ہے کہ مستقبل میں اللہ تعالیٰ اس کو عظیم مقامات عطا فرمائیں گے یہ چودہ سو سال سے ہمارے طلباء وعلماء کا سلسلہ اسی طرح چلا آرہا ہے کہ جو بھی عظیم امام ہے عظیم عالم ومصنف ہے اس کے طالب علمی کے حالات واقعات آپ دیکھیں تو وہ سخت تکالیف،فقر وفاقے سے بھرے پڑے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا زمانہ طالب علمی

ابتداء میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حالت دیکھیں، جو صحابہ کرامؓ طالب علم ہوئے......حضرت ابو ہرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں فاقوں کی وجہ سے بے ہوش ہوجاتا،لوگ آکر میری گردن پر پاؤں رکھتے اور کہتے کہ ان پر مرگی آپڑی ہے ھؤلاء مجانین یعنی ان پر دیوانگی طاری ہے، جنات کا سایہ ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم مجانین نہ تھے، بلکہ بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہوجاتے تھے پھر ان صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے کیا سے کیا بنا دیا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھئے!ایک ایک صحابی کو دیکھیں اللہ تعالیٰ نے عالمِ انسانیت کا معلم بنا دیا اور کائنات کو ان کے ذریعے روشن کردیا۔

امام بخاریؒ کا واقعہ

یہ امام بخاریؒ اور امام ترمذیؒ جن کی کتابیں آپ پڑھیں گے امام بخاریؒ کے ابتدائی حالات اتنے تکلیف کے تھے کہ سنکر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں،آپ سبق کے

بے حد شوقین تھے یہ حضرات فضول باتوں میں وقت نہ گذارتے تھے بڑی سے بڑی مشکل میں بھی سبق کا ناغہ نہ کرتے تھے،ایک روز سبق کو نہ آسکے ساتھیوں نے پوچھا کہ آج حدیث کی سبق ناغہ کیوں ہوا؟ کہا میرے کپڑے انتہائی میلے ہوچکے تھے، پہننے کے قابل نہ تھے اور میرے پاس گھر میں اتنا بھی کپڑا نہ تھا کہ فرض حصہ کا ستر کرلیتا اور سبق کا ناغہ نہ کرتا، اُن کو دھویا اور اُن کے خشک ہونے کا انتظار کرتا رہا اسلئے سبق کا ناغہ ہوگیا اپنے گھر کے برتن اور سامان بیچ کران حضرات نے علم حاصل کیا ایسے علماء بھی گذرے ہیں کہ جنہوں نے گھاس وغیرہ کھا کر گذارہ کیا لیکن حصولِ علم دین کو نہ چھوڑا۔

اکابرین دیوبند کا طلب علم اور فقر وفاقہ میں استغناء

اپنے اکابرین کے سلسلہ کو دیکھئے! حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے بانی اور عظیم محدث حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، یہ دونوں ساتھی تھے، دہلی اور مختلف جگہوں پر اکٹھے سبق پڑھا ان پر ایسا وقت بھی آیا کہ خوراک کا کوئی ذریعہ نہ تھا شام کو چھپ چھپ کر بازار چلے جاتے سبزی والے دوکان بند کرتے وقت گلی سڑی سبزیاں باہر پھینک دیتے اور یہ دونوں ایک طرف بیٹھے رہتے ، انتہائی خوددار اور استغناء والے اکابرین تھے،کسی سے سوال بھی نہ کرتے تھے توجب دوکاندار چلے جاتے تو یہ دونوں حضرات اس میں سے کچھ صاف صاف الگ کرکے اس کو اُبال کر وقت گذارتے یہ دو عظیم ائمہ اکابرین دیوبند کے حالات ہیں تو گویا کہ یہ سلسلہ ہی ایسا ہے کہ اس میں تکالیف ہی تکالیف ہیں۔

دارالعلوم حقانیہ اور طلبہ دارالعلوم

اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو طلبِ علم کے لئے مخصوص فرمالیا تو اس راستے کی تکالیف کے لئے اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار رکھنا ہوگا دارالعلوم سے یہ امیدیں نہ رکھیں کہ یہاں سہولتیں اور راحتیں ملیں گی لیکن یہ ہمارا فرض ہے کہ جس قدر دارالعلوم کے بس

میں ہے اور دارالعلوم کے وسائل ہیں آپ کے آرام وراحت کی فکر کریں ، یہ ہمارا ایمانی فریضہ ہے دارالعلوم کے ساتھ حکومتوں یا نوابوں اور امراء ، وزراء کی امداد نہیں ، مخلص مخیّر حضرات کے چندے ہیں دارالعلوم حقانیہ میں اللہ تعالیٰ ہر سال دور دراز علاقوں سے طلبہ کو جمع کر دیتے ہیں تو یہ طلبہ یہاں بلڈنگوں کا تصور لے کر نہیں آتے ورنہ بڑی بڑی بلڈنگوں والے مدارس موجود ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بیرونی آقاؤں کے احتیاج سے محفوظ رکھا ہوا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ ہمیں ان راحتوں سے محروم رکھا ہوا ہے اللہ پاک دارالعلوم کو آزاد رکھنا چاہتے ہیں ، اللہ پاک خود اس کا انتظام فرمادیتے ہیں، ہمارے ہاں فقیری ، غریبی اور درویشی ہے اور اگر یہاں بھی ائیر کنڈیشنز ہوتے ، راحتیں ہوتیں تو پھر آپ کی یہ حالت نہ ہوتی جو کہ اس وقت ہے ۔

ہمارے اکابرین نے بڑی تکالیف اور اخلاص کے ساتھ یہ سلسلہ شروع کیا ، اس دارالعلوم کی بناء (تعمیر) میں طلبہ کا بڑا حصہ ہے یہ طلبہ اکثر آپ کے بڑے ہوں گے (والد، چچا، ماموں وغیرہ) اپنے اپنے علاقوں میں جا کر ان سے دارالعلوم کے حالات پوچھیں کہ انہوں نے یہاں کتنی تکلیف میں وقت گذارا ہے ، اُس وقت (دارالعلوم کی) یہ عمارتیں نہیں تھیں ۔ یہ چھوٹا سا گاؤں تھا اس کے چھوٹے چھوٹے محلے اور ان کی مسجدیں ، اُن میں رہتے ، روکھی سوکھی روٹی کھا کر گذارہ کیا کرتے ، چٹائیاں بھی نہیں تھیں ، ایسے ہی راتیں گذارتے ، یہ ۳۵/۳۰ سال اس حالت میں گذرے ہیں اب تو اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ حالات کچھ نہ کچھ بہتر ہو گئے ہیں ۔

بہر حال ذہن کو پہلے سے تیار رکھیں کہ یا اللہ ! ہمیں امتحان وآزمائش میں نہ ڈالیں اور اگر آپ کو منظور ہو کہ فقر بھی ہو ، غریبی بھی ہو ، چارپائی وچٹائی بھی نہ ہو ، کمرے میں جگہ تنگ ہو تو اس تکلیف کو ایسا سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے درجات کی بلندی کے لئے ہے جیسے فوجی کو جب ٹریننگ دیتے ہیں تو اُسے صبح سویرے اٹھاتے ہیں،

دوڑاتے ہیں ، آگ میں ، دریا میں ڈالے جاتے ہیں تب وہ فوجی بنتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اب آپ کو ان مراحل سے گذاریں گے تب کہیں جا کر آپ اسلام کے عظیم علمبردار ، مبلغین ومجاہدین بنیں گے ۔

علماء کا مقام

توعلم کے بارے میں تو یہ ہے کہ اَلْعِلْمُ عِزٌّ لاذُلَّ فِیْهِ علم میں عزت ہے ذلت کسی قسم کی نہیں ، عزت صرف اور صرف علماء کی ہے یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ اونچا مرتبہ صرف علماء کا ہے یہ تمام کائنات مخلوقات اور انسان ایک طرف ، ان میں صوفیاء بھی آگئے متقین وزاہدین اور صائمین وعابدین بھی آگئے جو دن رات عبادت میں گذارتے ہیں لیکن عالم نہیں ان سب سے آپ کا مقام اونچا ہے اس لئے کہ اب آپ سے ہی دین کی بقاء ہے ، انسانیت کی بقاء ہے دنیا میں اگر ایک طرف سوشلزم ہے ، کمیونزم ہے ، کفر والحاد اور دہریت ہے ، مادہ پرستی اور دین سے بغاوت ہے تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا بھی موجود ہیں ، ان ظلمتوں میں اللہ تعالیٰ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی شمع آپ کے ہاتھوں میں دینا چاہتے ہیں تو اس سے بڑھ کر کوئی عزت ہے ؟ اس میں ذلت تو بالکل ہے ہی نہیں ، لیکن یَحْصِلُ بذل لاعزّفیه

اکابرین کا تجربہ ہے کہ علم ذلتوں سے حاصل ہوتا ہے تحصیلِ علم میں عزت نہیں ہمارے اکابر نے دردر پر جا کر روٹی کے ٹکڑوں کی بھیک مانگ مانگ کر علم کی رفعتیں حاصل کی ہیں مسجدوں میں پڑے رہتے ، مقتدیوں کی باتیں بھی سُنتے ، وہ بُرا بھلا بھی کہتے کہ چٹائیاں کیوں نہیں ڈالیں ، لوٹے کہاں ہیں ، استنجاء کے لئے ڈھیلے کیوں نہیں لائے ! یہ سب کچھ لوگ ان سے کرواتے اور طالب علم مجبوراً کرتے یہ سب ذلتیں کس کے لئے اٹھائیں ؟ کہ خیر کوئی بات نہیں یہ سب کچھ برداشت کرلیں گے لیکن علمِ دین حاصل

کر کے رہیں گے تو علم ذلت کے ساتھ حاصل ہوتا ہے لیکن اس کا نتیجہ پھر عزت ہی عزت ہے آپ لوگ خوش قسمت ہیں کہ ان اکابرین علماء کے ساتھ شب وروز مصروف رہیں گے اور علم حاصل کریں گے۔

صحابہ کرام اور تحصیل علم

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو علم کی قدر تھی صحابہ کرام نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں بھی آپ ﷺ سے علم حاصل کیا تھا ایک حدیث کی بارے میں بھی اگر ان کو معلوم ہو جاتا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست نہیں سنی اور مصر میں وہ حدیث ہے، دمشق میں وہ حدیث ہے، اس کا استاد دمشق میں ہے، صحابہ کرامؓ بڑھاپے کی حالت میں بھی روانہ ہوجاتے ، سفر شروع کردیتے کہ وہ حدیث حاصل کرلیں، جیسا کہ آپ نے سفر کیا ہے بلوچستان سے، افغانستان سے، وزیرستان سے اور بھی نہ معلوم کہاں کہاں سے!

ایک صحابی ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ کے درجہ کے صحابی ہیں، بڑا مقام ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ، دس سال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے مسلسل اٹھ سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے کا شرف عطا فرمایا، ہزاروں احادیث اس عرصہ میں آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوگی اُن کو کیا ضرورت تھی کہ ایک حدیث کا سنکر روانہ ہوجائیں سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انہوں نے ایک حدیث سنی کہ قیامت کے دن زمین بالکل ہموار ہوجائے گی اور ایک سطح ہوجائے گی اور لوگوں سے کہا جائے گا کہ اپنے ظلم کا بدلہ لے لو اس حدیث کے راوی ایک اور صحابی ہیں جو دمشق میں رہتے تھے تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے کہ میں براہ راست اُن سے حدیث سُننا چاہتا ہوں تو اب انہوں نے تو اٹھ سال میں

ہزاروں احادیث سنی ہیں، تو یہ علم کا جذبہ اور قدر ہے کہ بوڑھا آدمی بھی، اُس زمانے میں سفر کی موجودہ سہولتیں بھی نہ تھیں اور پیدل اونٹوں کا سفر تھا، مدینہ منورہ سے خیبر وہاں سے تبوک، یہ تمام صحرا اور پہاڑی راستہ طے کر کے دوتین ماہ میں وہاں پہنچتا ہوگا جس کے پاس جارہے ہیں وہ آپ سے کم درجے کے صحابی ہیں تو یہ حضرات علم حاصل کرنے میں اس بات کو نہ دیکھتے کہ یہ مجھ سے بڑا ہے یا چھوٹا ایک استاد کی خواہ کیسی بھی حیثیت ہو جب اس کے پاس علم ہے تو اس کو اپنے سے ہزار درجہ بڑا سمجھیں تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند ماہ سفر کے بعد دمشق پہنچتے ہی اُن سے کہتے ہیں کہ مجھے وہ احادیث سناؤ یہ علم کی تحصیل کا جذبہ تھا کہ وقت ضائع نہ ہوجائے بڑا ہو یا چھوٹا لیکن جب اُس کے پاس علم ہے تو اس چیز میں وہ تم سے بڑا ہے یہ جذبہ اپنے اندر پیدا کرنا ہوگا۔

علم اور مشقت

شکر کریں کہ صحابہ کرام نے تو ایک ایک حدیث کے لئے بڑی مشقتیں اٹھائیں اور ہمارے لئے ہزاروں احادیث اور ہزاروں علوم آپ نے ایک دارالعلوم کی صورت میں جمع فرمادیئے ہیں اور اس بات کا بھی شکر ادا کریں کہ روٹی تیار مل جاتی ہے، پہلے اساتذہ مزدوری بھی کیا کرتے تھے، کچھ روٹی خود کھالی کچھ گھر میں دے دی، وظیفے مانگتے ہیں ہمیں تو روکھا سوکھا جو کچھ بھی ہو دارالعلوم میں تیار مل جاتا ہے، گرمی اور دھوئیں سے اللہ تعالیٰ نے بچا رکھا ہے، چارپائی دے رکھی ہے، کمرہ ملا ہوا ہے، کتاب ملی ہوئی ہے اور پھر ایسے اساتذہ جو دن رات اس لئے وقف ہیں پہلے تو طالب علم کو اُستاد کی خدمت سے فرصت نہیں ملتی تھی اُستاد کے مویشی چرانا، کھیت میں کام کرنا، چوبیس گھنٹے اس کی خدمت کرنا، پھر چند منٹ کے لئے استاد سبق پڑھا دیتا، یہ بھی ان طالب علموں کی سعادت تھی، جتنی زیادہ انہوں نے اُستاد کی خدمت کی اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت بڑا عالم بنادیا آپ لوگ تو الحمد للہ ان مشقتوں

سے فارغ ہیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے دن رات ہمہ تن فارغ کردیا ہے اگر ان اوقات کی آپ نے قدر کی پھر تو آپ بہت بڑے خوش بخت ہیں۔

معرکہ حق وباطل

حق وباطل کی جنگ جاری ہے، خیروشر کا مقابلہ ہے، نوروظلمت کا مقابلہ ہے دن اوررات کا مقابلہ ہے آگ اور پانی کا مقابلہ ہے اسی طرح معرکۂ حق وباطل کا سلسلہ جاری ہے اورحق کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے جاری فرمایا، اُن کو مسجود ملائکہ بنایا صرف علم کی وجہ سے، علم کی فضلیت نہ ہوتی تو آدم علیہ السلام مسجود ملائکہ نہ ہوتے نعوذباللہ پھر انسان، بیل، بھینس اور ہاتھی میں کوئی فرق نہیں طاقت وقوت اور ہر چیز میں حیوانات ہم سے بڑھ کر ہیں ہم میں انسانیت کا شرف ہے۔

انسان کو علم کی وجہ سے امتیاز ملا

فضلیت علم کی وجہ سے ہے وعلّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ "اور بتادیا ہم نے آدم کو تمام اشیاء کے اسامی، پڑھیئے اپنے پروردگار کے نام کیساتھ جس نے پیدا کیا"

تو یہ پیدا کرنا کوئی بڑی بات نہیں، اس لئے کہ صرف ربوبیت یہ تقاضا کرتی ہے کہ وہ کسی کو پیدا کرے، گدھے کو بھی پیدا کرے گا، گائے بیل کو بھی، زمین وآسمان کو اور دیگر تمام کائنات کو بھی پیدا کرے، اس میں تو ہم سب برابر ہیں تو رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ فرمایا لیکن ساتھ ہی یہ فرمایا اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ کہ تم کو علم کی وجہ سے اور مخلوقات سے ممتاز کیا تو وہاں صرف ربوبیت ہے جبکہ یہاں ربوبیت کے ساتھ اکرمیت بھی ہے کہ وہ (انسان) انتہائی اکرمیت، کرامت وشرافت والا ہے اس لئے تم کو علم دیا تو اتنی بڑی چیز آدم علیہ السلام کو عطا فرمائی، اور وہ صرف ایک فن کا علم نہ تھا بلکہ سائنسدانوں، انجینئر وں اور پوری کائنات کا علم تھا لیکن وہ مسجودِ ملائکہ صرف علوم

الٰہیہ کی وجہ سے ہوئے، اس لئے کہ وہ پیغمبر تھے، رہبر وہادی تھے جو علوم معرفتِ حقیقی کا ذریعہ ہوتے ہیں وہ بھی ان کو ملے، اس وجہ سے وہ مسجود وملائکہ ہوئے۔

تو اللہ جل جلالہٗ نے آپ کو آدم علیہ السلام کا وارث بنایا ہے، امام الانبیاء، خاتم النبین کا وراث بنایا ہے کسی کو ہامان کا وارث بنایا، کسی کو قارون کا، کسی کو نمرود وشداد کا، کسی کو لینن کا، کسی کو گورباچوف کا، کسی کو بُش کا اور کسی کو کروڑ پتیوں کا، کوئی ان کی طرح کروڑ پتی ہیں کوئی حکمران ہے کیا یہ سب کچھ نہیں ہے؟ آپ خوش بخت ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اہل حق اور انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ کا وارث بنایا ان العلما ورثة الأنبياء وإن الأنبياء لم يور ثوا دينا رًاولادرهما ولكن ورثواالعلم (ابی داؤد: ح ۳٦٤١)

"انبیاء علیہم السلام نے درہم اور دینار نہیں چھوڑے، بلکہ آپ کے لئے وراثت میں علم چھوڑا ہے"۔

بہرحال اہل حق کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو شامل کیا ہے تو یہ تعلیم وتعلم اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں خیر كم من تعلم القران وعلمه آپ کی خیریت (بہتری) پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر لگادی ہے لیکن آپ کی ذمہ داریاں بھی نازک ہیں ایک تو تکلیف کے لئے ذہنی طور پر تیار رہنا ہوگا اگر تکلیف آئے تو اللہ کا شکرادا کریں۔

تحصیل علم خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو

اوردوسرے اس برداشت میں خلوص، اخلاص وللّٰہیت ہو کہ اللہ تیری رضا مقصود ہے اگر ذہن میں یہ تصور ہو کہ چونکہ میرا باپ قاضی ہے، مُحدث ہے، مفسر ہے یا مہتمم ہے تو میں مہتمم بن جاؤں گا، لیڈر بن جاؤں گا، لوگ زندہ باد کے نعرے لگائیں گے، بڑا مصنف بن جاؤں گا، تو یہ سب چیزیں ذہن سے نکال دیں، آج ہی سے یہ فیصلہ کرلیں کہ سب چیزیں دنیاوی ہیں ان کے لئے علم حاصل نہیں کرنا، اگر اس دھوکہ میں رہے

تو سارا سفر غلط ہوجائے گا یہ ساری مشقتیں اس لئے نہ اُٹھائیں کہ لوگ میری دعوت کریں گے، لیڈر کہیں گے، محدث ہوجاؤں گا، مفسر ہوجاؤں گا، مدرسہ کا مہتمم بن جاؤں گا یہ دنیاوی اور عارضی چیزیں ہیں، تحصیل علم خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو علم دین اور احکامِ اسلام کا سیکھنا اور پھر تمام مخلوق تک پہنچانا اور سارے عالم کی ہدایت کی فکر کرنا، خالص یہ نیت رکھیں۔

واقعات تو بہت تھے وقت بھی نہیں، صرف ایک واقعہ عرض ہے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی صرف یہی نیت تھی جس کی وجہ سے بادشاہِ وقت نے مدرسہ کو باقی رہنے دیا ورنہ وہ تو سارے مدرسہ کو ختم کررہا تھا بادشاہ یا وزیراعظم بغداد آیا ہر طالب علم سے پوشیدہ طور پر دریافت کیا کہ علم کس لئے حاصل کررہے ہو؟ کسی نے کہا میرا باپ قاضی ہے (قاضی اُس زمانے میں چیف جسٹس ہوتا تھا) تو اس لئے پڑھ رہا ہوں تاکہ میں بھی قاضی بن جاؤں، اسی طرح حکومت کے دوسرے مناصب اور عہدوں پر فائز ہوسکوں یہ سب سُنکر بادشاہ نے سرپکڑلیا کہ یا اللہ! میرا تو لاکھ روپیہ سمندر میں جارہا ہے، چنانچہ اُس نے ارادہ کیا کہ مدرسہ کو بند کردے آخر میں ایک طالبعلم کونے میں بیٹھا نظر آیا، بادشاہ اُس کے پاس بھی گیا اور سوچا کہ یہ بھی ویسا ہی ہوگا بہرحال اس سے بھی پوچھا کہ علم کس لئے حاصل کررہے ہو؟ اُس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوجائے اور اس کی رضا کے حصول کے لئے حلال وحرام کی معرفت اور سارے عالم کی ہدایت کے لئے علم حاصل کررہا ہوں، یہ سُنکر بادشاہ نے مدرسہ کو بند کرنے کا ارادہ ترک کردیا اور کہا کہ شکر ہے کہ اگر ایک طالب علم بھی ایسا ہو تو کافی ہے اور اسی طالب علم کو اللہ تعالیٰ نے حُجۃ الاسلام امام غزالیؒ بنایا تو تصحیح نیت ضروری ہے۔

علم اور تواضع

اور تیسری چیز تواضع ہے اپنے آپ کو بالکل مٹادیں فرعونیت اور انانیت کو چھوڑ دیں مونچھوں کو نہ بڑھائیں اگر آپ نے ان چیزوں کو ختم نہ کیا تو پھر تحصیل علم میں اللہ کی مدد نہیں ہوگی، بالکل عاجزی، فنا، فروتنی، تسلیم ورضا، تحصیل علم کے ساتھ تکبر چل ہی نہیں سکتا اپنے آپ کو فنا فی العلم کردیں، اللہ تعالیٰ آپ کو آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دیں گے من تواضع للہ رفعہ اللہ جس نے علم کے راستے میں تواضع کی اللہ تعالیٰ اس کو رفعت دیں گے حقیر سے حقیر شے کو اپنے سے اونچا سمجھیں معمولی طالب علم کو بھی اپنے سے اچھا سمجھیں۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی تواضع

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرا یہ یقین ہے اور اگر خلفاً کہہ دوں تو حانث نہ ہونگا کہ وہ ایسے فنا ہوچکے تھے کہ مبتدی طالب علم آتا تو اس کے لئے بھی کھڑے ہوجاتے ہم انہیں زبردستی بٹھاتے تو فرماتے بیٹا! مجھے اٹھاؤ، یہ طالب علم ہے اور قسم کھاتے کہ یہ مجھ سے زیادہ محترم ہے، زیادہ معزز ہے یہ عالم مجھ سے علم میں زیادہ ہے یہ طالب علم مجھ سے زیادہ عالم ہے دیہاتوں کے معمولی ان پڑھ امام جب خطوط بھیجتے تو حضرتؒ بڑے ادب سے ان کے نام خط روانہ فرماتے اور پتہ پر حضرت العلامہ مولانا کے القاب تحریر فرماتے، مولانا گل رحمان ناظم صاحبؒ اُن سے عرض کرتے کہ آپ جب انہیں ایسے القاب لکھتے ہیں تو اُن کے پاؤں زمین پر نہیں لگتے سب لوگوں سے کہتے پھرتے ہیں کہ دیکھو جی! شیخ الحدیث صاحب نے ہمیں حضرت العلامہ مولانا کہا ہے، تو حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ ناظم صاحبؒ سے فرماتے کہ نہیں یہ حضرات بڑے عالم ہیں، ہم سے زیادہ عالم ہیں تو ایسی تواضع وانکساری اور اپنے اساتذہ سے محبت، اساتذہ کا ادب واحترام ہی علم کی بنیاد اور خشتِ اول ہے۔

ضرورت رابطہ اور نسبت علم

اگر آپ نے ادب ختم کردیا تو پھر یہ نسبت حاصل نہیں ہوگی یہ تو روضہ اقدس (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے نکلی ہے، گنبد خضریٰ پاور ہاؤس ہے جیسے بجلی کا پاور ہاؤس ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبریل علیہ السلام کو نور دیا گیا، انہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نور وحی پہنچایا اور اب علمِ وحی کے نور کا پاور ہاؤس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں کائنات میں موجود ہے اور ہم اس کے ساتھ اپنا کنکشن (تعلق) جوڑنا چاہتے ہیں، ابھی آپ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ سے مختلف نام سنے زید، عمر، ابوبکر، عبدالرحمٰن وغیرہ، تو حدیث سے ان ناموں کا کیا تعلق ہے؟ یہ سب بجلی کے کھمبے ہیں آپ جب پاور ہاؤس سے بجلی لینا چاہیں تو پہلے کھمبے لگانے پڑیں گے، اُن میں تار لگانی ہوگی، اس کے بعد ہم بجلی حاصل کرسکیں گے اسی طرح دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ یہ ہمارے اور آپ کے لئے بمنزلہ کھمبے کے ہیں پھر ان کے اساتذہ پر اُن کے اساتذہ الیٰ اخرہ اسی طرح سندات جو آپ پڑھتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تاکہ کنکشن (نسبت) قائم ہوجائے تو یہ خالص روحانی نظام ہے کہ آپ کا کنکشن ہوگا تو وہ روشنی آئے گی، علم آئے گا۔

ادب واحترام

اور اگر کنکشن کاٹ دیا کہ یہ تو ہم ویسے ہی کتاب پڑھتے ہیں، یہ استاد تو ہمارے مزدور ہیں تنخواہ لیتے ہیں، تو واللہ العظیم پھر آپ عالم نہیں بن سکتے، یہ تو انجینئر، لوہار، بڑھئی یا مکینک وغیرہ استاد کے بارے میں یہ تصور کرتا ہے کہ میں اس سے ایک کمال حاصل کررہا ہوں لیکن یہ کمال تو روحانی اور معنوی ہے، آپ کو روحانی کنکشن قائم رکھنا ہوگا انتہائی تعلق ورابطہ اور عظمت واحترام سے، تب کہیں جاکر وہ کنکشن کی تار صاف

رہے گی کھمبا لگا رہے اور سب کچھ حاصل ہوگا، غبی سے غبی طالب علم جو کہ اساتذہ کا ادب کیا کرتے تھے، اُنکی خدمت کیا کرتے تھے، اپنے آپ کو بالکل مٹا رکھا تھا، مدرسہ کے ساتھ محبت تھی، ہم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے بڑے بڑے کام لے لئے، آج وہ دین کی بڑی بڑی خدمت میں لگے ہوئے ہیں اور انتہائی ذہین، چالاک طلبہ جو بہت اُچھل کُود کیا کرتے تھے، اُستاد کو اُستاد نہیں سمجھتے تھے، کتاب کو کتاب نہیں، مدرسہ کو مدرسہ نہیں، مہتمم کو مہتمم نہیں سمجھتے تھے واللہ! میں نے ایسے ذہین طالب علم کو دیکھا ہے جب سے یہاں سے گئے ہیں دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

یہاں دارالعلوم میں آج سے دوسال پہلے ایک طالب علم تھا انتہائی ذہین اور استعداد والا، لیکن تھا گستاخ اور بے ادب پورے درس نظامی پر اس کو عبور حاصل تھا، اس کی ذہانت اور ذکاوت قابلِ رشک تھی، فراغت کے بعد میرے پاس آیا کہ ایک سفارشی خط دے دیجئے سکول ماسٹری کے لئے میں نے کہا بدبخت! تُو تو بہت بڑا عالم بن سکتا ہے، تجھے کسی مدرسہ میں بھیج دیتا ہوں، یہ کام بالکل نہیں کرنا، تجھے تدریس کے لئے کسی مدرسہ میں بھیجتا ہوں، یہاں ہمارے ہاں تدریس شروع کردو ورنہ تمہارے صلاحتیں ضائع ہوجائیں گی وہ نہ مانا اور کہا جی یہ نہیں ہوسکتا میں نے کہا آخر وجہ کیا ہے؟ کہا بس اس کام سے نفرت ہے میں تدریس نہیں کروں گا، مجھے کہیں سکول ماسٹر لگوادیں ایسے بے شمار واقعات ہیں اللہ کریم ایسے لوگ کو محروم کردیتے ہیں۔

اور آخری گزارش یہ ہے کہ اپنے اس قیمتی وقت کی قدر کریں، اگر خدانخواستہ آپ نے یہ وقت ضائع کردیا تو پھر اس کی تلافی نہیں ہوسکے گی خصوصاً دورۂ حدیث والوں پر تو بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، پہلے طلبہ پریشان ہوتے تھے کہ حوائج ضرور یہ بھی نہ ہوتی تھیں لیکن اب تو وہ ذوق وشوق باقی نہیں رہا، اللہ تعالیٰ ہم کو بھی وہ ذوق وشوق نصیب فرمادیں۔

پھر ایک بات یہ بھی ملحوظ رہے کہ دارالعلوم کسی کا ذاتی نہیں ، ملک و بیرون ملک کے مخلصین ہیں جو آپ کی ضروریات کی تکمیل کے لئے تعاون کرتے ہیں آپ سب کے لئے مغفرت ، رفع درجات اور حلِ مشکلات کی دعا کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ان مہربانوں ، سرپرستوں اور معاونین کے ساتھ اپنی وُسعت رحمت کے شایانِ شان معاملہ فرماوے آمین ثم آمین ۔

ضبط وترتیب: مولانا طارق علی شاہ کوہاٹی

الحق: ج ۲۶ ش ۱۱، اگست ۱۹۹۱ء

مدارس دینیہ کا قیام اور علماء کرام کی ذمہ داریاں

۲۳ شوال ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۹۹۶ء کو جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں تعلیمی سال کی افتتاحی تقریب منعقد ہوئی شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید مدظلہ نے درس بخاری سے آغاز فرمایا، حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے طلبہ کو خوش آمدید کہا اور اس موقع پر مفصل خطاب بھی فرمایا ذیل میں وہی تقریر ٹیپ ریکارڈ سے من وعن نقل کر کے شامل خطبات کی جارہی ہے۔

قیام دارالعلوم کا غیبی منصوبہ

خطبہ مسنونہ کے بعد! دارالعلوم حقانیہ کی تاسیس میں طلبہ کا بڑا حصہ ہے بلکہ تاسیس کے محرک طلباء ہی ہیں جو تقسیم کے بعد دیوبند سے رہ گئے تھے، حضرت مولانا قدس سرہ العزیزؒ کا ارادہ دارالعلوم بنانے کا نہیں تھا اس وقت سرحد میں اس قسم کے مدارس کا رواج نہیں تھا وزیرستان، افغانستان ، بلوچستان اور سرحد اور یہاں کے لوگ مدارس سے ناواقف تھے یہ چیز ہندوستان میں عام تھی حضرت مولانا کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ تقسیم ہند سے دیوبند واپس جانا مشکل بن جائے گا ان کا خیال تھا کہ راستے کھل جائیں گے تو پھر واپس جائیں گے طلباء ان کے پاس جمع ہوئے جو دارالعلوم دیوبند میں ان کے تلامذہ تھے اور ہماری اس چھوٹی سی مسجد میں درس شروع ہوا اس ارادے کے ساتھ کہ یہاں عارضی قیام ہے، طلباء نے عرض کیا کہ واپس جانے کی بجائے یہیں مدرسہ بنالیں گے حضرت نے

فرمایا کہ یہاں مدرسہ بنانا آسان کام نہیں یہ نہیں ہوسکتا واپس دیوبند جائیں گے طلباء نے ازخود رات کومسجد کی شہتیر پر لکھدیا ’’دارالعلوم حقانی‘‘ حقانیہ نہیں ’’حقانی‘‘ پھر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے جو بہت بڑے محدث اور مفسر تھے انہوں نے حقانی کو حقانیہ سے بدل دیا کیونکہ وہ ترکیب درست نہیں تھی طلباء چاک سے لکھا کرتے حضرتؒ، منع فرماتے لیکن تقدیر میں دارالعلوم کا قیام لکھا جاچکا تھا اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى

ابتداء میں بے سروسامانی کی حالت

دارالعلوم کی تاسیس کے وقت طلباء نے بہت ساری مشقتیں اٹھائیں، دارالعلوم میں نہ غسل خانے تھے، نہ لیٹرین، نہ پانی کا مناسب بندوبست تھا نہ بجلی کے پنکھے تھے، نہ مطبخ تھا، بس طلباء بے چارے گھروں سے وظیفہ اکٹھا کرتے تھے اس وقت کے طلباء آج بڑے محدثین ہیں انہی کی تکالیف کا یہ صلہ ہے یہ ہمارے ساتھ آج مولانا عبدالغنی صاحب (چمن بلوچستان) موجود ہیں حضرت شیخ الحدیث کے بڑے چہیتے شاگرد تھے مجھے یاد ہے ہمارے گھر کے ساتھ مسجد کے قریب ایک بوسیدہ سا مکان تھا کھنڈر تھا تنگ وتاریک کمرے اس میں طلباء کا قیام تھا جن میں مولانا عبدالغنی بھی تھے بہرحال دارالعلوم سے اللہ تعالیٰ کام لینا چاہتے تھے اخلاص، للّٰہیت، تقوی کی انتہا تھی، طلبہ اور اساتذہ نے جو جو تکلیفیں جھلیں ان کو دیکھ کر آج مجھے حیرت ہوتی ہے ایک چھوٹی سی مسجد ہے اس میں دس اساتذہ ساتھ ساتھ بیٹھتے ہیں اور درس جاری ہے اللہ تعالیٰ دارالعلوم کو ان مراحل سے گزارنا چاہتے تھے تاکہ اس کے ثمرات دنیا کو پہنچائیں۔

انتخاب الٰہی پر شکرگزار رہیں

عزیز طلباء! آپ کو اللہ تعالیٰ نے علم کے لئے منتخب فرمایا ہے سب سے پہلے تو آپ پر لازم ہے کہ شکر ادا کریں، اللہ تعالیٰ کا کہ اللہ تعالیٰ نے لاکھوں کروڑوں انسانوں میں آپ کو اپنے دین کے سیکھنے کے لئے منتخب فرمایا آج دنیا مادہ پرستی میں غرق

ہے سکولوں اور کالجوں، یونیورسٹوں کو جاتے ہیں کوئی انجینئر بن رہا ہے، کوئی ڈاکٹر، کوئی سائنسدان، کوئی حکمران بن رہا ہے، کوئی سیاستدان، کوئی کروڑ پتی بننے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے یہ سارے علوم مادہ پرستی کے علوم ہیں آپ دین سیکھنے آئے ہیں اس پر اللہ کا جتنا شکر کریں کم ہے یہ نہ سوچیں کہ ہم معاذ اللہ اللہ تعالیٰ پر احسان کررہے ہیں کہ علم حاصل کرتے ہیں کروڑوں، لاکھوں انسانوں میں اس فتنے کے دور میں، فساد کے دور میں جب اللہ تعالیٰ ایک آدمی کا انتخاب کرلیتا ہے تو چاہے کہ سربسجود ہوکر کہے یا اللہ! میں ایک گناہ گار اور کم ترین بندہ ہوں، میں بھی دنیا کے پیچھے لگ کر ذلیل ہوسکتا تھا دوکانداری کرتا، افسر بن جاتا، حکمران بن جاتا، تو کیا ہوتا؟

فرعون وہامان کے نہیں نبی کے وارث

اگر ساری دنیا کا بادشاہ بن جاتے تو کیا ہوتا، فرعون کا قائم مقام ہوتا، کروڑوں روپے جمع کئے ہوتے تو قارون کا قائم مقام ہوتا اور ساری دنیا کا حکمراں بن جاتے تو کلنٹن اور یلسن کے قائم مقام بن جاتے، سب کو خوف ہروقت لگا رہتا ہے اچانک تخت سے تختہ چلا جاتا ہے آپ کو اللہ تعالیٰ نے علم کے لئے چن لیا، علم کتنی بڑی چیز ہے۔

مابہ الامتیاز صفت علم

بھائیو! علم اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی صفت ہے علم کا مظہر اتم اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق خاص انسان کو بنایا ہے یہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایسی صفت دی جو باقی حیوانات کو نہیں دی انسان اگر اشرف المخلوقات ہے تو علم کی وجہ سے ہے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا علم اگر نہ ہوتو بھیڑ بکریوں، گائے، بھینس بلی اور کتے کی طرح انسان بھی ایک حیوان ہوتا علم کو اللہ تعالیٰ نے ذریعہ امتیاز قرار دیا، اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ یہاں رب کا ذکر آیا ہے کہ رب کا نام لے جس نے پیدا کیا لیکن اِقْرَاْ وَرَبُّكَ

الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ جب علم کا ذکر آیا تو فرمایا کہ میں رب ہوں ،اکرمیت والا ہوں بہت بڑی صفت ہے ربوبیت خلق کا تقاضا تھا اور اکرمیت علم کا ذریعہ بنا تعلیم انسان کو دی کہ تو اگر اشرف المخلوقات ہے تو علم کی وجہ سے ہے وہ دنیاوی علوم جو ہیں تو وہ سارے فنون ہیں وہی مزدور، وہی موچی ، وہی درزی ، نام بدل دیئے گئے، انجینئر وغیرہ رکھ دیا ہے چیز وہی ہے خود کو انجینئر کہتے ہیں ،سائنسدان کہتے ہیں ، چیز وہی ہے ، وہ علم نہیں ہے ،علم تو وہ ہے کہ جس کے ذریعہ سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو، ذات کی معرفت ،کائنات کی معرفت اور تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کی معرفت حاصل ہو اور علم صرف وہ ہے جس کیلئے آج آپ یہاں جمع ہوئے ہیں جو وحی سے حاصل ہوتا ہے قرآن وحدیث سے حاصل ہوتا ہے العلماء ورثة الأنبياء حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ آپ انبیاء کے وارث ہیں وہ امانت الٰہی جس کے متعلق قرآن مجید میں آتا ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وہ امانت یہی علم ہے تمام کائنات نے اس سے انکار کیا عرش وفرش ،کوہ وجبل سب نے انکار کیا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ انسان نے اس کو اٹھایا میری رائے میں اس انسان سے صرف اہل علم مراد ہیں، طالب علم مراد ہیں کامل انسان وہ ہے جس کی پاس علم ہو ان بڑی بڑی یونیورسٹیوں کے فضلاء جو اپنی حقیقت تک سے بے خبر ہیں حلال وحرام کی تمیز نہیں کر سکتے یہ تو انسان نہیں یہ تو اَنعام (حیوان) ہیں انسان تو یہ علماء ہیں جنہوں نے اس امانت وحی کو اٹھایا اب ان انسانوں کو جن کو اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا ہے ان کو کیا کچھ عطا فرمائیں گے......

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

’’آپ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہیں تو نہیں کر سکیں گے‘‘

اللہ کی نعمت عظمیٰ آپ کے پاس ہے

امام غزالیؒ فرماتے ہیں ، ساری کائنات میں یا تو نعمتیں ہیں یا منعم علیہ ہیں یا منعم ہے ان تمام نعمتوں میں اگر کوئی نعمت ہے یا نعمت کامل بنتی ہے تو صرف علم کی وجہ سے آپ خود کو کمزور نہ سمجھیں ،حقیر نہ جانیں، حقارت محسوس نہ کریں ،احساس کمتری کا شکار نہ ہوں کہ ہم تو بہت کمزور ہیں ،دنیا کی شان وشوکت ہمارے پاس نہیں ہے یہ ناشکری ہے اور اس عظیم نعمت کے ناقدری ہے......

برخود نظر کشادہ ز تہی دامنی مرنج
درسینہ تو ماہ تمام نہادہ اند

یہ بڑے بڑے دنیادار اور حکمران چاہے یلسن ہو چاہے ،کلنٹن ، پاکستان کے نواز شریف ہو یا بے نظیر یہ تو تمہاری گرد کے برابر بھی نہیں۔

طالب علم کی فضیلتیں

آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات پر فضیلت دی ہے اس کی ناقدری نہ کریں اللہ تعالیٰ نے آپ کو وراثت نبوی ﷺ کے منصب پر فائز کیا ہے حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ فرشتے طالب علم کے لئے پر بچھاتے ہیں کہ یہ علم حاصل کرنے حقانیہ جارہے ہیں آپ کوئٹہ سے چمن سے وزیرستان، افغانستان ،تاجکستان ،داغستان سے یہاں پہنچے ہیں فرشتوں کے پروں پر سے گزر کر یہاں پہنچتے ہیں جب طالب علم، علم کے راستے پر چلتا ہے تو حدیث میں آتا ہے اللہ تعالیٰ جنت کا راستہ آسان فرمادیتے ہیں آپ نے شکر ادا کرنا ہے ، عاجزی کرنی ہے رونا گڑگڑانا ہے، تکبر نہیں کرنا ،علم خدا کی صفت ہے جس میں یہ صفت آجائے تو اس میں عالی صفات کا وجود ضروری ہے ہمارے مولانا رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ ایک آئینہ ہے اس کو سورج کے سامنے رکھیں تو اس میں سورج کی صفات آئیں گی وہ روشنی بھی دیتا ہے جب یہ آئینہ سورج کا مظہر بن جاتا ہے ، تصریف بھی

آ جاتی ہے حرارت بھی آ جاتی ہے سورج کو دیکھیں تو آنکھیں چندھیا جاتی ہے، وہ آئینہ بھی صرف نظر کرتا ہے اب اگر آپ میں تکبر ہے، انانیت ہے، فرعونیت ہے تو پھر تو وہ صفات نہ آئیں گی جو اللہ کی صفات ہیں خود کو علم کا مظہر اتم بنالیں کردار میں، گفتار میں، نشست و برخاست، ہر چیز میں سنت رسول ﷺ کا اتباع کریں گے، عاجزی اختیار کرنی ہے آپ کا مقام بہت بلند اور عالی ہے۔

طالب علم کا مقام مجاہد سے بھی برتر ہے

طالب علم کا مقام مجاہد سے بھی برتر ہے، علماء نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ کون افضل ہے مجاہدین یا طالب علم امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ وغیرہ نے بھی اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ کون افضل ہے ان دونوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ طالب علم کا مقام مجاہد سے بھی افضل ہے جہاد بھی بڑا عمل ہے، کوئی عمل اس کے برابر نہیں، مجاہدین کا چلنا، پھرنا، کھانا، پینا، بول و براز سب کچھ عبادت ہے، لیکن اس کے باوجود ایک طالب علم جو دین سیکھنے کے لئے اپنے گھر سے نکلتا ہے تو اس کا مقام و مرتبہ اس مجاہد سے بھی اونچا ہے کیونکہ اگر جہاد قائم ہے تو ان علوم کی برکت ہے یہ قرآن وحدیث اس میں جہاد کے مباحث کتاب المغازی وغیرہ نہ ہوتے تو جہاد کا جذبہ، ولولہ اور عمل کیونکر ثابت ہوتا ان سب کا ذریعہ یہی علم ہے علم ہی ہے جو یہ بتاتا ہے کہ جہاد کن صورتوں میں فرض عین ہوجاتا ہے، کن صورتوں میں واجب اور مستحب بن جاتا ہے یہ الگ بات ہے کہ کبھی حالات اس قسم کے بن جاتے ہیں کہ نفیر عام کی صورت پیدا ہوجاتی ہے اور پھر مرد وزن سب کے لئے نکلنا واجب ہوجاتا ہے اور اس وقت سب سے بڑا عمل یہی جہاد کا ہوتا ہے، ورنہ عام حالات میں طالب علم کا مقام بہت بلند ہے۔

علم کی برکت سے جہاد

آپ کا دوران طالب علمی، ہر عمل اللہ تعالیٰ عبادت میں شمار کرتے ہیں اس علم ہی

کی بدولت اسلام کی شان و شوکت قائم ہے جہاد افغانستان کی برکت سے امریکہ کو اور ساری دنیا کو معلوم ہوگیا ہے کہ جہاد ایک بہت بڑی قوت ہے انہیں یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جہاد کے سرچشمے کیا ہیں انگریز کو یہ معلوم نہیں تھا، ان کی نظر مدارس پر نہیں پڑی تھی ہمارے اکابر مسجدوں میں اور درختوں کے نیچے بیٹھ گئے اور درس شروع کیا۔

دور اندیش اکابر اور دینی مدارس کا قیام

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ وغیرہ اکابرین نے مدرسے قائم کیے ہمارے اکابر کی بڑی گہری نظر تھی امریکہ ویورپ دوسو سال بعد اس بات کو سمجھ گئے کہ ہماری بربادی اور تباہی کی اصل بنیاد کیا تھی ہمارے اکابرین سمجھ گئے کہ اب بزور تلوار انگریز کا مقابلہ مشکل ہے تو انہوں نے دفاعی انداز اختیار کیا قرآن وحدیث کا درس شروع کیا مدارس قائم کیے کہ دین محفوظ ہوجائے جب دین محفوظ ہوگیا تو پھر سب کچھ آسان ہے، جہاد بھی آسان ہوگا اور نفاذ شریعت بھی، ان مدارس سے فضلاء نکلے اور سو ڈیڑھ سو سال میں انگریز سے ہندوستان آزاد کرالیا امریکہ کو یہ بات معلوم ہوگئی ہے کہ روس کیونکر تہس نہس ہوگیا ٹینک، توپ اور ہوائی جہاز وغیرہ کچھ کام نہ آئے ایٹم بموں کے ذخائر دھرے کے دھرے رہ گئے۔

مدارس جہاد کے سرچشمے

طالب علم نکلے اکوڑہ سے، چمن سے اور خالی ہاتھ روس کا مقابلہ کیا اور برکت جہاد سے روس کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے سینکڑوں طلباء جو آج سابقہ روس کے مختلف علاقوں سے آکر دارالعلوم میں دین سیکھنے آئے ہوئے ہیں چیچنیا میں جو آج سروں پر کفن باندھ کر ماسکو کا مقابلہ کررہے ہیں، تو یہ کیا چیز ہے؟ یہی علم ہی تو ہے جس نے جذبہ شہادت اور جذبہ جہاد کو ابھارا ہے آج امریکہ کہتا ہے کہ یہ دینی مدرسہ ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے ان کو خوب معلوم ہوگیا ہے تجزیہ کیا ہے تحقیقات کی ہوئی ہیں کہ جب تک یہ

طالب اور ملا رہے گا اور یہ مدرسہ رہے گا تو جہاد بھی ہوگا اور جب تک جہاد ہوگا، دنیا پر ہمارا قبضہ نہیں ہوسکتا،تو اگر طالب علم باقی نہ رہے گا تو جہاد کہاں ہوگا؟ بوسنیا، مصر، الجزائر اور فلسطین میں جہاد کیوں کر ہوتا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اسلام کی شان وشوکت جو ہے وہ جہاد ہے اور جہاد کی بنیاد ہی طالب علم ہے آپ کے سامنے بہت بڑا چیلنج ہے آپکا مقابلہ روس اور امریکہ جیسی قوتوں کے ساتھ ہے ہندوؤں اور یہودیوں کے ساتھ ہے۔

دشمن آپ کی قدر و قیمت سمجھ چکا ہے

اُن کو یہ نواز شریف، بے نظیر، حسنی مبارک وغیرہ دشمن نظر نہیں آتے وہ سمجھتے ہیں کہ جس میں دین کا علم نہیں وہ ہمارے غلام ہیں اور یہ حکمران تو ان کے غلام ہیں اور ان کے ہاتھوں میں کٹھ پتلیاں ہیں یہ ملک وملت کو بیچنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں،امریکہ سمجھتا ہے کہ یہ خوار وزار طالب علم جو حقانیہ میں بیٹھا ہوا ہے، یہ میری غلامی قبول نہیں کرتا، اسکو میرا غلام بننا گوارا نہیں یہی ہمارا دشمن نمبر ایک ہے طالب علم اور مدرسہ کے ساتھ ان کا اعلان جنگ ہے یہ اعلان جنگ پہلا اتنا کھل کر نہیں ہوا تھا اب وہ کہہ رہے ہیں کہ ملا اور طالب علم کو ختم کردو، یہ داڑھیاں، پگڑیاں ہمارے لئے خطرناک ہیں یہ مدارس ہمارے خلاف فوجی چھاؤنیاں ہیں تو واقعی یہ مدارس چھاؤنیاں ہیں اور پورے کفر کے خلاف آپ کی تربیت کرتی ہیں، آپ کو تیار کرتی ہیں ایک معمولی دشمن کے لئے ایک فوجی کتنی تیاری کرتا ہے اور آپکا مقابلہ تو مادی اعتبار سے دنیا کی سب سے بڑی قوتوں کے ساتھ ہے آپ نے دن رات تیاری کرنی ہے خود سے ہر ایک نے ایٹم بم بنانا ہے آپ اللہ کے دین کے سپاہی ہیں، دنیا کے مظلوم اقوام کی نظریں آپ پر لگی ہوئی ہیں۔

اکابر اور ہر لمحہ علم کی طلب

ایک ایک منٹ ایک ایک لمحہ آپ کا قیمتی ہے فضول گپ شپ میں وقت ضائع

کرنے کے متحمل آپ نہیں ہوسکتے، طالب علم کا وقت بہت ہی قیمتی ہے ایک ایک منٹ آپکا سال سے زیادہ قیمتی ہے اب تو آپ فارغ ہیں، پھر یہ فراغت نہیں رہے گی دنیا کی ساری ذمہ داریاں آپ کے کندھوں پر ہونگی آپ کے ضائع شدہ وقت کی تلافی نہیں ہوسکتی حضرت قتادہؒ روتے تھے کہ قضائے حاجت اور کھانے پینے پر وقت کیوں ضائع ہوتا ہے؟ حضرت امام ابو یوسفؒ کا آخری وقت تھا، نزع کی کیفیت تھی لیکن اس حال میں بھی دین کا ایک مسئلہ زیر بحث تھا، ساتھیوں نے کہا کہ تکلیف میں کیوں پڑتے ہیں، ساری عمر لاکھوں مسائل کا استخراج کیا ہے اب یہ وقت تو ایسا نہیں کہ آپ اس میں بھی علمی مسائل بیان کررہے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس مسئلہ کی پوری تنقیح ہوجائے اسی اثنا میں نماز کا وقت آیا،عبادت کرنے والے مسجد کی طرف نماز کے لئے چلے، پیچھے سے عورتوں کے رونے کی آواز بلند ہوئی، سمجھ گئے کہ امام وقت کا وصال ہوگیا،تو یہ حال تھا ائمہ کرام کا، آپ دور دور سے حدیث سننے آئے ہیں، کہیں ایسا نہ ہوا کہ آپ کسی کام میں مصروف ہوں اور یہاں درس جاری ہو۔

صحابہؓ اور ائمہ سلفؒ کا حصول علم اور ایک حدیث کیلئے پر مشقت سفر

علماء کرام ایک ایک حدیث کے لئے کس قدر مشقت اٹھاتے تھے آپ کے لئے تمام ذخیرہ حدیث یک جا جمع ہے صحابہ کرامؓ،حضور اقدس ﷺ کی حدیث میں حاضر رہ کر سیکھتے تھے جب ان کو معلوم ہوجاتا کہ فلاں شخص کے پاس ایک حدیث ہے جو ہم نے خود حضور ﷺ سے نہیں سنی، تو سفر شروع کردیتے تھے اور اس حدیث کے سننے کے لئے اس شخص کے پاس جاتے، حضرت جابرؓ، حضرت انسؓ کے برابر ایک صحابی ہیں ان کو معلوم ہوجاتا ہے کہ شام میں حضرت عبداللہ ابن انیسؓ ایک صحابی رسول ﷺ ہیں ان کے پاس ایک حدیث ہے، یہ حدیث حضرت عبداللہ ابن جابرؓ، کو معلوم ہے لیکن انہوں نے حضور ﷺ سے خود نہیں سنی ہے اور حضرت عبداللہ ابن انیسؓ نے خود سنی ہے تو اس ایک حدیث کی سند متصل کرنے

کے لئے وہ مدینہ سے دمشق تک کا سفر کرتے ہیں تو سند کا اتصال ضروری ہے یہ نہیں کہ حضرت مفتی محمد فرید صاحب درس کے آخر میں دعا کرتے ہیں آپ صرف اس دعا میں شرکت کریں آپ ایسا کریں گے تو کام نہیں بنے گا کتنی حدیثیں بے سند آپ سے چلی جائیں گی علماء کرام نے ایک ایک حدیث کے پیچھے کس قدر مشقتیں برداشت کی ہیں کس قدر اسفار کئے ہیں آپ اندازہ نہیں لگا سکتے آج جو احادیث کے ذخائر مجتمع شکل میں کتابوں کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہیں، ان کے جمع کرنے پر کس قدر محنت ہوئی ہے۔

اوقات کی ضیاع نا قابل تلافی خسارہ

آپ اپنے ضائع شدہ وقت کی تلافی پھر نہیں کرسکیں گے اوقات کی قضا ممکن نہیں دیکھیں ایک تو اللہ کے حقوق ہے اور ایک اوقات کے اپنے حقوق ہیں ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ حقوق اللہ ضائع ہوگئے تو ان کی تلافی اور قضا ممکن ہے نماز مثلاً اللہ تعالیٰ کا حق ہے اگر کسی عذر کی وجہ سے قضاء ہوگئی تو دوسرے وقت پڑھ لیں گے اسی طرح روزے کی قضا ہے جو اسی سال رہ گئے تو دوسرے سال رکھ لیں گے حقوق اللہ فی الاوقات کی قضا ممکن ہے لیکن جو وقت چلا گیا اس کی قضاء ممکن نہیں، کسی بھی قیمت پر ممکن نہیں علم جو ہے وہ تکالیف کے ساتھ حاصل ہوتا ہے حصول علم کے دوران تکالیف آئیں گی امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں العلم عزلاذل فیه یحصل بذل لاعزفیه "یعنی علم بہت بڑی عزت ہے اس میں ذلت نہیں" لیکن حاصل ہوگا ذلت اٹھا کر جسمیں عزت نہ ہوگی وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ اصحاب صفہ کیا تھے ان کی حالت کا اندازتو لگائیں آپ کی طرح طلباء تھے اللہ چاہتے تھے تو دنیا کے خزانوں کا انبار ان کے آگے لگا دیتے لیکن وہ کیا کیا تکلیفیں اٹھا رہے تھے بھوک تھی، پیاس تھی، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہوجاتے، اورلوگ ہماری گردنوں پر پیر رکھتے تھے کہ ان کو جنون ہوگیا ہے، دیوانے ہوگئے ہیں وماھوالا الجوع اور یہ جنون نہیں تھا بلکہ بھوک کی وجہ سے ہم نڈھال ہوکر بے ہوش

ہوجاتے تھے اصحاب صفہ اسلام کے اولین طالب علم ہیں حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں سبق پڑھتا تھا جب بھوک زیادہ لگ جاتی تو چلا جاتا ایک یہودی کے باغ میں جا کر مزدوری طلب کرتا وہ یہودی کچھ کام دے دیتے فرماتے ہیں میں پانی نکالتا جب ایک مٹھی کھجور جمع ہوجاتیں تو مزدوری ختم کر کے واپس مسجد نبوی ﷺ آجاتا کہ بس یہ کھجور میری بھوک ختم کرنے کے لئے کافی ہیں۔

تو میرے بھائیو! ان تکالیف کیلئے خود کو تیار کرلو ہمارے امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ ان کو جو یہ مقام ملا ہے تو یہ ایسے نہیں مل گیا بہت تکالیف اٹھائی ہیں امام بخاریؒ سے سبق میں کبھی ناغہ نہیں ہوتا تھا ایک دن درس میں حاضر نہ ہوسکے ساتھی پریشان ہوگئے کہ کیا بات ہوگئی ہے، چلے دروازہ کھٹکھٹایا، وہ دروازہ نہیں کھول رہے تھے ساتھی مزید پریشان ہوگئے کہ یہ کیا بات ہے آپ نے اندر سے آواز لگائی کہ براہ خدا! مجھے شرمندہ نہ کریں، بہت مجبور ہوئے تو کہا میرا صرف یہی کپڑوں کا ایک جوڑا ہے جو کہ بہت میلے ہوگئے تھے، میں چاہتا ہوں کہ ان کو دھولوں تو میں خود کو گھر میں بند کر کے یہ کپڑے دھو رہا ہوں اور انکے خشک ہونے کا انتظار کر رہا ہوں کہ جب خشک ہوجائیں تو پہن لوگا حضرت امام امالکؒ اپنے گھر کی ایک شہتیر نکال کر بیچتے تھے اور اس پر گزارہ کرتے تھے ہمارے اکابرین دیوبند جن کے ہم شاگرد ہیں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ یہ دہلی میں رات کو بازار چلے جاتے تھے اور سبزی کے دوکاندار کے اس پاس سے اس سبزی میں سے جن کو دکاندار خراب سمجھ کر پھینک دیتے تھے تو اس میں سے کچھ ٹماٹر وغیرہ جمع کر کے استعمال کرتے تھے بجلی نہیں تھی، تیل کے پیسے نہیں تھے دہلی میں جابجا حکومت نے گلیوں میں جو روشنی کا انتظام کیا ہوتا تو اس کے قریب بیٹھ کر مطالعہ کرتے تھے ہمارے والد محترم ہمیشہ یہ بات کرتے تھے کہ میں دارالعلوم دیوبند میں پڑھنے کے لئے گیا تو وہاں روٹی کا انتظام نہ تھا تو ایک طالب تھا غزنی کا، اس نے کہا آپ واپس نہ جائیں، یہیں پڑھیں میں ایک وقت کی روٹی آپکو دیا کرونگا، تو حضرت

مولانا اس طالب علم کیلئے دعائیں کیا کرتے تھے کہ یہ سب صدقہ جاریہ اس گمنام طالب علم کا ہے۔

دارالعلوم کے محدود وسائل

پہلے دارالعلوم میں اس قسم کی سہولتیں نہیں تھیں، اب تو الحمدللہ بڑی فراخی ہے آپ اپنے بڑوں سے پوچھ لیں یہ حضرت مولانا عبدالغنی صاحب موجود ہیں ،ان سے پوچھ لیں ، انہوں نے کس قدر مشقت اور محنت سے یہاں علم حاصل کیا ہے یہ غسل خانے، پانی کا یہ انتظام نہیں تھا، پانی نہیں تھا اور بجلی کے پنکھے نہ تھے دارالعلوم میں اب تو الحمدللہ کافی آرام وراحت ہے اب زمانہ بدل گیا ہے ہمیں احساس ہے لیکن اب بھی دارالعلوم مشکلات میں ہے مالی لحاظ سے شدید بحران ہے یہ جو تعمیرات کا سلسلہ جاری ہے، تو یہ دارالعلوم کے چندوں سے نہیں چل سکتا یہ میں نے خود ایک طریقہ کار بنایا ہوا ہے سینیٹ اور قومی اسمبلی کے ہر ممبر کو ترقیاتی سکیموں کے لئے مخصوص فنڈز ملتے ہیں تو میں نے اپنے فنڈز یہاں دارالعلوم میں تعمیرات پر لگا دیئے ہیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ رقم بجائے سڑکوں اور ندی نالوں کی تعمیر پر یہاں لگے تو بہتر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں کی فلاح کے کام آئے تو بہتر ہے اور اب تو حکومت اس میں بھی رکاوٹیں پیدا کررہی ہے اصل میں دارالعلوم کا کاروبار اللہ کے فضل اور مخیّر حضرات کے عطیات اور زکواۃ اور تعاون پر چل رہا ہے کسی بھی حکومت کی کوئی بھی امداد دارالعلوم کے ساتھ نہیں ہے۔

اب تو طلباء کی تعداد بھی بڑھ گئی ہے اور مہنگائی کا حال تو آپ کو معلوم ہے میرا دل نہیں چاہتا کہ طلباء اس قدر دور دور سے یہاں آئیں اور یہاں داخلہ سے محروم رہیں ہمیں اللہ تعالیٰ پر اعتماد ہے وہ ضرور ہماری مشکلیں آسان فرمائیں گے اب تاجکستان ، چیچنیا وغیرہ سے طالب علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سیکھنے آتے ہیں ہم اب

کیسے ان کو واپس کردیں دل نہیں چاہتا کہ کوئی طالب علم بغیر داخلہ کے واپس جائے لیکن کیا کریں دارالعلوم انتہائی مشکلات میں ہے پہلے اگر ایک ہزار لگتے ،تو اب دس ہزار میں بھی کام نہیں چلتا ، ہمارا ارادہ تھا کہ اس دفعہ داخلہ بہت محدود رکھیں گے لیکن پھر بھی گنجائش سے بہت زیادہ طلباء کو داخل کیا اور جن طلباء کو داخلہ نہ مل سکا تو وہ ناراض نہ ہوں، میں آپ سے معافی چاہتا ہوں اور معذرت کرتا ہوں ، بہت مجبوری کی بناء پر ہم نے داخلہ بند کردیا ہے کیونکہ ہمارے پاس وسائل بہت محدود ہیں میری تو خواہش ہوتی ہے کہ ہر طالب علم کو علیحدہ علیحدہ کمرہ ملے لیکن ایسا تو مشکل ہے آپ کو ایثار سے کام لینا ہے ۴ کی بجائے ۶ طالبعلم ایک کمرہ میں گزارہ کرلیں طعام الواحد یکفی الاثنین وطعام الاثنین یکفی الأربعة وطعام الأربعة یکفی الثمانیة (الإتحاف: ٣٤٢٤) دو طالب علم گزارہ کریں تو دو طلباء کو جگہ دے سکتے ہیں اس طالبعلم کے علم کا ثواب آپ کو ملے گا، وہ صدقہ جاریہ ہوگا آپ کے لئے ایک اور بات یہ ہے کہ دارالعلوم کا مفاد پیش نظر رکھیں بجلی کی بہت بڑی مصیبت بنی ہوئی ہے ان ایجنٹوں نے ملک کو امریکہ کے ہاتھ فروخت کردیا ہے تمام وسائل سود کی شکل میں امریکہ پہنچ رہے ہیں اس دفعہ دارالعلوم کی بجلی کا ماہانہ بل ۸۰ ہزار روپے آیا ہے پچھلے ماہ ۸۰ ہزار سے زائد آیا تھا یہ حال ہے بھائیو!

دارالعلوم ملت کی امانت ہے ہر معاملہ میں طلبہ کو احتیاط کی تلقین

دارالعلوم ملت کی امانت ہے ، جس کی حفاظت سب کی ذمہ داری ہے ،ایک صحابی شہید ہوئے صحابہ نے فرمایا کہ مبارک ہو،مبارک ہو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو تو میں جہنم میں دیکھ رہا ہوں اس نے مال غنیمت سے ایک رومال اٹھایا تھا،شیطان اس آدمی کو فتوے دیتا ہے اور تاویلوں کے انبار لگا دیتا ہے اس کو تلبیس ابلیس کہتے ہیں علامہ ابن جوزیؒ نے مستقل کتاب لکھی ہے اس کے اوپر تو جس چیز کی مدرسہ کی طرف سے اجازت ہے اس کا استعمال آپ کیلئے جائز ہے اسی طرح دارالعلوم کی ہر چیز کا خاص خیال

رکھیں یہ سب آپ کا مشترکہ گھر ہے جابجا گندگی نہ ڈالیں، اسی طرح دیواروں کے اوپر لکھائی وغیرہ مت کریں اس بات کا اپنے اپنے احاطوں میں خود اہتمام کرلیں، کوڑا کرکٹ وغیرہ جابہ جانہ پھینکیں آپ نے خود اس بات کا خیال رکھنا ہے اب دارالعلوم کے لئے تو دو ہزار طلباء کے لئے صفائی کا انتظام مشکل ہے اپنے اپنے کمروں اور احاطوں کی صفائی کریں یہاں ہر قسم کے لوگ آتے ہیں دور دور سے باہر ملکوں کے لوگ یہاں آتے ہیں وہ آپ کو اور آپ کے اخلاق کا معائنہ کرتے ہیں پچھلے دنوں ہالینڈ سے لوگ آئے تھے وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ یہ کیسے لوگ ہیں جو دنیا میں انقلاب لا رہے ہیں۔

جب وہ آپ کی بے ترتیبی دیکھیں گے تو بہت زیادہ بدظن ہونگے اپنے کپڑے صاف ستھرا رکھیں صفائی ایمان کا حصہ ہے حدیث پڑھنے آتے ہیں تو گویا رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں اور اس مجلس کے آداب کا خیال نہیں رکھیں گے تو آپ سوچیں ہوگا کیا؟ خوشبو لگا کر بیٹھیں حضرت امام بخاریؒ ایک ایک حدیث کے لئے غسل کیا کرتے تھے امام مالکؒ ایک ایک حدیث کس قدر اہتمام کرتے تھے کتابوں کا بھی مسئلہ ہے بعض طلباء سال کے آخر میں بے احتیاطی کرتے ہیں، پچھلے سال شعبان میں ہم نے حساب لگایا تو دو سو طلباء ایسے تھے جنہوں نے سال کے آخر میں کتابیں داخل نہیں کی تھیں بعض مدارس میں کتابوں کی قیمت ضمانت میں رکھتے ہیں ہزار بارہ سو روپیہ مجھے بھی بعض ساتھی یہ مشورہ دے رہے تھے کہ ایسا کریں لیکن ہمیں احساس ہے کہ آپ میں سے اکثریت غریب طلباء کی ہے تو ہم نے اس سے صرف نظر کیا مگر آپ کو تو اپنی ذمہ داری کا خیال کرنا ہوگا۔ باقی انشاء اللہ آپ کے اساتذہ وقتاً فوقتاً آپ کو ہدایات دیتے رہینگے چونکہ وقت کم ہے اس لئے دعا کریں کہ اللہ کریم ہم سب کو دین پر قائم رہنے اور علم دین کی خدمت کی توفیق دے آمین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ضبط و ترتیب: مولانا عبدالوہاب مروت متعلم دارالعلوم حقانیہ

الحق، ج ۱۳ ش ۶-۷ مارچ ۱۹۹۶ء

مدارس، علماء اور طلباء کی اہم ذمہ داریاں

تحصیل علم کے آداب، دور جدید کے تقاضے اور فرائض

۲۲ شوال ۱۴۱۹ھ دارالعلوم حقانیہ کے تعلیمی سال کے آغاز پر

قائد جمعیت مولانا سمیع الحق کا مفصل خطاب

ترمذی شریف سے سال کی افتتاح

آج ترمذی شریف سے نئے سال کی افتتاح ہوئی، یہ سارے اساتذہ کرام کا طریقہ ہے کہ جس طرح دارالعلوم دیوبند اور دوسرے جامعات میں افتتاح ترمذی شریف سے ہوتی ہے یہاں بھی افتتاح ترمذی شریف سے ہوتی ہے تو آج یہاں بھی افتتاح ترمذی شریف کی ابتدائی حدیث سے ہوئی، اللہ اس کو مبارک فرمائے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

العلماء ورثة الأنبياء (ابی داؤد: ح ٣٦٤١) ''یعنی علماء وارث ہیں انبیاءؑ کے''

متلاشیان علم کی تکریم

حضور اقدس ﷺ کی طرف ایک قول منسوب ہے فرمایا کہ ایک زمانہ آئیگا کہ دنیا کے کونے کونے سے طلباء مدینہ منورہ کو علم سیکھنے آئینگے، عراق سے، سوڈان سے، مصر سے اور سفر کی وجہ سے انکے اونٹ اور سواریاں لاغر ہو چکی ہوں گی اور ان لوگوں کا مقصود حصول علم اور حدیث ہوگا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے بارے میں خیر کا رویہ اختیار کرو۔

فاستوصوابهم خیراً یہ یا تو امام مالکؒ کا قول ہے یا حضور اقدس ﷺ کی حدیث ہے، تو جس طرح حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو تو آج ہم بھی آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں، آپ حضور اقدس ﷺ کے دین سیکھنے آئے ہیں، آپ حقیقت میں اللہ اور رسول ﷺ کے مہمان ہیں اور تمام اساتذہ بھی آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں اور ہماری تمنا اور خواہش ہے کہ آپ کی خدمت کریں تاکہ حضور ﷺ کی قول کی اتباع نصیب ہو جائے۔

علم ایک عظیم نعمت اور وحی کی ابتداء تعلیم و تعلم سے

میرے بھائیو! اس کائنات میں عظیم نعمت علم کی نعمت ہے اور یہ مہتم بالشان نعمت ہے، اللہ نے اپنی وحی کی ابتداء تعلیم و تعلم اور درس و تدریس سے کی ہے، قرآن پاک کی پہلی سورت میں اسی کا ذکر ہے اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ (العلق: ۱۔ ۴) اس میں اللہ اس بات سے آغاز کرتے ہیں کہ پڑھو، اللہ کے نام سے پڑھو، یہاں صفت تخلیق کے ساتھ ذکر کیا کہ جس طرح آپ کو پیدا کیا اس طرح تمام کائنات کو پیدا کیا، نباتات، جمادات، عناصر اربعہ یہ تمام صفت تخلیق میں آپ کے ساتھ شریک ہیں گویا یہاں عمومی تخلیق کی طرف اشارہ کیا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ''اس ذات کے نام سے پڑھو جس نے تم کو پیدا کیا'' اور تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور سب کی تربیت کرتا ہے اور ان کو تکمیل اور کمال تک پہنچاتا ہے تو گویا یہاں صفت ربوبیت منشاء تخلیق ہے اور جب علم کا ذکر آتا ہے تو فرمایا اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ''یعنی اس پاک ذات کے نام سے پڑھو جو بہت اکرام کرنے والا ہے'' تو گویا علم کا منشاء صرف ربوبیت نہیں بلکہ وہ رب جو بہت اکرم ہے تو اکرمیت کا تقاضا یہ تھا کہ آپ کو علم دیا گیا، منشاء علم صفت ربوبیت نہیں بلکہ اکرمیت بھی ہے اور اکرام یہ ہے کہ اپنے علم سے آپ کو مالا مال کیا۔

حضرت آدمؑ علم کی وجہ سے مسجود ملائکہ بنے

تمام عناصر اربعہ نباتات، جمادات تخلیق میں آپ کے ساتھ شریک تھیں لیکن آپ کا مابہ الامتیاز علم ہے کہ آپ کو علم کی دولت سے مالا مال کیا اور یہی وجہ تھی کہ فرشتوں کو حکم ہوا کہ حضرت آدمؑ کو سجدہ کرو، فرشتوں جیسی پاک مخلوق کو حکم ہوا کہ وہ ان کو سجدہ کریں گویا انسان کو مسجود الیہ ٹھہرایا اور اس پاکیزہ مخلوق سے انسان کا تعظیم کرایا اس کو گارڈ آف آنر (Guard of Honour) کہتے ہیں تو اس کو سجدہ نہیں کہتے بلکہ تعظیم کہتے ہیں جب فرشتوں کو حکم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کر تو ان فرشتوں نے کہا یہ فساد کرینگے اور قبیح قسم کے صفات ان کے ذہن میں تھے لیکن اللہ نے فرمایا کہ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی اس کو میں ایک صفت دونگا جو تمام صفات پر حاوی ہو جائے گا اور وہ صفت علم کی صفت ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ (الاحزاب: ۷۳)

تو وہ امانت کیا تھی جس کو رب کریم نے یہاں ذکر فرمایا ہے؟ تو وہ امانت وحی الٰہی تھی تو وہ علم جو صرف وحی سے مستفاد ہو وہ صرف انسان کے ساتھ تھا کہ تمام کائنات میں اشرف المخلوقات ٹھہرا اور زمین میں خلیفہ ٹھہرایا، تو ان تمام صفات کا منشاء وہ علم ہے جو انسان کو دیا، لیکن بدقسمتی ہے ان لوگوں کیلئے جنھوں نے اس علم کو پس پشت ڈالا، نہ اس کو سیکھا اور نہ اس پر عمل کیا، سائنس، ٹیکنالوجی، جغرافیہ، فزکس، کیمسٹری یہ بھی علوم میں شامل ہیں، انبیاء علیہم السلام نے ضمناً ان کی طرف بھی اشارہ کیا ہے لیکن اصل علوم جن کی تعلیم انبیاء علیہم السلام نے دی ہے وہ علم وحی کی علم ہے اور قرآن وسنت کی تعلیم ہے جو دنیا اور آخرت کی نجات کا ذریعہ ہے۔

حصول علم انتخاب الٰہی اور نعمت خداوندی

تو میرے محترم بھائیو! آج کروڑوں انسانوں میں آپ لوگوں کا انتخاب ہوا ہے حالانکہ دنیا میں ہزاروں کروڑوں انسانوں کا اس علم سے تعلق نہیں اللہ نے آپ کے والدین کے دلوں میں ڈالا کہ آپ کو علم کی حصول کیلئے بھیج دیں حالانکہ وہ بوڑھے ہیں ان کو آپکی خدمت کی ضرورت ہے لیکن پھر بھی آپ کو یہاں بھیجا تا کہ آپ علم حاصل کریں گویا یہ انتخاب الٰہی ہے کہ آپ یہاں علم حاصل کرنے آئے ہیں گویا آپ کو اللہ نے اپنے دین کی حفاظت کیلئے چن لیا ہے جس طرح نبوت وہبی شئے ہے یہ کسب سے حاصل نہیں ہوسکتی اگر اربوں انسان مل کر کسی کو نبی بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکتے اس طرح آپ کی بھی سلیکشن ہوگئی ہے تو جس طرح نبوت وہبی شئے ہے اسی طرح انبیاء کی وراثت بھی وہبی شے ہے اور طلباء کا انتخاب بھی وہی ہے، آج نہ تو علم حاصل کرنے کیلئے حالات مناسب ہیں، نہ تحریض ہے، مشکلات اور تکالیف ہیں پھر بھی ان حالات میں علم حاصل کرنا اللہ کی مہربانی ہے۔

حصول علم اور محنت

محترم طلباء! جب اللہ نے آپ کو چن لیا ہے تو علم حاصل کرنے میں خوب کوشش کرو، اس علم کو اپنے اندر جذب کرو اور ساری دنیا میں اس علم کو پھیلاؤ اور اس کا شکر ادا کرو کہ اللہ نے انبیاء علیہم السلام کا وارث ٹھہرایا، دنیا میں جو بڑا مالدار ہے وہ قارون کا وارث ہے، جو بڑا حکمران ہے وہ ہامان کا جانشین ہے اور ایسے لوگ کلنٹن اور یلسن کے وارث ہیں ان کی وراثت صبح تو ہوتی ہے لیکن شام ہاتھ سے چلی جاتی ہے اور شام ہوتی ہے تو صبح ختم ہو جاتی ہے

دین کیلئے تکالیف سنت انبیاء

جب آپ نبی ﷺ کے وارث ہیں تو وارث پر وہی ذمہ داری عائد ہوتی ہے جو

مورث پر ہوتی ہے انبیاء نبوت کا فریضہ تکالیف اور پریشانیوں سے پورا کرتے حضور اقدس ﷺ پر نماز کی حالت میں غلاظت سے بھری ہوئی اوجھڑی رکھی گئی دعوت کے وقت ان پر پتھر برساتے، گوبر برساتے، انبیاء کرامؑ کو آروں سے چھیرا گیا لیکن وہ اپنے مقاصد پر ڈٹے رہے۔

حصول علم، امتحانات اور مصائب

تو آج آپ بھی ان کے وارث ہیں اس لئے ان نامساعد حالات میں اپنے آپ کو حالات کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار رکھیں، چاہیے جس طرح حالات بھی آئیں لیکن اپنے مقصد پر ڈٹے رہیں اور یہ اللہ کی سنت ہے کہ جس کو بڑا منصب دیتا ہے اس کو اتنی ہی تکالیف میں رکھتا ہے، مختلف قسم کے امتحانات اللہ کی طرف سے آتے ہیں اور یہ تکالیف آزمائشی ہوتے ہیں جو کوئی اس کو برداشت کرتا ہے اللہ اس کو عظیم مرتبہ اور درجہ سے نوازتا ہے، امام ابو یوسفؒ فرمایا کرتے تھے کہ علم سراسر عزت ہے اس میں ذلت نہیں لیکن اس کا حصول تکالیف کے بغیر نہیں فرمایا العلم عز لا ذل فيه يحصل بذل لا عز فيه

اکابر امت اور حصول علم میں شدائد

محترم طلباء! یہ تصور نہ کرو کہ یہاں آنے کے ساتھ ہی راحت شروع ہو جائیگی بلکہ تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا اور جو تکالیف ہم پر علم کے راستے میں آئیں تو اس میں ہم اپنے اکابرین کو دیکھیں کہ انہوں نے کتنی تکالیف برداشت کیں، امام مالکؒ کو میراث میں والد کا کمرہ ملا اور علم حاصل کرنے کے دوران جب ضرورت ہوتی تو ایک چھت کی ایک ایک کڑی بیچتے اور اس پر گزارہ کرتے امام بخاریؒ نے ایسی حالت میں تحصیل علم کیا جو بیان سے باہر ہے، ایک مرتبہ امام بخاریؒ درس سے غیر حاضر رہے حالانکہ انکی عادت شریفہ یہ تھی کہ کبھی بھی درس سے غیر حاضر نہ رہتے، ان کے ساتھیوں کو فکر ہوئی کہ وہ تو درس سے غیر حاضر نہیں رہتے کیا وجہ ہے؟ تو ان کے گھر گئے، امام بخاریؒ نے اپنے آپ

کو ایک کمرے میں بند کیا تھا، انہوں نے دروازہ پر دستک دی لیکن امام صاحبؒ نے دروازہ نہ کھولا طلباء بار بار دستک دیتے رہے کہ دروازہ کھولو، لیکن امام بخاریؒ نے دروازہ نہ کھولا اور رو کر فرمایا کہ مجھے شرمندہ مت کرو، آج میں درس سے اس لیے غیر حاضر رہا کہ میرا ایک جوڑا ہے جس کو میں نے دھو دیا ہے اس لیے میں اندر ننگا بیٹھا ہوا ہوں اور اس انتظار میں ہوں کہ خشک ہو جائے تو اس کو پہن کر باہر نکلوں

حصول علم کے لئے اکابر دیو بند کی قربانیاں اور شدائد پر صبر

وہ حضرات تو در کنار! قریب کے علماء کا حال سنیں، حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیو بند اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوھیؒ کا گزران کیسا تھا؟ ان کا حال سننے کے قابل نہیں وہ دہلی میں پڑھتے تھے جب شام ہوتی تھی تو دہلی کے بازار میں سبزیوں کی دکان کے سامنے کھڑے ہوتے اور سبزی فروش جو بیکار سبزی راستے میں پھینکتے تو یہ حضرات ان سبزیوں کو اٹھاتے ان کو دھوتے اور ان کو ابال کر کھاتے گویا ان گلی سڑی سبزیوں پر ان کا گزارا تھا، ان پر صبر کرتے لیکن علم کے حصول میں کمی آنے نہیں دیتے لیکن علم کے لحاظ سے اس طرح تھے کہ متکلمین کے امام تھے انہوں نے علم کلام ایجاد کیا اور ایسا علم کلام ایجاد کیا کہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ آئندہ پانچ سو سال تک اسلام پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا اور جو اعتراض کرے گا اس کا حل مولانا قاسم نانوتویؒ کی کتابوں میں موجود ہے، حضرت والد محترم مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب میرٹھ میں تھا تو وہاں کھانے کا انتظام نہ تھا، میرے ساتھ ایک طالب علم نے ایثار کیا اور وہ اپنا کھانا مجھے دیتے تھے اور چھ مہینے کے بعد پتہ چلا کہ وہ خود فاقہ کرتے لیکن اپنا کھانا مجھے دیتے تھے اس لئے حضرت اپنی خصوصی دعاؤں میں اس کو ہمیشہ یاد رکھتے تھے کہ وہ ان کے حصول علم کا سبب بنے تو میرے محترم بھائیو! اپنے آپ کو تکالیف اور شدائد کیلئے تیار رکھو حالانکہ آجکل وہ مجاہدے اور تکالیف نہیں جو گذشتہ

زمانے میں تھے پرانے زمانے میں دارالعلوم حقانیہ میں پنکھے نہ تھے، نہ سردی سے بچنے کا کوئی خاص ذریعہ تھا، بعد میں ہم نے اپنی مصرف سے اس میں پنکھے لگائے تا کہ طلباء کو سہولت ہو، بہر حال آج وہ مجاہدے نہیں لیکن پھر بھی جو تکالیف سامنے آئیں ان پر صبر کرو اور ان کو برداشت کرو۔

آسودہ حال معاشرہ اور حصول علم

محترم طلباء! آج اگر آپ لوگ دیکھیں گے تو معاشرہ میں سب سے آسودہ حال لوگ طلباء و علماء ہیں طلباء کو تیار ملتا ہے ان کو پتہ نہیں کہ کہاں سے آتا ہے لوگ مشقت برداشت کرتے ہیں تکالیف اٹھاتے ہیں، رزق کے حصول کیلئے گھروں کو چھوڑ رکھا ہے لیکن اس معاملہ میں آپ بالکل بے خبر ہیں اور یہ محض اللہ کی مہربانی ہے کہ آپ لوگوں کو علم کے حصول کیلئے تمام چیزوں سے اور ضروریات سے بے پرواہ کرا دیا ہے۔

علم کی طرف امام اعظم کی رغبت صحابی رسول ﷺ سے سماع حدیث

امام ابو حنیفہؒ فرماتے تھے کہ میرے عمر پندرہ سال کی تھی تو میں اپنے والد کے ہمراہ حج کو گیا میں نے منیٰ یا عرفات میں ایک بزرگ شخص کو دیکھا کہ لوگ اس کے گرد جمع ہیں درمیان میں ایک کتاب رکھی ہوئی میں نے اپنے والدؒ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہیں؟ تو فرمایا کہ یہ صحابی رسول عبداللہ بن جزء ہیں اور احادیث بیان کر رہے ہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے پہلی حدیث سنی وہ فرما رہے تھے کہ جو شخص علم کے حصول کیلئے زندگی وقف کرے اللہ اس کو رزق سے مستغنی کر دے گا، امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ اول حدیث تھی کہ صحابی سے سنی۔

حصول علم میں تصحیح نیت

میرے بھائیو! علم کے حصول میں سب سے اہم اور بنیادی چیز تصحیح نیت ہے کہ محض اللہ کی رضا مقصود ہو، علم سے قضاء، افتاء، امامت، دنیا کا منصب مقصود نہ ہو بلکہ

مقصد یہ ہو کہ اس علم کو سیکھیں اور تمام دنیا میں اسکی روشنی پھیلائیں قرآن پاک میں اللہ کا ارشاد ہے فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (الانفال: ۱۲۲) یعنی علم سے مقصود اللہ کی مرضیات معلوم کریں اور اس پر عمل کریں اور پھر دنیا کو جائیں اور وحی الٰہی سے لوگوں کے دلوں کو منور کریں لیکن سب سے پہلے اپنے آپ میں علم کا جذب کرنا ضروری ہے۔

زمین کی تین قسمیں

اس کے بارے میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جس کا مفہوم یہ ہے کہ زمین کی تین قسمیں ہیں ایک قسم کی زمین وہ ہے جس پر بارش ہوتی ہے تو وہ زمین خوب جاذب ہے اس لئے بارش کے پانی کو خوب اپنے اندر جذب کر دیتی ہے اور پھر اس زمین سے سبزہ کی خوب نشوونما ہوتی ہے دوسری قسم کی زمین وہ ہے جو پانی کو جذب نہیں کرتی لیکن پانی کو جمع کر دیتی ہے جس کے ذریعہ دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے اور تیسری قسم کی زمین وہ ہے جو نہ تو پانی کو جمع کرتی ہے نہ جذب کرتی ہے بلکہ پانی اس کے اوپر چلا جاتا ہے اور اس قسم کی زمین سے نہ اس کی ذات کو فائدہ پہنچتا ہے اور نہ اس سے دوسروں کو پہنچتا ہے۔

طالب علم کی تین قسمیں

تو ایسی مثال طالب علم کی بھی ہے بعض طالب علم ایسے ہوتے ہیں کہ وحی الٰہی کو سیکھتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں لیکن پہلے سے یہ عالم نہ تھے اور ان کے اخلاق و عادات درست نہ تھے لیکن جب علوم نبوی ﷺ کو اپنے اندر جذب کیا تو اس کے اخلاق و عادات، اعمال، شکل و شباہت سب سرسبز و شاداب ہوئے تو انسان کیلئے حیات روحانی وحی ہے تو جب طالب علم نے علم سیکھا تو اس کا سارا نقشہ بدلا، اس کے اخلاق، اس کا

لباس، اسکی وضع و قطع اور لوگ اس کو دیکھیں تو اللہ یاد آجائے، اسی طرح دوسری قسم کی زمین میں صرف پانی جمع رہتا ہے، حالانکہ وہ زمین نشوونما نہیں کرسکتی اسی طرح بعض طالب علم بھی دوسرے درجے کے ہوتے ہیں کہ خود تو عمل نہیں کرتے لیکن علم کو پورا حاصل کرتے ہیں پھر اس علم کو دنیا میں پھیلاتے ہیں، تالیف، تصنیف کے ذریعے، تبلیغ کے ذریعہ اور مختلف ذریعوں سے علم کی اشاعت کرتے ہیں، تیسری قسم کی زمین پتھریلی زمین ہے جو پانی کو نہ جمع کرسکتی ہے، نہ جذب کرسکتی ہے تو بعض طالب علم بھی تیسرے درجے کے ہوتے ہیں کہ نہ علم سیکھتے ہیں اور نہ اس کو پھیلاتے ہیں تو اللہ ہمیں پہلے نمبر کا طالب علم بنائے لیکن یہ تب ہوگا کہ ہماری نیت صحیح ہو اور جب نیت صحیح ہوگی تو ہم میں للّٰہیت پیدا ہوگی اور اخلاص اور تقویٰ نصیب ہوگا۔

دارالعلوم حقانیہ امن کا گہوارہ

ہمارے مفتی محمد فرید صاحب فرماتے تھے کہ جب ان کو حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب نے دارالعلوم آنے کیلئے کہا، اس وقت وہ جامعہ اسلامیہ مدرس تھے اور شرح جامی اور دوسری کتابیں پڑھا رہے تھے، تو مفتی صاحب کا قول ہے کہ وہ پریشان تھے کہ کیا کرے، رات کو خواب دیکھا کہ دارالعلوم کے باہر بڑا دروازہ بنا ہوا ہے اور اس کے اوپر ایک بینر لگا ہوا ہے اور اس پر یہ لکھا ہوا ہے کہ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا یعنی جو دارالعلوم کو داخل ہوا وہ امن سے ہوا۔ اسی لحاظ سے دارالعلوم امن کی جگہ ہے اور باہر دنیا فتنوں سے بھری پڑی ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ یہیں اس سال دارالعلوم میں استنبول (ترکی) سے چند نوجوان پڑھنے آئے ہیں اور رمضان سے لیکر ابھی تک اصرار کر رہے ہے کہ انہیں یہاں داخلہ دیا جائے اس لئے کہ انہوں نے یہاں ایک روحانیت کو پایا ہے۔ یہی طلباء کہتے ہیں کہ ہم کراچی، لاہور، اسلام آباد وغیرہ دیگر شہروں کے جامعات میں گئے لیکن کہیں بھی تسلی نہ ہوئی لیکن جب یہاں

دارالعلوم میں آئے تو ایک دلی اطمینان نصیب ہوا اور وہ کہتے ہیں کہ جب یہاں آئے تو ایک سکون سا محسوس کیا۔

وقت کی قدر و قیمت

تو جب اللہ نے ایسے ماحول کو مہیا کیا اور ایسے اساتذہ سے نوازا تو اب ضروری بات ہے کہ وقت کی قدر کرو، ایک ایک منٹ قیمتی ہے جو کبھی بھی دوبارہ نہ آئے گا ہمارے ایک بزرگ فرماتے تھے کہ حقوق اللہ کی قضا تو ہے لیکن حقوق الوقت کی قضا نہیں، مثلاً ظہر کا وقت ہے جب ظہر کی نماز قضا ہوئی تو گناہ تو ہوگا لیکن اس کی قضاء ممکن ہے، اسی طرح روزہ ہے اگر فوت ہوگیا تو اسکی قضا ہوسکتی ہے حج اگر ایک سال قضاء ہو جائے تو دوسرے سال ادا ہوسکتا ہے لیکن اگر وقت ہاتھ سے نکل گیا تو پھر اس کی قضاء نہیں اور وقت کا حق یہ ہے کہ اس کو صحیح مصرف میں استعمال کریں ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ الوقت سیف اما تقطعه او یقطعك یعنی وقت تلوار ہے گویا تلوار کے ساتھ جنگ ہے یا تو آپ اس کی حفاظت کرلوگے تو گویا آپ نے اس تلوار کو قطع کیا اور اس سے اپنے آپ کو بچالیا اور اگر اسکی حفاظت نہ کی تو وہ آپ کو قطع کر دیگا یا تو تم اسکی حفاظت کرلوگے سبق پڑھا، گھنٹہ کو ضائع نہ کیا تو گویا اس کو محفوظ کیا، اس کی حفاظت کی، قربانی کیلئے اپنے آپ کو تیار کریں، تکلیف آئیگی کھانا کم ملے گا، پینے کا پانی نہ ملے گا، کبھی نمک زیادہ ہوگا، کبھی کم ہوگا شکر کرو کہ اللہ نے لوگوں کے دلوں میں بات ڈالی ہے کہ اپنے آپ کو بھوکا چھوڑتے ہیں اور مدرسے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں ایسے لوگ بھی ہیں کہ اپنے آپ کو بھوکا رکھتے ہیں اور مدرسے کو دیتے ہیں تاکہ طالب علم اس سے سبق پڑھے تو تم شکر گزار نہیں بنتے من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ ’’تو جب ان کا شکریہ ادا نہ کروگے تو اللہ کا شکر نہ کرسکوگے‘‘

جامعہ حقانیہ کے عظیم الشان اساتذہ کرام

البتہ سب سے بڑا شکریہ ہے کہ وقت کا صحیح استعمال ہو کیونکہ، وقت دوبارہ نہ ملے گا یہاں دارالعلوم میں ایک ایک منٹ بہت قیمتی ہے اور اگر یہ وقت ضائع ہوا تو پھر اس کا تدارک ممکن نہیں ہے اس بات پر بھی شکر کرو کہ اللہ نے عظیم الشان اساتذہ سے آپ لوگوں کو نوازا ہے جس طرح دیوبند میں اللہ نے ایسے اساتذہ کو جمع کیا تھا جو زہد و تقویٰ کے پہاڑ تھے اور آپ کے اساتذہ نے بھی اپنی تمام زندگیاں آپ کیلئے وقف کیں ہیں اور ان کا مقصود صرف اور صرف اللہ کی رضا ہے، اس وجہ سے ان کا فیض پھیل رہا ہے، آپ حضرات کے علم میں ہے کہ یہ اساتذہ کرام کتنے کم روپوں میں گزارا کرتے ہیں حالانکہ انہیں ہزاروں روپوں کی پیش کش ہوتی ہے لیکن یہ ان کو معذرت کرتے ہیں کہ یہاں دارالعلوم میں طلباء کو زیادہ فائدہ پہنچتا ہے اور اسی جذبے کے تحت یہ اساتذہ کرام یہاں اپنی زندگی گزار رہے ہیں تو جس طرح کے اساتذہ کرام سے اللہ نے آپ کو نوازا ہے اسی طرح کا ماحول بھی اللہ نے دیا ہے دارالعلوم جیسا ماحول بہت کم جامعات کو نصیب ہوا ہے دارالعلوم امن کا ایک جزیرہ ہے، راحت اور سکون کا جزیرہ ہے، باہر شہروں میں دیکھیں گے تو فتنے اور فسادات ہیں، ہر طرف بے حیائی ہے، جلسے ہیں، سیاست ہے، لیکن دارالعلوم کو اللہ نے جزیرہ امن ٹھہرایا ہے، اس لے اس کی قدر کرو، یہاں ایک روحانی ماحول ہے وہ دوسری جگہ ملنا مشکل ہے۔

حضرت قتادہؒ کو وقت کا احساس

حضرت قتادہؒ نابینا علماء میں سے ہیں ان نابینا علماء نے بھی دین کی بہت خدمت کی ہے، علامہ ابن عبدالبرؒ نے کتاب العلم و العلماء میں ان علماء کا ذکر کیا ہے کہ ان نابینا علماء نے مستقل تصنیفات کی ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت قتادہؒ کو وقت کا بہت احساس تھا، کھانے کے وقت کا بھی اسکو احساس ہوتا تھا اور اس پر روتے تھے کہ کھانے

میں بھی وقت ضائع ہوتا ہے اگر اس کو مطالعہ اور دوسرے دینی امور میں صرف کرتے تو اچھا ہوتا یہاں تک کہ پاخانہ کے وقت بھی احساس تھا حالانکہ یہ طبعی امور ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ دنیا میں جن لوگوں نے ترقی کی ہے ان لوگوں کے ساتھ وقت کا احساس تھا چاہے وہ یہودی ہو یا عیسائی یا کسی اور مذہب کے ہو۔

پروفیسر آرنلڈ کو وقت کا احساس اور ذوق مطالعہ

ہندوستان کے دور حکومت میں ایک انگریز آیا جس کا نام پروفیسر آرنلڈ ہے وہ علی گڑھ یونیورسٹی میں پڑھاتے تھے اور علامہ اقبالؒ وغیرہ حضرات کے اساتذہ میں سے ہیں، انہوں نے اسلام کے بارے میں بھی ایک کتاب لکھی جس کا نام دعوت اسلام (The preaching of Islam) ہے کسی عرصہ میں اس پروفیسر آرنلڈ اور علامہ شبلی نعمانیؒ نے ایک سمندری جہاز میں سفر کیا، اس وقت کے اکثر سفر سمندری جہازوں سے ہوتے تھے، انہوں نے ''سفر نامہ مصر و نامہ شام'' میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ جب وہ دونوں سمندری سفر میں تھے تو پروفیسر آرنلڈ کا اپنا کمرہ تھا اور علامہ شبلی نعمانی کا اپنا کمرہ تھا اس لئے کہ سمندری جہاز کا سفر مہینوں جاری رہتا تھا سفر کے دوران جہاز کے ایک حصے میں آگ لگ گئی، جہاز میں ہنگامہ کھڑا ہوا اور جہاز ڈوبنے لگا، ہم سب اس افراتفری میں تھے کہ جہاز ڈوب رہا ہے اور ہر ایک کے ساتھ اپنی فکر لگی ہوئی تھی نفسانفسی کی حالت تھی اس لئے پروفیسر آرنلڈ ہم سے بھول گئے اس لئے کہ وہ کمرہ میں مطالعہ میں مشغول تھے کچھ وقت بعد خیال آیا کہ پروفیسر آرنلڈ کو تو بالکل خبر نہیں لہٰذا ہم دوڑ کر گئے اور اس کو اطلاع دی کہ جہاز ڈوب رہا ہے اور ہم یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ اسی وقت بھی وہ مطالعہ میں مشغول تھے جب ہم نے صورت حال ظاہر کی تو اس نے کہا کہ جب جہاز ڈوب رہا ہے تو میں کیا کروں؟ پھر تو مجھے چھوڑ دو تا کہ اس صفحہ کی تکمیل کروں اور اپنا مطالعہ پورا کروں، اس لئے کہ ڈوبنے کا تو کوئی علاج نہیں۔

امام ابو یوسفؒ کو وقت کا احساس اور ذوقِ اجتہاد

حقیقت یہ ہے کہ پروفیسر آرنلڈ کیا چیز ہے، اپنے امام ابو یوسفؒ کو دیکھو کہ جب اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھے تو اس وقت شاگرد عیادت کرنے آئے جب شاگردوں سے بات ہونے لگی تو امام ابو یوسفؒ نے پوچھا کہ رمی ماشیا افضل ہے یا راکبا افضل ہے (یہ ابواب الحج کے مسائل ہیں) تو شاگردوں نے بتایا کہ آپ کو اس وقت بہت تکلیف ہو رہی ہے اور یہ وقت ان مسائل کے چھیڑنے کا نہیں اس لئے کہ آپ نے دین کی بہت خدمت کی ہے آپ نے ساری زندگی فقہی مسائل تلاش کرنے میں صرف کی ہے اور ہزاروں فرضی (متوقع) مسائل کی وضاحت کی ہے (جو ابھی تک واقع بھی نہیں ہوئیں ہیں) لیکن پھر بھی آپ نے انکا حل بیان فرمایا اس لئے یہ وقت ان مسائل کا نہیں تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ایک مسئلہ واضح ہو جائے اس کے ساتھ مرنا افضل ہے یا یہ کہ ایک مسئلہ مجمل رہ جائے تو جب شاگردوں سے یہ بات چیت ہوئی اور شاگرد گھر سے نکل رہے تھے تو جب یہ طلباء گھر کے دروازے پر پہنچے تو گھر سے رونے کی آواز شروع ہوئی اور معلوم ہوا کہ امام یوسفؒ دنیا سے تشریف لے گئے تو امام ابو یوسفؒ حالت نزع میں بھی دینی مسائل میں مشغول رہے اور چونکہ ان حضرات کے ساتھ وقت کا احساس تھا اس لئے دین کی وہ خدمت کر کے گئے جن کی نظیر مشکل ہے تو اب آپ کو بھی وقت کی قدر کرنا ضروری ہے اور یہ وقت ایک امانت ہے، قیامت کے دن اللہ پاک یہ بھی پوچھیں گے عن شبابه فی ما أبلاه ''اپنی جوانی کو کس چیز میں مشغول رکھا''

سیاست سے اجتناب

بہرحال اپنی وقت کی قدر کرو بہت ناقدر طلباء ایسے ہوتے ہیں جو اپنی پڑھائی کے اوقات کو سیاست میں گزارتے ہیں حالانکہ ہم خود پسند نہیں کرتے کہ دار العلوم میں سیاست کریں ہمارا مقصد یہ ہے کہ یہیں صرف تعلیمی ماحول ہو اس لئے طلباء کو یہاں

دارالعلوم میں سیاست سے دور رہنا ہوگا اور جب فراغت ہو جائے تو پھر سیاست کریں لیکن یہ اوقات خالص پڑھائی کے اوقات ہیں ان میں تمام مشاغل کو ختم کرو اور اپنے آپ کو صرف اور صرف پڑھائی کی طرف متوجہ کرو لیکن اس بات کو ذہن نشین رکھو کہ آپ سیاست جو بھی ہو اس کو اپنے اندر رکھو اس لئے کہ مدرسے کا ایک مسلک ہے اور ایک سیاست ہے اس لئے اس سیاست کے ساتھ آپ کے سیاسی تصادم کو برداشت نہیں کر سکتے اگر میری یعنی مہتمم کی ایک سیاست ہو اور آپ کی دوسری سیاست ہو تو اس سے جامعہ کی بے عزتی ہوگی اس لئے آپ کو سیاست سے دور رہنا ضروری ہے بنیادی طور پر میں آپ حضرات کیلئے سیاست کو پسند نہیں کرتا میں نے کبھی طلباء کو اپنے جلسے میں جانے کا نہیں کہا کہ یہ طلباء میرے لئے مظاہرے کریں اور جلوس نکالیں، بلکہ یہ ضروری ہے کہ آپ خالص علم حاصل کریں اس لئے کہ دارالعلوم کو اللہ پاک نے بہت صفات اور کمالات سے مخصوص کیا ہے سیاست وغیرہ وٹیپ ریکارڈ سننا اور دیگر خرافات وغیرہ ان سب باتوں کو چھوڑ دیں مدرسہ تو اتنی سختی نہیں کرتا اور آپ حضرات چونکہ عاقل اور بالغ ہیں اس لئے مدرسہ والے ہاتھ میں ڈنڈا نہیں اٹھاتے کہ آپ کے پیچھے گھومتے پھرتے رہیں بلکہ آپ خود سوچیں کہ ہم کس لئے آئے ہیں، ہمارے والد محترم کا یہ فلسفہ تھا اور فرماتے تھے کہ ضابطہ سے رابطہ اچھا ہے یعنی ربط و محبت سے طلباء کو سمجھانا اچھا ہے اس لئے ضروری ہے کہ آپ بھی ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں تو ان سے آپ لوگوں کو بھی بہت فائدہ پہنچے گا اور دارالعلوم کے عملہ کو بھی آسانی رہے گی۔

تحصیل علم اور ادب

اس کے علاوہ تحصیل علم کیلئے بنیادی چیز ادب ہے استاد کا ادب کرنا بہت ضروری امر ہے من علمنی حرفا فھو مولای حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جس نے مجھے ایک حرف بھی سکھایا وہ میرا آقا ہے اور اسکی خاصیت یہ ہے کہ جو طالب جتنا استاد کا

ادب کرے گا اس کا علم اتنا پھیلے گا۔ ہمارے والد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہٗ بہت مثالیں بیان فرمایا کرتے تھے، وہ فرماتے تھے کہ شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے پاس ہزاروں طلباء تھے انہی میں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ بھی تھے لیکن چونکہ مولانا حسین احمد مدنیؒ اپنے استاد کا احترام کرتے تھے ان کا علم تمام اطراف عالم میں پھیلا اور دوسرے حضرات جو اساتذہ کا ادب نہ کرتے تھے تو سکول کے ماسٹر اور معمولی عہدے دار بنے تو ادب کی وجہ سے جو درجہ سید حسین احمد مدنیؒ کو ملا وہ دوسرے طلباء کو نصیب نہ ہوا۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے استاد حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی بہت خدمت کرتا اور ان کے ساتھ انتہائی احترام سے پیش آتا تو طلباء میرا مذاق اڑاتے کہ یہ خوشامد کرنے والا ہے اور اپنے نمبر بڑھاتا، لیکن میں انکی باتوں کی پرواہ نہیں کرتا تھا، آج وہ لوگ کھیتوں میں اور دنیا میں مشغول ہیں اور ان کا کوئی فیض دنیا کو نہیں پہنچتا، اس لئے والد محترم فرمایا کرتے تھے کہ الدین کله ادب کہ دین سراسر ادب کا نام ہے اور اسی ادب سے رشتے قائم ہیں۔ میں نے جو سند بیان کی اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے شروع کی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کنکشن (Connection) حضرت والدؒ سے لیکر حضرت محمد ﷺ تک پہنچے اس لئے کہ حضرت محمد ﷺ پاور ہاؤس ہیں اور آپ حضرات کھمبے اور ٹرانسفارمر ہیں انہی نسبتوں سے یہ علم ہم کو پہنچا ہے تو گویا اس سند کو اس لئے بیان کیا جاتا ہے تاکہ سلسلہ اور سند حضرت محمد ﷺ تک پہنچ جائے اور دورہ حدیث میں مقصودی چیز سند متصل کرنا ہے، علمی ابحاث سے زیادہ اہم چیز یہ ہے کہ ایک حدیث بھی بغیر اتصال کے نہ رہ جائے، بعض طلباء ایسے بھی ہوتے ہیں جو ہفتوں درس میں حاضر نہیں ہوتے اور یہ سوچتے ہیں کہ کسی ساتھی سے کاپی لیکر دیکھ لینگے حالانکہ سند کا متصل کرنا بہت اہم ہے کہ حدثنا عن فلان عن فلان یعنی اس طریقے سے یہ حدیث ہم تک پہنچتی ہے اور جو حدیث رہ جائے وہ سند تو بغیر اتصال کے رہ جاتی

ہے تو گویا وہ سند تو حضور اقدس ﷺ کو نہ پہنچی اور بیچ میں سے کنکشن منقطع ہوا اس لئے یہاں پر دوران سال سرد الحدیث ہوتی ہے تو ہر طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ بلاناغہ تمام دروس میں شریک رہے۔

بے ادبی کی وجہ سے علم سے محرومی

محترم بھائیو! جس طرح میں نے آپ کے سامنے عرض کیا کہ استاد کا ادب ضروری ہے کہ اگر آپکی معمولی بے ادبی اس کے ساتھ شامل ہو جائے تو اس سے آپ کے حصول علم میں کم آئیگی، حضرت والدؒ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ امام سرخسیؒ بہت بڑے امام گزرے ہیں وہ کسی مقام کو تشریف لے گئے تو جن طلباء کو معلوم ہوا فوراً اسکی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک طالب علم تاخیر سے آیا تو ان سے تاخیر کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ انکی والدہ بیمار تھی اور انکی خدمت میں مصروف تھا اس لئے دیر ہو گئی اور ماں کی خدمت کی وجہ سے مجبور تھا اس لئے جلدی حاضر نہ ہو سکا تو امام سرخسیؒ نے فرمایا کہ آپکی عمر زیادہ ہوگی اور باقی حضرات کا علم پھیلے گا تو گویا خاصیت بیان کی کہ جو استاد کا ادب کرے تو اس کا علم پھیلے گا اگرچہ والدین کی خدمت بھی ضروری ہے لیکن اساتذہ کیساتھ تعلق اور انکے ادب سے علم میں برکت ہوتی ہے۔

شیخ الہندؒ کا مقام ادب

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے ایک مرتبہ افسوس سا ظاہر کیا کہ نانوتہ میں میرا فلاں رشتہ دار ہے وہ کس حالت میں ہوگا اور نانوتہ کا علاقہ دیوبند سے بہت دور تھا۔ مولانا قاسم نانوتویؒ نے یہ کلمات ویسے ہی کہے لیکن پاس ہی مولانا محمود الحسنؒ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے یہ کلمات سنے اسی وقت ارادہ کیا کہ جا کر اپنے استاد کے رشتہ دار کا حال معلوم کرلوں کہ کس طرح ہوگا گویا وہ اساتذہ کے منشا کے مطابق عمل کرتے تھے۔ دوسری طرف نانوتہ کا علاقہ دیوبند سے بہت دور تھا، راستے میں گھنے جنگل تھے، وحشی حیوانات کا

ڈر تھا، رات کا اندھیرا تھا لیکن پھر بھی حضرت مولانا محمود الحسنؒ چپکے سے نانوتہ روانہ ہوئے تاکہ استاد کو خبر دے دے، چنانچہ رات بھر سفر کیا اور اسکے حالات پوچھے اور راتوں رات واپس ہوئے، صبح جب مولانا قاسم نانوتویؒ مدرسہ میں وضو فرما رہے تھے تو شیخ الہندؒ نے ان سے فرمایا کہ رات آپ نے جس رشتہ دار کے بارے میں پریشانی ظاہر کی تھی اب اللہ کے فضل سے وہ صحیح ہیں، حالانکہ شیخ الہندؒ دیوبند کے ایک بڑے امیر شخص کے بیٹے تھے اور ان کے والد انگریزوں کے زمانے کا افسر تھا اور شیخ الہندؒ کو بہت ناز ونعم میں پالا لیکن شیخ الہندؒ کی یہ حالت تھی کہ جب استاد کی پریشانی کا حال معلوم ہوا تو راتوں رات سفر کیا اور حالات سے ان کو باخبر کیا۔

حضرت مدنی اور استاد کا ادب

انگریزوں نے شیخ الہندؒ اور دوسرے علماء کرام کو جزیرہ مالٹا میں قید رکھا اور ان حضرات کو گرفتار کرنے میں شاہ حسین (شہنشاہ اردن) کے دادا کا کردار سرفہرست ہے کہ انہوں نے انگریزوں کو آگاہ کیا اور ان پاک ہستیوں کو مالٹا میں چار سال تک قید رکھا اور انہوں نے مالٹا جیل میں مختلف قسم کی تکالیف برداشت کیں، اسیری کے دوران شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ بہت بیمار ہو گئے تھے اور چونکہ ضعیف تھے اس لئے تہجد کے وقت ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا بہت مشکل تھا، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے جب یہ دیکھا کہ حضرت شیخ الہندؒ کو ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے ہوتی ہے تو ہر رات چپکے سے پانی کا برتن لیتے اور اس برتن کو اپنے سینے سے پیوست کرتے تاکہ بدن کی حرارت سے اس کی ٹھنڈے پن میں کمی آجائے، لہٰذا مولانا حسین احمد مدنیؒ رات بھر بیٹھے رہتے اور اس برتن کو اپنے بدن سے لگائے رکھتے اور تہجد کے وقت اس پانی کو شیخ الہندؒ کی خدمت میں پیش کرتے جس سے وہ وضو فرماتے تو گویا مولانا حسین احمد مدنیؒ خود تو تکلیف برداشت کرتے لیکن کوشش یہ ہوتی کہ استاد کو راحت پہنچے تو یہ ہمارے اسلاف کے ادب کا ایک

نمونہ ہے، تو اب آپ کو بھی اساتذہ کا ادب و احترام ضروری ہے اس طرح دارالعلوم کا ادب کرنا ضروری ہے حتیٰ کہ دارالعلوم کے چپڑاسی کا ادب کرنا بھی ضروری ہے یہ تمام حضرات آپ کے خادم ہیں۔

اکابرین دیوبند کا حالِ ادب

بڑے بڑے علماء کے بارے میں سنا ہے کہ وہ دیوبند اور گنگوہ کی طرف پاؤں پھیلا کر نہ سوتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ یہ دونوں مراکز علمی اور قبلہ علمی ہیں۔ ایک عبادت کا قبلہ ہے اور ایک علم کا قبلہ ہے تو میرے بھائیو! یہ دارالعلوم بھی قبلہ علمی ہے اس کا احترام آپ تمام حضرات پر لازم ہے اور آج بھی ایسے بہت حضرات ہیں وہ جب دارالعلوم تشریف لاتے ہیں تو سڑک پر جوتیاں اتارتے ہیں تا کہ دارالعلوم اور قبلہ علمی کی ناقدری نہ ہو۔

طالبان عالمی پروپیگنڈہ کی زَد میں

اب اہم بات یہ ہے کہ چونکہ طالبان کی وجہ سے ساری دنیا میں آپ حضرات کا نام اونچا ہو گیا ہے اس لئے مختلف قسم کے لوگ آئینگے اور آپکے حالات کو دیکھیں گے کہ یہ کس طرح لوگ ہیں، آج امریکہ سے، آسٹریلیا سے، جرمنی سے، برطانیہ سے لوگ آتے ہین تا کہ آپ لوگوں کو دیکھیں کہ طلباء کیسی مخلوق ہے؟ جنہوں نے ساری دنیا میں ایک ہل چل مچا رکھی ہے گذشتہ سال میرے پاس ایک وفد آیا تا کہ طلباء کے حالات معلوم کریں کہ یہ کس طرح کی مخلوق ہے؟ ان خبیثوں نے یہ پروپیگنڈہ کیا ہے کہ یہ طالبان ایک ''غلیظ اور گندی شئے'' ہے ان کے سینگ بھی ہیں، ان کے بڑے بڑے دانت ہیں اور پیچھے سے دم کو تلاش کرتے ہیں کہ کتنی لمبی ہوگی اور ان کا یہ تصور نہیں ہے کہ طلباء انسان ہوں گے اور جب ان کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نام بھی ہیں تو بہت حیران ہوئے اور کہتے ہیں کہ مولانا! کیا ان کے نام بھی ہیں اور آ کر یہ بیان کرتے ہیں کہ مغربی ممالک میں یہ تصور ہے کہ طلباء بھیڑ، بکریوں کی طرح ایک مخلوق کا نام ہے،

لیکن میرے بھائیو! یاد رکھو یہ چند دن کا پروپیگنڈہ ہے جو ختم ہو جائیگا، اس لئے آج صحابہؓ کی طرح حالت پیدا ہو گئی ہے گذشتہ زمانے میں دنیا کے لوگ صحابہ کے ساتھ ہنستے بھی تھے اور انکے بارے میں پوچھتے بھی تھے کہ یہ کس طرح کھاتے ہیں کس طرح پیتے ہیں؟ اور اپنے خصوصی جاسوس بھیجتے تھے۔

بیدار رہ کر وقت گزارنا

میرے ساتھ جو یہودی اور عیسائی آتے ہیں تو مجھ سے ملا عمر کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ یہ کس طرح کا آدمی ہے، اس کے کان کس طرح ہیں، اسکی ناک کس طرح ہے؟ بعض حضرات تو یہ کہتے ہیں کہ ملا عمر ہے ہی نہیں بلکہ آپ لوگوں نے مقامات کی طرح ایک ڈرامہ بنایا ہے اگر وہ ہوتے تو باہر کیوں نہیں نکلتے، آج دنیا کو تجسس ہے کہ وہ کہاں ہے؟ تو آج تمام دنیا آپ کے خلاف ہے، آپ کے بارے میں معلومات حاصل کرتی ہیں کہ انکی خوراک کیا ہے، یہ علم کس طرح سیکھتے ہیں؟ اور ۲۴ گھنٹے آپ کا جائزہ لے رہے ہیں۔ ہمارے والد محترمؒ کے ساتھ غم تھا کہ جب طالب علم کسی محلّہ کو جائے گا تو لوگ گھور گھور کر دیکھیں گے اس لئے فرماتے تھے کہ بازاروں میں ایک دوسرے کو آواز نہ دو اور ہوٹلوں میں نہ بیٹھو لیکن آج تمام عالم کفر طلباء کے خلاف ہے اور سمجھتے ہیں کہ ان کا سب سے بڑا دشمن طالب علم ہے اور یہ بھی سمجھتے ہیں کہ دارالعلوم حقانیہ ان کا مرکز ہے، اس لئے بیدار رہ کر وقت گزارنا ہوگا۔

صفائی کا خاص خیال رکھنا

یہاں پر دوسری بنیادی چیز صفائی ہے، مدرسے والے بھی کوشش کرتے ہیں لیکن آپکے تعاون کی ضرورت ہے لہٰذا اپنے کمروں کو صاف رکھیں اور جو گندگی ہو اس کو کمروں کے باہر نہ پھینکیں بلکہ جو ڈرم پڑے ہوئے ہوں ان میں گندگی ڈالیں، اسی طرح کمرے میں (پلاسٹک شاپر) رکھیں اور اس میں غیر ضروری اشیاء

ڈالو اس لئے کہ جب گندگی ہوگی تو مچھر پیدا ہوں گے اور پھر آپ حضرات کو تکلیف ہوگی۔

کاغذ پر لکھے ہوئے لفظ اللہ کے احترام کا ایک عجیب واقعہ

کاغذوں کو نیچے نہ پھینکو بلکہ ان کو محفوظ رکھو اور جب بہت سے کاغذات جمع ہو جائیں تو ان کو جلائیں اس لئے کہ ہر کاغذ میں ضرور بالضرور اللہ اور رسول ﷺ کا نام لکھا ہوتا ہے اور جب ہم اس کو نیچے پھینکتے ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ پاؤں کے نیچے آئیگا اور گناہ کا سبب ہوگا اس لئے جب علم کو سیکھنا ہے تو ان چیزوں کا احترام کرو جن سے علم حاصل ہوتی ہے۔ کتابوں میں واقعہ لکھا ہے کہ ایک جاہل شخص تھا جو علم سے بالکل خالی تھا ایک دن اس نے ایک کاغذ نیچے پڑا ہوا دیکھا جس پر اللہ کا نام لکھا ہوا تھا وہ بہت رویا کہ اللہ کا نام نالی میں پڑا ہوا ہے لہٰذا اس نے کاغذ کو اٹھایا اور اس کو دھویا لیکن وہ بہت روتا رہا رات کو سو کر جب صبح اٹھا تو عربی پڑھنے پر قادر تھا حالانکہ وہ بالکل جاہل اور ان پڑھ تھا کہنے لگا کہ أمسیت کر دیا واصبحت عربیا تو کاغذ کے احترام کی وجہ سے رات ہی میں اللہ نے نیند میں عالم بنایا، جب سونے لگا تو کردی تھا اور جب صبح کو جاگا تو عالم بن گیا تھا تو ایک کاغذ کے احترام کی وجہ سے اللہ نے علم نصیب فرمایا۔

آج جامعہ کے مصارف بہت زیادہ ہو گئے ہیں تمام اساتذہ کرام نے مشورہ کیا کہ داخلہ میں کمی کی جائے لیکن میرا دل یہ نہیں چاہتا کہ کوئی شخص محروم رہ جائے اخراجات کی وجہ سے گذشتہ سال ایک ایک مہینہ بہت تکلیف سے گزرا اس لئے گذشتہ سال کے پیش نظر یہ طے پایا کہ گذشتہ تعداد سے نصف تعداد میں داخلہ کرایا جائے لیکن ہم نے گذشتہ سال سے زیادہ طلباء کو داخلہ دیا ہے تاکہ کوئی علم سے محروم نہ رہ جائے اور طلباء چونکہ اللہ کے مہمان ہیں اس لئے اللہ پاک خود بندوبست فرمائیں گے۔ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر: ۱۵)

ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کرو

تو اب چونکہ تعداد زیادہ ہوگئی ہے، اس لئے ایک دوسرے کو جگہ دیں، ایک دوسرے کی تکالیف کو برداشت کریں، ایک دوسرے کو کھانے میں شریک کریں، حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ طعام الواحد یکفی لا ثنین یعنی ایک کا کھانا دو افراد کیلئے کافی ہو جاتا ہے تو ایک دوسرے کو اپنے ساتھ شریک کرو تا کہ کوئی محروم نہ رہ جائے بجلی کا خرچہ بھی بہت زیادہ ہے۔ لاکھوں کے حساب سے بل آتے ہیں جس طرح مطبخ کا ماہانہ خرچہ لاکھوں تک آتا ہے تو دوسری طرف بجلی کا بل بھی لاکھوں تک پہنچتا ہے، اس لئے بجلی کے بارے میں آپ محتاط رہیں، بلاضرورت بتی جل رہی ہوا اس کو بجھاؤ، ہیٹر اور استری کا استعمال نہ کریں۔ اس لئے کہ دارالعلوم کی طرف سے اسکی اجازت نہیں اور جو استعمال کرتے ہیں وہ حرام استعمال کرتے ہیں، حضرت والد صاحبؒ کے زمانے میں پنکھے نہ تھے بجلی کا خرچہ کم تھا اور بعد میں آپ لوگوں کی خاطر ہم نے پنکھے لگائے تاکہ آپ کو راحت ہو جس کی وجہ سے بجلی کا خرچہ بہت زیادہ ہوگیا ہے اگر آپ حضرات تعاون نہ کریں گے تو ممکن ہو بل کی زیادتی کی وجہ سے بجلی کٹ جائے پھر آپ کی تعلیم و تعلم میں حرج واقع ہوگا لہٰذا ان باتوں کا اہتمام کریں اسی طرح اپنے ساتھ چھوٹے بچوں کو نہ رکھیں، یہ گندگی اور غلاظت پھیلاتے ہیں دیواروں پر نعرے لکھتے ہیں اور مکانات کو گندہ کرتے ہیں اور آسانی اس میں رہے گی کہ خود باری باری کام کیا کریں اور ہفتہ میں ایک دن خدمت کیلئے مختص کر دیں چھوٹوں بچوں سے خدمت نہ کرائیں بلکہ اپنی خدمت خود انجام دیں۔

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

عالم کفر بمقابلہ دینی طلبہ و مدارس عربیہ
سقوط طالبان کا المیہ، عروج وزوال

مولانا سمیع الحق کا دارالعلوم کی افتتاحی تقریب سے فضیلت علم پر خطاب

اسلامی تہذیب کے خدوخال

خطبہ مسنونہ کے بعد! محترم حضرات اس وقت جو دنیا میں جنگ شروع ہے وہ دوتہذیبوں کی جنگ ہے وہ آج آپ کی یہ تہذیب نہیں برداشت کرسکتے ، آپ کی یہ اتباع سنت یہ دستار، ڈاڑھی اور آپ کی عبادات واخلاق یہ پردہ وحیا، حرام اور حلال جائز وناجائز میں تمیز کرنا، یہ سب ہماری تہذیب ہے اور ان کی تہذیب یہ ہے کہ انسان مادر پدر آزاد ہے اور بدترین حیوان ہے گائے، بھینس کی طرح، یہود ونصاریٰ کی قردوخنازیر جیسی زندگی ہے ان کا بودوباش اور کلچر یہی ہے کہ وہ کتوں اور خنازیر کی طرح سڑک پر ایک دوسرے سے بغل گیر ہوتے ہیں تو یہ بھی انہیں کی مثال دے کر کہتے ہیں کہ انسان کو بھی آزاد ہونا چاہیے، حجاب و پردہ ہرگز نہ ہو ہر جگہ کلب کا ماحول بنے۔

دوتہذیبوں کی جنگ

دراصل یہ دوتہذیبوں کی جنگ ہے وہ یہ اسلامی تہذیب مٹانا چاہتے ہیں وہ کہتے ہیں اس تہذیب کی بنیاد اور سرچشمہ مدرسہ ہے اور یہ ترمذی، بخاری اور ہدایہ ہے اور یہ اساتذہ کرام علماء اور طلباء ہیں تو اب اس تہذیب کو عملاً مٹانے کا آغاز کردیا ہے، لیکن یہ آغاز آج سے نہیں بلکہ صدیوں سے ہے میں خودتو کبھی کبھی انتہائی مایوس ہوجاتا ہوں یہ اب جو ہوا اور جو کچھ ہورہا ہے افغانستان کے ساتھ پاکستان کے ساتھ، افغانستان پر تو حادثہ آیا اور اس میں پہلے سے بھی بدتر سے بدتر حالات سامنے آئے لیکن اب اس سے بھی زیادہ افسوس اور پریشانی کے حالات پاکستان کے لئے پیدا ہوگئے ہیں، افغانستان میں ۲۰، ۲۵ لاکھ افراد کی قربانیاں جبراً طاقت کے ذریعے برباد کردی گئیں اور ایک اسلامی حکومت مٹادی گئی

پاکستان بھی کفار کی تحویل میں ہے

یہاں پاکستان بھی کفار کی تحویل میں چلا گیا ہے، امریکہ کا عملاً تسلط قائم ہوچکا ہے یہ افغانستان سے بھی بڑا حادثہ ہے کیونکہ اس ملک کی آزادی کی داستان کی بھی ایک طویل تاریخ ہے، بہت بڑی جدوجہد کی گئی تھی انگریز جو اس خطہ سے گیا تو یہاں آسانی سے نہیں گیا ڈیڑھ سوسال جنگ ہوئی برصغیر کی آزادی کے لئے کہ یہاں سے بیرونی اور استعماری طاقت نکل جائے۔

شاہ ولی اللہ، سید احمد شہید سے لیکر مالٹا کے قید خانے، شاملی کے میدان تک

شاہ ولی اللہؒ سے بات شروع ہوئی شاہ عبدالعزیزؒ وغیرہ تک ایک بڑی جنگ ہوئی، ہندوستان کو دارالحرب کہا گیا پھر سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید تک، انگریزوں سے جہاد کی اور آزادی کے لئے جدوجہد کی ایک بڑی داستان ہے کہ ان کا مقصد برصغیر سے انگریز کو نکالنا تھا اور اس جہاد کا آغاز ۱۸۳۰ء سے قبل یعنی تقریباً پونے دوسوسال قبل

اسی مقام سے کیا گیا، ایک طویل جہاد کا عملاً آغاز انگریز کے خلاف اسی اکوڑہ خٹک کی سرزمین سے شروع ہوا اور یہاں سکھوں کے قلعہ پر شب خون مارا گیا، مجاہدین کی جانب سے، یہاں دشمن کا بڑا کیمپ تھا انہوں نے انگریز کا راستہ روک رکھا تھا مجاہدین افغانستان کے ذریعے کئی برس طویل لانگ مارچ کا سفر طے کرکے درہ بولان کے راستے تشریف لائے تھے کیونکہ براہ راست فوری سکھوں اور انگریزوں کی وجہ سے اس علاقہ میں داخل نہیں ہوسکتے تھے، زندگی علماء اور طالبان کی مستقل جدوجہد سے عبارت ہے آج مسلمان ہونا بہت مشکل کام ہے حدیث میں آتا ہے کالقابض علی الجمرۃ "جیسے مٹھی میں چنگاری پکڑنا" تو یہی حالت ہے اس وقت مسلمانوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے طالب علم، مجاہد، عرب مجاہدین کیسے وقت گزار رہے ہیں دنیا کی کسی جگہ میں وہ محفوظ نہیں ہیں چنگاریاں انہوں نے ہاتھوں میں پکڑ رکھی ہیں اتنی تکالیف کے ساتھ تو مقصد یہ ہے کہ

معرکہ اکوڑہ خٹک سے آغاز

اس جنگ کا آغاز اسی جگہ سے ہوا تھا سید احمد شہید سید اسماعیل شہید اکوڑہ کے دریا کو عبور کرکے یہاں آئے اور ان کا پہلا پڑاؤ دریا کے پار تھا، پھر رات کو انہوں نے شب خون مارا سکھوں پر، اور بہت بڑی فتح اللہ نے ان کو دی، بڑی تعداد میں سکھ فوجی ہلاک ہوئے اور مجاہدین کی بڑی تعداد بھی اس جانب سے شہید ہوگئی جس میں ہندوستان کے مختلف اطراف اور افغانستان کے بھی مختلف اکناف کے مجاہد لوگ شامل تھے سید صاحب نے ۷۰ ستر افراد کے باقاعدہ نام ہندوستان خط کے ذریعہ لکھ بھیجے کہ یہ اس معرکہ اکوڑہ خٹک میں یہاں شہید ہوگئے۔ پتہ نہیں اور کتنے ہوں گے دیگر علاقوں کے یہ سب اسی سرزمین دارالعلوم حقانیہ کے گردونواح میں مدفون ہیں یہ دارالعلوم حقانیہ یہاں پر کیف ما اتفق قائم نہیں ہوا یہاں پر اس کے اندر اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اور نظام ہے وہ خون شہداء اس زمین میں جذب ہوگیا ہے وہ یہاں جگہ جگہ مختلف مقامات پر مدفون ہیں بالا

کوٹ میں جام شہادت نوش کیا ان کا جہاد سو سال تک جاری رہا ہندوؤں کے ساتھ اور مسلسل بڑی جنگیں ہوتی رہیں۔

مرہٹوں کے جبر، تشدد اور بدمعاشی

مرہٹے آئے اور سب مسلمانوں کو غلام بنانا چاہا یہ بہت بڑا مسلمانوں پر امتحان تھا یہ حضرت شاہ ولی اللہ کا زمانہ تھا، شاہ صاحب نے ہندوستان سے احمد شاہ ابدالی قندھاری کے نام خط لکھ بھیجا یہ واقعات اور خطوط آپ کتب میں دیکھ کر' تاریخ پڑھ کر خبردار رہیں، اپنے اکابر کے کارنامے دیکھیں قال ضرب ضربا بہت ضروری ہے لیکن ساری عمر صرف اسی میں محو نہ رہیں ان سب سے خبرداری ضروری ہے، اپنے اکابر سے' نظام سے' تاریخ سے تو علیٰ بصیرۃ ساری چیزوں کا اندازہ ہو آپ کو، اس مرتبہ کوشش کریں گے کہ مطالعہ کی سطح پر دو تین کتابیں آپ کے جنرل مطالعہ کے لئے اکابر کی تاریخ پر ضروری داخل نصاب کریں، منتخب کتب کا مطالعہ آپ کیا کریں گے، اس میں پرچہ اور امتحان بھی لازمی ہوگا تو پھر وہاں (ہندوستان) مجاہد احمد شاہ ابدالیؒ تشریف لے گئے ہندوستان میں مسلمانوں کو جہاد کے ذریعے آزاد کروایا۔ پھر کفار دوبارہ آئے ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے انگریزوں نے قبضہ جمایا، یہ ایک تجارتی بہانہ بنایا، اتنی آسانی سے پہلے کوئی کسی ملک پر چڑھائی یا قبضہ کی نیت سے نہیں آسکتا تھا یہ تاریخی المیہ ہے جیسے کہ اس بار ہمارے خطے میں آسانی سے امریکہ داخل ہوگیا ایک اشارے پر سارا ملک (پاکستان) غلام بنا دیا گیا، پہلے تو تجارت کے بہانہ سے انگریز برصغیر میں داخل ہوا تھا، میسور میں ٹیپو سلطان شہید ڈٹ گئے، اسکے خلاف بڑے جہاد ہوئے جہاد کے مرکز میسور، سرنگا پٹم میں بڑی جنگوں کے بعد ٹیپو سلطان وہاں شہید ہوگئے، پھر سید احمد شہید کی جنگ، پھر ہمارے اکابر حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ جن کے شروع میں آپ نے سلسلہ حدیث میں نام سنے، انہوں نے عملاً جہاد کیا، گولیاں کھائی، زخمی ہوئے، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

انگریز کے خلاف علماء کی قربانیاں

شاملی میں، تھانہ بون میں، پانی پت میں، غدر کے سال ۱۸۵۷ء میں تمام ہندوستان میں انگریز کے خلاف تحریک شروع ہوگئی، سینکڑوں علماء نے قربانیاں دیں اس لئے میں کہتا ہوں کہ افغانستان اور پاکستان کے حالیہ حادثہ بہت بڑے حادثات میں سے ہیں اس کے پیچھے بہت بڑی تاریخ ضائع ہوگئی، اللہ اب اس تاریخ کو مزید بچائے، سینکڑوں علماء کا تحریک آزادی کی خاطر پھانسی چڑھنا، دھلی کے چوکوں سے لے کر دوسرے شہروں تک کے راستوں میں درختوں کے ساتھ علماء کی لاشیں لٹکائی جاتی تھیں اور انہیں خنزیر کی چربی میں سی لیا جاتا تھا، بہ عبور دریائے شور علماء اور درس نظامی کے مصنفین کو ملکوں سے نکال کر سمندروں کے پار کروایا گیا اور ایسے جزیروں میں پھینک دیا گیا کہ ان غرباء نے تمام عمر قید تنہائی میں تڑپ کر کاٹی، جیسا کہ امریکہ اب عرب مجاہدین اور طالبان کیوبا کے دور دراز جزیرہ میں پھینک رہے ہیں ان جزائر کو کوئی راہ و رسد نہ تھا غالباً علم الصیغہ کے مصنف، جعفر تھانیسری اور دیگر علماء کے عجیب حالات آپ سنیں گے تو پھر انہوں نے کبھی اپنے بال بچوں اور وطن کو آنکھوں سے نہ دیکھا، کچھ کو کالے پانی بھیجا گیا تو یہ تھی مسلسل قربانی اور جذبہ جہاد، تحریک ریشمی رومال شیخ الہندؒ نے ہندوستان سے شروع کی جس میں حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ جیسی شخصیات تھیں ان سب نے تحریک جنگ آزادی اس لئے لڑی کہ ملک سے انگریز چلا جائے پھر حضرت شیخ الہندؒ کو جزیرہ مالٹا بھیجا گیا جہاں سے چھ ماہ بعد ایک آدھ سمندری جہاز گزرا کرتا تھا اور لوگ اس کے انتظار میں کھڑے ہوجاتے کہ شاید کوئی خط یا پیغام لے کر آیا ہو حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز، مولانا میاں عزیر گل صاحب کا کا خیل اسی جزیرہ میں حضرتؒ کے ساتھ خدام اور شاگردوں کی حیثیت سے موجود رہے، اسی جگہ تقریباً چار برس انہوں نے کاٹے وہ حالات اگر آپ پڑھیں کہ انہوں نے کیسے یہ وقت

وہاں گزارا تھا؟ اتنی طویل مسلسل جدوجہد رہی پھر اس میں پاکستان کا نعرہ بلند ہوا' پاکستان کے نام پر لاکھوں لوگ لٹ گئے، رسوا و خوار ہوئے، لاکھوں نے پاکستان کی جانب ہجرت کی کچھ دوسری جانب گئے' اپنوں سے بچھڑ کر رہ گئے اس میں ہزاروں لاکھوں مسلمان شہید بھی ہوئے، ہماری ہزاروں خواتین کو ہندوؤں نے جبراً وہاں روک لیا اور ان سے زیادتیاں کیں، مشرقی پنجاب اس کی مثال ہے معلوم نہیں کہ ان مسلمان خواتین سے کتنے ہندوؤں اور سکھ بچوں نے جنم لیا ہوگا ان سب قربانیوں کے بعد ہندوستان سے ایک خبیث طاقت بالآخر نکل گئی اور برصغیر آزاد ہوگیا، انہوں نے افغانستان پر بھی قبضہ کرنے کی کوشش کی بیں، پچیس ہزار افراد وہاں داخل ہوئے لیکن انگریز اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہوسکا افغانیوں نے انگریز فوج کو ایک ایک کرکے ہلاک کرڈالا، ایک دو فوجی علامتاً زندہ چھوڑے گئے تاکہ وہ وطن واپس جاکر انگریز کو خبردار کرسکیں کہ افغان کسی کا تسلط برداشت نہیں کرتے۔ ان حادثات و واقعات کو غور سے مطالعہ کرنے کے بعد بھی کچھ امید اور سہارا ہے کہ اسلام کو انشاء اللہ کوئی سرے سے ہرگز مٹا نہ سکے گا، اسلام پھر غالب ہوگا، تاریخ میں اتنا کچھ ہمارے ساتھ ہوجانے کے باوجود اسلام زندہ رہا اس سے حوصلہ اور نیا ولولہ جنم لیتا ہے۔

افغانستان اور پاکستان کے ساتھ دشمن کا ایک جیسا کھیل

لیکن میں کہتا ہوں کہ دوسو سالہ تسلسل سے ایک ملک آزاد ہوکر آج پھر اتنی آسانی سے امریکہ کے حوالہ کردیا گیا، آج پاکستان میں ہوائی اڈے ان کے قبضے میں ہیں، عدالتیں اور احکام ان کے ہیں، انٹیلی جنس ساری لاجسٹک سپورٹ، سہولت ان کو فراہم ہیں، طالبان کے بہانے تلاشی کے لئے وہ کسی کے گھر بھی داخل ہوسکتے ہیں۔ کسی گاؤں میں ایک طالب علم کی موجودگی کا ان کو بتا دیا جائے تو وہ پورا کا پورا گاؤں ملیامیٹ کردیتے ہیں۔ پچھلے دنوں افغان سفیر کو پکڑ کر لے گئے حتیٰ کہ پاکستانی حکام کو جو

بھی حکم ملتا ہے وہ سر تسلیم خم کر لیتے ہیں۔ میرے نزدیک عملاً دوسو سالہ محنت دریا برد ہو گئی۔ اتنا بڑا حادثہ ہے اللہ ہی اس تحریک کو بچائے۔ مسلمانوں کے احیاء کا وقت جلد آئے گا لیکن اب علم نہیں کہ امریکہ کی غلامی کا تسلط کتنا دراز ہوگا اگر اللہ تعالیٰ نے یہ آزمائش جلد ختم نہ کی تو جیسے ہمارے بزرگ اکابر تھے ان کی طرح ہمارا جذبہ اور ولولہ پختہ نہیں رہا۔ آپ نے دیکھا کہ اس قوم میں وہ دم خم نہیں رہا۔ اہل کفر کے خلاف کچھ اہل دین ہی نکل سکے تھے یہ حادثہ دونوں ممالک پر ہے، عالم اسلام پر ہے، ہمارے بعض اکابر بزرگ فرماتے ہیں کہ انشاء اللہ یہ برے حالات جلد بدل جائیں گے إِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (یوسف: ۸۷) اور اللہ کی رحمت سے مایوسی بھی کفر ہے لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ، اس بہت بڑے عظیم حادثے سے اللہ تعالیٰ کوئی بہت بڑے حیرت انگیز نتائج اور آثار عنقریب نکالیں گے۔ مومن کی حیثیت سے ہمارا ایمان ہے وہ طالبان جو ایمان کے مجسمے تھے اللہ کا دین وطن میں قائم کروا رہے تھے، ان کے جرم کی بنیاد صرف یہ تھی کہ اللہ کا دین شریعت کا نظام قائم کر رہے ہیں وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ کی وہ آیتیں پڑھ لیں کہ وہ صرف لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے۔

عرب مجاہدین کا تورا بورا یا اصحاب کہف کے کھوف

پھر وہ عرب مجاہدین کہ انہوں نے اپنی راحتیں' آرام' بنگلوں اور محلات کو خیرباد کہہ کر اسلام کی حفاظت کے لئے سب کچھ چھوڑا حال ہی میں عمرے کے دوران میں نے مدینہ منورہ میں مسجد قباء کی جانب محلات کا ایک وسیع سلسلہ دیکھا ساتھ موجود حضرات سے پوچھا کہ یہ کس کے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ شیخ اسامہ بن لادن کی ملکیت ہیں اور اس کی والدہ آج کل یہاں موجود ہیں اور رو رو کر اسامہ کے لئے اللہ سے دعائیں مانگ رہی ہیں تو پھر یہ لوگ یہ تعیّشات یورپ کے مزے اور زندگیاں بھی اختیار کر سکتے تھے۔ لیکن سب کچھ چھوڑ کر اللہ کے دین کی حفاظت کے لئے جوانیاں وقف

کر گئے عربی میڈیا میں آج کل یہ لفظِ کھوف تورا بورا وغیرہ کی خبروں میں زیادہ استعمال ہو رہا ہے، میں سوچتا ہوں کہ انہیں اللہ نے اصحاب کہف بھی اس زمانے میں بنوا دیا وہ سنت بھی اللہ تعالیٰ نے ان سے ''تورا بورا'' میں زندہ کروا دی اصحاب کہف کو تو غاروں میں بالآخر امان سے اللہ کی عبادت کرنے کے لئے چھوڑا گیا لیکن اِن کے ساتھ غاروں میں بھی کیا کچھ نہ ہوا ان غریب، بے یار و مددگار مجاہدین کو کھوف میں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا گیا (تقریر کے دوران ان جملوں کی ادائیگی کے دوران حضرت مولانا کی آواز ڈبڈبا گئی۔ اور مجمع بھی دھاڑیں مارنے لگا' کافی دیر سکتہ میں رہنے کے بعد انہوں نے پھر تقریر شروع کی اور فرمایا) کہ اگر یہ سب عظیم قربانیاں خالص اللہ کے لئے ہیں تو ہمارا ایمان ہونا چاہیے کہ ان سب کے نتائج اسلام کے لئے بہتر نکلیں گے۔

اسلام کی سخت جانی

اسلام بہت ہی سخت جاں مذہب ہے' اسے جتنا بھی اہل کفر مٹانا چاہتے ہیں وہ اتنا ہی مضبوط تر ہوتا جاتا ہے، ابھرتا ہے، بلند ہوتا ہے، چنگیز خان، تاتاری، ہلاکو خان یہ سب عالم اسلام پر حملہ آور ہوئے اور مسلمانوں کو نیست و نابود کرنا چاہا ہر بڑے شہر کے مرکز میں انسانی کھوپڑیوں کے دروازے بنوا دیئے، ہزاروں انسانی سروں کے ان دروازوں میں سے وہ فاتحانہ شہر میں داخل ہوتے۔ بغداد ہمارا مرکز تھا، سقوط بغداد کے حالات پڑھیئے! وہاں گلیاں، چوراہے انسانی سروں سے بھرے پڑے رہتے تھے، بغداد علم کا وہ مرکز تھا جہاں ہر گھر میں عظیم کتب خانہ موجود رہتا وہ ہمارا دارالخلافہ تھا۔ علمی، تعلیمی اسلامی مراکز کی بڑی بڑی لائبریریوں سے کفار نے قلمی لاکھوں کتابیں دریائے دجلہ میں بہا دیں، دریا کا پانی سیاہی بن گیا، لاکھوں کتابوں کے حجم سے دریا رک گیا۔ ابن علقمی جیسے غداروں نے اس وقت بھی اسلام کی تاریخ کو اپنے شرمناک کردار سے داغدار بنایا خلیفۃ المسلمین المستعصم باللہ کے ساتھ کیا ہوا؟ شیخ سعدی نے کیا عجب کہا......

آسماں را حق بود گر خون ببارد برزمیں
بر زوال ملک مستعصم امیر المومنین

اسی طرح آج ہمارے امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد اور مجاہد اسامہ بن لادن بھی آزمائشوں میں ہیں م،اللہ انہیں ظالموں سے بچا کر سرخرو فرمائے، وہ اگر ظالموں کا نشانہ ہیں' آزمائش میں ہیں تو وہ اسی ہماری پچھلی تاریخ کا حصہ ہے،سقوط بغداد کا حادثہ امت پر جب آیا تو تب بھی اسلام ختم نہ ہوسکا، انہی تاتاریوں میں سے اللہ تعالیٰ نے کسی کو ایمان بخش کر نکالا اور اسلام کی حفاظت کیلئے چنگیز' تاتاری اور ہلاکو کی اولاد میں سے افواج اٹھائیں۔ جنہوں نے پھر اسلام کا جھنڈا ہاتھ میں بلند کر کے دنیا پر لہرا دیا حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا کہ (معمولی ترمیم کیساتھ) ......

تو نہ مٹ جائے گا افغان کے مٹ جانے سے
نشۂ مے کو تعلق نہیں مے خانے سے
ہے عیاں فتنہ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

تاتاری اور سانحۂ بیت المقدس صلیبی یلغار

اس زمانہ کے وہ ساری شورشیں اور یورشیں مٹ گئیں' آج تاتاریوں کا نام و نشان بھی نہیں اللہ نے روس کے ساتھ کیا کیا وہ سب کو ختم کرنا چاہتے تھے تقریباً ایک صدی تک وسط ایشیاء کے سات آٹھ ممالک بحیثیت مسلمان ان کے غلام رہے۔ لیکن پھر دنیا نے دیکھا کہ افغانستان میں روس کو شکست ہوئی اور اس کا تسلط ٹوٹ گیا۔ الحمدللہ آج وہ ریاستیں آزاد ہیں ۔ بیت المقدس کی تاریخ آپ دیکھیں' حضرت صلاح الدین ایوبیؒ کے زمانہ میں تمام عالم کفر'اہل اسلام کے خلاف ایک ہوگیا، یہود ونصاریٰ نے اس

وقت اپنے ذاتی، سیاسی، مذہبی اختلافات بھلا دیئے سب نے کہا کہ ہم نے مسلمانوں کے خلاف مقدس صلیبی جنگ جیتنی ہے یہ صلیبی جنگ اس زمانہ سے آج تک مسلمان کے خلاف جاری ہے امریکن خبیث صدر بش نے اپنی تقریر میں افغانستان کے خلاف جنگ کو کروسیڈ صلیبی جنگ قرار دیا اور کہا کہ ہم مسلمانوں سے صلیبی جنگوں کا بدلہ لے رہے ہیں اس زمانہ میں نازک ترین تاریخ تھی آپ اسے ضرور پڑھئے؟ ریجی نالڈ رچرڈ رسول اللہ ﷺ اور مذہب اسلام کی شان میں شدید گستاخانہ لب و لہجہ استعمال کرتا تھا وہ تمام کفار افواج کا مشترکہ کمانڈ ان چیف جنرل تھا۔ جیسے آج پوری دنیا امریکہ و روس، لندن، فرانس، جرمنی، ہندوستان واسرائیل کی اتحادی افواج ایک ہیں اس طرح یورپ کے تمام حکمران سپہ سالار افغانستان کی طرح شام جیسے چھوٹے ملک پر امڈ آئے، قیصر رچرڈ شیر دل فریڈرک شاہان فرانس صقلیہ انگلینڈ، آسٹریا برگنڈی وغیرہ آہنی فوج کے ساتھ ٹوٹ پڑے تھے ۔ شام وفلسطین میں عیسائی حکومتیں قائم ہوئیں مرکز اسلام حجاز زد میں آ گیا ۔ ریجی نالڈ نے مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ پر قبضہ کا ارادہ ظاہر کیا روضۂ اقدس ﷺ کے بارے میں اہانت آمیز ارادوں کا اظہار کیا یہ سب مسلمانوں کے خلاف آج بھی متحد نظر آرہے ہیں۔

معرکۃ المعارک

پچھلے دنوں سوال اٹھا لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ یہ معرکۃ المعارک کی کیا پیشنگوئی ہے؟ وہ واقعی اسی جانب سے شروع ہوگی ؟ کیا یہ معرکۃ المعارک کی جنگ کا آغاز ہے؟ میں نے کہا کہ بظاہر تو یہی نظر آرہا ہے یہاں دنیا کے سامنے ایک مظلوم اور اہل حق طبقہ طالبان بے دست و پا ڈٹے ہوئے ہیں، دوسری جانب عالم کفر اپنے تمام تر اختلافات کو نظر انداز کر کے عالم اسلام کے مقابلے میں عالمی کولیشن کی صورت میں متحد نظر آرہا ہے ہمارے ملکی یار بھی کہتے ہیں کہ ہم بھی اس عالمی برادری میں شامل ہیں وہ فخر

کرتے ہیں یہود و نصاریٰ کے ساتھ رہنے پر جبکہ ہماری برادری تو عالم اسلام ہے، مسلمان ہے، ملت مسلمہ ہے، یہود ونصاریٰ کسی صورت بھی نہیں لیکن وہ ان باتوں پر نہیں شرماتے، نہیں ڈرتے تقریباً تمام اسلامی ممالک کے سربراہان میں حیا نہ رہی وہ سب عالمی کولیشن کا نعرہ دباؤ اور ہیبت میں آ کر لگا رہے ہیں اسی طرح اس زمانہ میں سب کفار نے مل کر بیت المقدس شریف پر قبضہ کیا تھا آج مغربی میڈیا اسلام اور حتیٰ کہ ہماری مقدس کتاب قرآن کریم کے بارے میں یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ ساری برائیوں' فتنوں' اور جرائم کا سرچشمہ ہے (نعوذ باللہ من ذلک) وہ کہتے ہیں کہ سارے انتہاپسند مسلمان قرآن کی وجہ سے ہیں یہ سارے مضامین ان کی جانب سے اسلام کی مخالفت میں پھیل رہے ہیں۔

ریجی نالڈ رچرڈ کی گستاخی اور ایوبی کی تڑپ

ایسی ہی صورتحال تھی کہ اُس کڑے وقت میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے ایک ملک عادل نورالدین زنگی کو اٹھایا پھر ان کے جانشین ایک عظیم جرنیل صلاح الدین ایوبی نے اسلام اور اہل اسلام کو بچایا سلطان میدانِ کارزار میں کود پڑے تاریخ اسلام میں ایسے کئی غیرت مند حکمران موجود ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایک بہادر جرنیل آج کے دور کے لئے عطا فرمائے حضرت ایوبی نے اپنے اوپر راحت و آرام کو حرام قرار دے دیا کہ میں اس وقت تک پکی چھت کے نیچے اپنی زوجہ، اپنی اولاد کے ساتھ چین سے نہ بیٹھوں گا اور اس وقت تک پوری زندگی خیمے میں گزاروں گا کہ جب تک اس گستاخِ رسول جرنیل (رچرڈ) سے اپنے نبی ﷺ کی شان میں کی گئی گستاخی کا بدلہ نہ لے لوں اور بیت المقدس شریف کو آزاد نہ کروالوں، یہ عجیب تاریخ ہے آپ پڑھیں تو آپ دیکھیں گے کہ حضرت سلطانؒ اس دکھ اور غم میں دیوانہ وار صحراؤں اور جنگلوں میں گھوما کرتے تھے، وہ صدائیں لگاتے کہ وا اسلاماہ واہ محمداہ۔ ہمارے مخدوم مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے

قاضی شداد کے حوالہ سے اس عاشقانہ کیفیت کا عجیب نقشہ کھینچا ہے لکھتے ہیں کہ میدان جنگ میں سلطان کی کیفیت ایک ایسی غمزدہ ماں کی سی ہوتی تھی جس کا اکلوتا بچہ مر چکا ہو ایک صف سے دوسری صف تک دوڑتے پھرتے اور پکارتے پھرتے یاللا سلام اسلام کی مدد کرو اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے، تین تین دن تک منہ میں ایک لقمہ بھی نہ جاتا ان کے عجیب خطبوں اور تقاریر میں ذکر ہے کہ وہ رات بھر چاند اور تاروں سے رو رو کر باتیں کرتے بالاخر آپ کا مجاہدہ رنگ لایا اور حطین کے ایک بڑے معرکے میں وہ خبیث جرنیل اور بادشاہ گھیرے میں آ گیا افواج اسے پا بہ جولاں آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں سلطان نے تلوار نکال کر فرمایا کہ ھا انا انتصر لمحمد ﷺ کہ اے لوگو! سن لو کہ آج میں محمد عربی ﷺ کا انتقام لے رہا ہوں اور اس کے سر کے دو ٹکڑے کر دیئے اور وہ طاقت اللہ تعالیٰ نے تہس نہس کر دی پھر وہ وقت آیا کہ ۹۰ برس بعد اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آزاد کرایا اور جمعہ کی نماز ہوئی یہ سلسلہ پھر چلتا رہا۔

خلافت عثمانیہ کے زوال

خلافتِ عثمانیہ کی مثال لیں اس کے ساتھ بھی بہت دردناک تاریخ پیش آئی لیکن آخر انگریز دشمن کو اس زمانہ میں بھی ذلیل و رسوا بنایا گیا، انہوں نے پہلے خلافت عثمانیہ کو تہس نہس کیا پوری اسلامی دنیا تتر بتر ہوگئی، لیکن آخر اللہ نے ان سب کو آہستہ آہستہ آزاد کروادیا آج پھر وہی مسلماں کیساتھ ہو رہا ہے حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا

اگر عثمانیوں پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

آج کے شہداء، مجاہدین اسلام کے درخشندہ ستارے ہیں جو افغانستان میں راہ حق کیلئے عرب وغیر عرب کی تفریق مٹا کر شہید ہوئے، ان شہید ستاروں کے ڈوبنے پر ایک نئی سحر جلد پیدا ہوگی ہمیں اللہ تعالیٰ سے بھرپور امید و توقع بھی رکھنی ہوگی۔ ہم نے

جدوجہد کو جاری رکھنا ہوگا، حوصلے نہیں ہارنے ہوں گے، ہماری دینی مدارس کی طالب علمی کا شرف حاصل کرنا تو آج بہت ہی اہم اور نازک بن چکا ہے پوری دنیائے کفر آپ کی دشمن بن چکی ہے ایسے کٹھن وقت میں دین کیلئے آپ نے خود کو وقف کیا اور یہاں دارالعلوم آئے اب تو لازمی ہے کہ پہلے سے زیادہ لمحہ لمحہ پڑھائی کو قیمتی بنایا جائے۔کھیل کود، سیروسیاحت اور آوارگی میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے، اب آپ ایک عظیم معرکۃ المعارک میں داخل ہوکر میدانِ کارزار میں عملاً اتر چکے ہیں، آپ کو خوب معلوم ہونا چاہیے کہ کافراب آپ کو قطعاً برداشت نہیں کرسکتا۔

علم کی جنگ کا علمی اسلحہ سے مقابلہ

خودکو علمی اسلحہ سے لیس کرلیں، علمِ دین سے مسلح ہوکر آگے آپ نے دنیا میں نظریاتی جنگ لڑنا ہوگی، یہ ایٹمی قوت وغیرہ کی صرف ایک لہر ہے اب پھر دنیا متوجہ ہو رہی ہے کہ اسلام میں اتنی قوت کیوں ہے یورپ اور امریکہ میں بک شاپس پر اسلامی کتابیں ختم ہورہی ہیں شائقین اور ناقدین اسلام کا لٹریچر پڑھنا چاہتے ہیں جو وہاں ناپید ہے، ہم مسلمانوں نے آج کے دور میں کما حقہ اس میدان کا بھی حق ادا نہیں کیا ہے۔اس کی مانگ اس لئے ہے کہ وہ اسلامی ذخیرہ پڑھ کر طالب علم کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں، علماء اور اسلام کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں کہ یہ اتنی سخت جاں چیزیں کیوں ہیں؟ انہوں نے اپنے سخت اصولوں پر کیونکر اسٹینڈ اٹھا رکھا ہے؟ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ یہ مجاہدین کیسے آخرت اور شہادت کے لئے تیار ہوتے ہیں، فلسطین میں فدائی نوجوان اپنے جسم کے ساتھ بم باندھ کر کیوں مرجاتے ہیں، وہ اس جذبہ شہادت اور عقیدے کی قوت کو نہیں سمجھ پارہے وہ تجسس کرکر کے متلاشی بن گئے ہیں، دوتہذیبوں کی جنگ شروع ہوچکی ہے ۔اس تہذیب کو یہ لوگ قریب سے دیکھنا چاہتے ہیں ان کو آپ نے سمجھانا ہے کہ حجاب کیوں ضروری ہے؟ حیا کیوں ضروری ہے؟

بے حیائی کیوں بری ہے؟ اشیاء کیوں حلال وحرام ہیں؟ یہ جائز وناجائز کیا ہے؟ آپ نے علمی دلائل کے ساتھ ان کو قائل کروانا ہے، اسلام کی حقانیت صداقت ابدی کے ثبوت ان کو آپ نے دینے ہوں گے، یہ علم کی جنگ ہے، دنیا علم کی طاقت سے آپ کے مذہب کی حقانیت کے بارے میں سوالات کرے گی، اب آپ کا پیغام ایک ایسی دنیا کو جاتا ہے جہاں آگے بڑے بڑے امتحانات ہیں، یہ دنیا فلسفہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ہے، ایٹمی دور ہے، تسخیر کائنات میں وہ چاند مسخر کرگئے، اس دور میں اسلام کی صحیح تعبیر تشریح تحریر وتقریر اور قلم کی ضرورت ہوگی اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (النحل:۱۲۵) یعنی زمانے کے نئے حالات وانداز اپنے سامنے رکھنے ہوں گے، سب علوم کو آپ نے اپنے اندر جذب کرنا ہوگا، قرآن وسنت فقہ کے دلائل اصول، حِکم، اسرار سمجھنے ہوں گے ان اساتذہ کرام کو اللہ تعالیٰ تندرست وتوانا رکھے اور انہیں توفیق دے کہ آپ کو صحیح علوم سے روشناس کراسکیں، ان کے علوم کو آپ نے اپنے اندر جذب کرنے کا مادہ پیدا کرنا ہوگا۔

دشمن کا دوسرا ہدف مدارس ہیں اور حکمت عملی سے انہیں بچانا ہے

یہ لوگ نہیں سمجھتے مدارس کی دشمنی میں اب بھی غلط تعبیروں کے ذریعے پروپیگنڈا کیا جارہا ہے حکومتِ پاکستان کی سطح پر اور غیروں کے اشاروں پر ایک خطرناک منصوبہ مدارس کے لئے بنایا جارہا ہے، امریکہ کے نزدیک افغانستان میں طالبان کے بعد دوسرے نمبر پر دوسرا بڑا ہدف مدرسہ ہے' ممبر ومحراب ہے وہ مدارس کے صف اول میں اسی جامعہ حقانیہ کو نمبرون دشمن کہہ کر پکار رہے ہیں، ہم بہت بڑی آزمائش میں ہیں، ہماری فوری ترجیح یہ ہے کہ کچھ حکمت عملیوں کو اختیار کرکے ان مدارس کا نظام کسی طور پر بچاسکیں، دشمن کی توجہ اس سے ہٹانا وقت کی ضرورت ہے، یہ مدارس کا سلسلہ آخری سہارا ہے، اس دین کی حفاظت کیلئے ہمارا اللہ پر ایمان ہے، وہ اس کی حفاظت کرے گا، امریکی

یہ سمجھ رہے ہیں کہ جب تک ان ممالک میں یہ مدارس نظام چلا رہے ہیں تو اسلام غالب رہے گا، مجاہد بھی پیدا ہوں گے طالب علم بھی تیار ہوں گے، وہ سمجھتے ہیں کہ اس نظام کو اگر ہم نے ختم کرلیا تو یہ اسلامی ممالک اسپین اوراندلس بن جائیں گے، جہاں پر آٹھ سو برس مسلمانوں کی شان وشوکت کی حکمرانی تھی، وہ وہاں نظام ختم کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے پھر سمرقند و بخاری اور تاشقند سنٹرل ایشیاء سے سوویت یونین نے اس نظام کو باہر نکالا، وہاں علم ختم ہوگیا ،امام بخاری، امام ترمذی، نسائی، مرغینانی، ابن ماجہ، صحاح ستہ والے تقریباً جتنے بھی ہیں وہ اس خطے کی پیداوار تھے، یہ علوم وہاں کی برکت ہیں، آخر علم و علماء دونوں کو وہاں سے ختم کردیا گیا، اب آپ وہاں دیکھیں کہ وہاں اسلام کا نام بھی ٹھیک طرح سے مسلمانوں کو نہیں معلوم، امریکہ سمجھ رہا ہے کہ ہم نے پاکستان کو بھی ترکی بنوانا ہے الجزائر بنوانا ہے وہ ہمارے اس نظام میں مداخلت کرنا چاہتے ہیں مگر یہ بالکل ہرگز ختم نہیں ہونا چاہیے، وہ نصاب بدلنا چاہتے ہیں' قبضے جمانا چاہتے ہیں' طلبہ کو اپنے کنٹرول میں کرنا چاہتے ہیں، ہم سب نے مل کر اس نظام کو نہیں بدلنے دینا، اللہ کے سامنے ساری ساری رات عبادات میں عاجزی سے رو روکر یہ دعائیں مانگیں کہ ان اسلام کے قلعوں اور بیش بہا قیمتی خزانوں اور اپنے نظام کا حامی و ناصر یا اللہ! تو ہی بن، یہاں دنیا سے آپ کو دیکھنے کیلئے قسم قسم کے افراد آئیں گے کوئی صحافی ہوگا، تو کوئی جاسوس، وہ آپ سے مذہب اور سیاست پر سوالات کریں گے آپ نے کسی قسم کی گفتگو بحث مباحثہ ان سے نہیں کرنی جب ہم بہت ضروری سمجھتے ہیں تو بزرگ اساتذہ کرام اور ہم خود ان کو جوابات دے کر مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہیں مدارس کو کافی چیلنجز، نقصانات وخطرات اس وقت درپیش ہیں، مدرسوں پر حملے ہورہے ہیں، ہمارے قابل فخر فاضل مولانا جلال الدین حقانی کے مدرسے کو پاکستانی حدود میں نشانہ بنادیا گیا، ان علماء کے گھر اور خانقاہیں مسمار کی جارہی ہیں، مدارس کفار کے کہنے پر بند کرائے جارہے ہیں، ایسے میں اپنے حکمرانوں سے خیر و بھلائی کی توقع کہاں ہوسکتی ہے۔؟

حقانیہ کا بنیادی کردار

اس وقت تمام عالم میں جو کفر کے ساتھ اسلام کی جنگ ہورہی ہے اس میں اس ادارے کا نمایاں حصہ شامل ہے، روس کے خلاف حقانیہ کا بنیادی کردار اب امریکہ کے خلاف بھی بنیادی کردار اور افغانستان میں اسلامی حکومت کا قیام یہ سب دارالعلوم کی روحانی اولاد نے کیا اللہ اسے کبھی ضائع نہیں فرمائیں گے اسلام کی نشاۃ ثانیہ پھر ہوگی ،انشاء اللہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اپنی تباہی کے انجام کی طرف یکجا کرکے میدان میں لارہا ہے، امریکہ کی مثال موجودہ وقت میں اس دیوانے کتے کی سی ہے جو ہر ایک کو کاٹنے کے لئے دوڑتا ہے، وہ کھل کر سامنے آگیا ہے اس کے چہرے سے منافقت کا لبادہ اتر چکا ہے، وہ ماضی میں کہتا تھا کہ روس اسلام کا دشمن ہے اور امریکہ نہیں۔ اس نے بہت سے مسلمانوں کو مغالطے میں مبتلا کئے رکھا کہ میں مسلمانوں کا دشمن نہیں ہوں۔ وہ آج دیوانہ وار صرف افغانستان پر ہی حملہ آور نہیں ہوا بلکہ بے وجہ فلسطین، کشمیر، عراق، سوڈان، صومالیہ، یمن، لیبیا کو بھی ڈانٹ رہا ہے کہ تیار ہو جاؤ میں فارغ ہوکر آپ کو مٹانے، نیست ونابود کرنے پہنچ رہا ہوں، اگر فلپائن میں بھی کوئی اسلام کا نام لے تو اسے بھی ڈراتا ہے، وہ ایسا درندہ ہے کہ لاکھوں بچوں کا خون پی کر بھی اس کی پیاس نہیں بجھی۔

حصول علم میں مصائب اور تکالیف پر صبر!

۲۰۱۱ء کو دارالعلوم میں نئے تعلیمی سال کی افتتاحی تقریب

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا طلبہ سے خطاب

افتتاحی تقریب

۱۵؍شوال بروز بدھ بمطابق ۱۴؍ستمبر ۲۰۱۱ء جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں تعلیمی سال ۳۳-۱۴۳۲ھ کی افتتاحی تقریب تھی استاد مکرم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ نے ساتھ چلنے کو کہا ۱۱ بجے تقریب کا شروع ہونا تھا تقریب کا انعقاد جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے عظیم الشان دارالحدیث میں ہوا سٹیج سیکرٹری کی خدمات حضرت مولانا محمد یوسف شاہ حقانی انجام دے رہے تھے شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی آمد پر آپ کا شاندار استقبال ہوا ختم قرآن کے بعد تقریب کا افتتاح تلاوت قرآن پاک سے ہوا تلاوت کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے ترمذی شریف کی پہلی حدیث سندِ متصل کے ساتھ بیان فرمائی بعد ازاں فرمایا:

ہمارے نہایت قابل قدر اساتذہ و مشائخ سٹیج پر تشریف فرما ہیں، میں اس بڑے رتبے کا ہرگز اہل و مستحق نہیں بلکہ ان مشائخ میں سے ہر ایک اس قابل ہے کہ وہ افتتاح کریں لیکن دارالعلوم سے نسبتِ خدمت کی وجہ سے مجھے تعمیل حکم کرنی پڑتی ہے، ہمارے اکابر کا یہی طریقہ ہے مولانا نانوتویؒ، مولانا گنگوہیؒ، حضرت شیخ الہند، مولانا محمود

حسنؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے لیکر شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ سے لے کر اور محدث کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ تک کے اکابر ترمذی شریف میں ہر قسم کے مباحث بیان کرتے ہیں اور اب تو برصغیر پاک و ہند کے مدارس میں یہی رواج ہے کہ افتتاح اسی کتاب سے ہو رہا ہے، آپ لوگوں نے سند سنی، اس کی مثال بجلی کی تار اور کنکشن جیسی ہے، تار اور کنکشن نہیں ہے تو لائٹ بلب نہیں جلے گی' اور احادیث کے اساتذہ کی مثال ٹرانسفارمر کی سی ہے' ٹرانسفارمر سے تار کا تعلق نہ ہو تو کوئی فائدہ نہیں' تار اور کنکشن بیکار ہے اور سرکار دو عالم ﷺ کی مثال گنبد خضراء میں پاور ہاؤس ہے' ہم بنیاد پرست ہیں، یہود و نصاریٰ کی بنیاد نہیں' اس لئے وہ ہم پر غصہ ہیں اور ہمیں بنیاد پرستی کا طعنہ دیتے ہیں، صحاح ستہ ہماری بنیاد ہے درمیان میں انقطاع کوئی نہیں ایک زنجیر کی کڑیوں کی طرح ہمارا سند ہے متصل ہے۔

حصول علم کیلئے صحت اور سفر شرط ہے

یاد رکھنا اپنے مطالعہ سے کوئی عالم نہیں بنا اور نہ کتابوں کی نورانیت حاصل کی بلکہ علم کیلئے سفر کرنا، استاد کے سامنے بیٹھنا ضروری ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا، ایسا وقت آئے گا کہ آپ کے پاس (مدینہ منورہ) دور دراز سے لوگ لاغر اونٹنیوں پر آئیں گے، حدیث اور علم سیکھنے کے لئے' میں تم لوگوں کو ان کے بارے میں خیر کی وصیت کرتا ہوں، تو تم بڑا مقصد لے کر نکلے ہو ہم تمہیں خوش آمدید کہتے، آپ کا بڑا مقام ہے، فرشتے تمہارے قدموں تلے رحمت کے پر بچھاتے ہیں۔

انسان کا مابہ الامتیاز علم ہے

انسان اس علم کی وجہ سے انسان ہے، دنیاوی، مادی، کھانا کھانے اور پانی پینے کی وجہ سے نہیں بلکہ انسان کا مابہ الامتیاز علم ہے، کسی چیز کو مسخر کرنا علم نہیں وہ تو اللہ تعالیٰ نے پہلے سے مسخر کئے ہیں، دنیا کا سب سے زیادہ محتاج ترین چیز انسان ہے، کائنات کو

مسخر کیا ہے اس کے لئے، لیکن پھر بھی محتاج تو یہ سراپا احتیاج اشرف المخلوق کیوں ہے؟ فرشتوں نے انسان کی پیدائش پر کہا: اس کمزور اور محتاج کو خلیفہ کیوں بنایا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنِّىٓ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَعَلَّمَ ءَادَمَ ٱلْأَسْمَآءَ كُلَّهَا (البقرة:۳۰۔۳۱)

انسان کو علوم الٰہیہ دیئے، وحی و رسالت کے علوم جو دنیا کی زندگی کی عظمت و شرافت کی بنیا ہے، سائنس اور دنیوی علوم سے مرعوب نہ ہو، وہ علم نہیں جو بم بناتی ہے اور تباہی لاتی ہے سائنسی علوم دنیا کی تباہی ہے، اسلام اور دین کی شکل میں جو علم آیا ہے وہ کائنات کی تعمیر، اخلاقی اقدار اور قوانین الٰہیہ کی تنفیذ چاہتا ہے، امن وامان اور سلامتی کا علمبردار دین اسلام ہے۔

تعلیمی نظام میں میرٹ کی اہمیت

آپ لوگوں نے دیکھا اس سال نقشہ بدلا، نظام بدلا، داخلہ مکمل اہلیت اور میرٹ کی بنیاد پر ہوا مہتمم، استاد اور ناظم تک کو کوئی اختیار نہ تھا خالص اہلیت اور میرٹ بنیاد تھا ہر قسم کی سفارشیں نہیں سنی گئیں، تعلیمی نظام میں سب سے زیادہ اہم اور ضروری چیز میرٹ اور اہلیت ہے آپ ﷺ نے فرمایا: من بعدی اثرۃ، پاکستان اور پوری دنیا کا نظام اس لئے ختم ہے کہ اہلیت باقی نہیں، ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى ٱلْمَلَٰٓئِكَةِ (البقرة:۳۱) انسان کو صلاحیت اور میرٹ کی بنیاد پر خلیفہ بنایا گیا، تمام کائنات کا خالق رب ہے، منشاء تخلیق ربوبیت ہے ٱقْرَأْ وَرَبُّكَ ٱلْأَكْرَمُ (العلق:۳) فضیلت کا ذکر علم، علم کا منشاء ربوبیت و کرامت ہے، کرامت واحترام ہے ٱلَّذِى عَلَّمَ بِٱلْقَلَمِ (العلق:۴) تعلیم بالقلم بنیاد ہے۔

حصول علم میں تصحیح نیت

پہلی چیز یہ ہے ہ نیت خالص کرلو، اپنا ہدف حصول علم اور عملبنالو، علم دشمن کا

نشانہ ہے، کفار علم کے دشمن ہیں، ان کو علم کی طاقت اور قوت کا علم ہے، ۵۸ مسلمان حکومتیں ہیں مگر یہ تمام فوجیں، ٹینکیں، حکومتیں انہیں غلامی سے نہیں بچا سکتے، یہ پیٹرول، تیل، کارخانے اور خزانے مسلمانوں کی شان وشوکت کا ذریعہ نہیں، وہ علم ہے جو شان و شوکت کا ذریعہ ہے تمام کفار، عالم کفر تمہارے (طالب علم) خلاف ایک ہوئے ہیں، ان کو ہمارے حکمرانوں سے کوئی گلہ، شکوہ اور شکایت نہیں وہ تو مکمل طور پر ان کے غلام ہیں، ان کا ہدف اور نشانہ طالبان ہیں، طالبان قرآن، طالبان حدیث، طالبان فقہ اور اصول فقہ وتصوف ان کا ہدف یہ ہے علم کو اٹھانا ہے، قوت کو ختم کرنا ہے، وہ تمہارا وجود برداشت کرنے کو تیار نہیں، ایسے حالات میں علم حاصل کرنا بہت مشکل کام ہے، شیطان بھی بہکاتا ہے، وسوسے ڈالتا ہے کہ طالب علم ہو کر تم کیا کرتے ہو، دانشور بنو، ڈاکٹر بنو، ہزاروں روپے تنخواہ ہوں گی، بینک بیلنس ہوگا، مگر تم لوگوں نے نیت کرنی ہے کہ میں علم خالص اللہ تعالیٰ کے لئے حاصل کرتا ہوں تم کو اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم مقصد کے لئے قبول کیا ہے، تکبر نہ کرو کہ ہم تو علم حاصل کرتے ہیں، یہ علم انبیاء کی نیابت ہے یہ تمہارا کمال نہیں اللہ پاک فرماتے ہیں محمد ﷺ پر احسان نہ کرو۔

يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا۟ قُل لَّا تَمُنُّوا۟ عَلَىَّ إِسْلَٰمَكُم بَلِ ٱللَّهُ
يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَىٰكُمْ لِلْإِيمَٰنِ (حجرات:۱۷)

اب شکر گزار رہو، علم اس لئے حاصل نہ کرو، کہ میرا والد قاضی ہے، میں بھی قاضی بنوں گا، ڈسٹرکٹ خطیب ہے اس کے بعد یہ عہدہ مجھے ملے گا، غیر اللہ کے تصور کو بھی دل میں نہ لاؤ۔

اخلاص اور تصحیح نیت اور امام غزالی کا انوکھا واقعہ

نظام الملک طوسی نے بغداد میں مدرسہ بنایا تھا۔ اس مدرسے کے ہر طرف چرچے تھے، نظام الملک ایک مرتبہ مدرسہ کا معائنہ کرنے نکلے۔ طالب علموں سے بھی

پوچھتے رہے کہ کسی چیز کی ضرورت اور کمی تو نہیں، ایک طالب علم سے پوچھا تم علم کس لئے حاصل کررہے ہو؟ اس نے جواب دیا میرا والد قاضی القضاۃ ہے میں بھی قاضی القضاۃ بن جاؤں، دوسرے سے دریافت کیا، تمہارے تحصیل علم کا مقصد کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: میرا باپ جامع مسجد کے خطیب ہیں، واعظ اور مقرر ہیں میں بھی واعظ، مقرر اور خطیب بننا چاہتا ہوں، غرض تمام طالب علموں سے مقصد علم کے بارے میں سوال کیا، نظام الملک بہت مایوس ہوئے، ان کے دل میں آیا کہ اس مدرسے کو بند کرنا چاہیے اس کی کوئی افادیت نہیں آخر میں ایک طالب علم کے پاس آئے ان سے پوچھا تمہارے تحصیل علم کا مقصد کیا ہے؟ اس طالب علم نے جواب میں کہا اللہ تعالیٰ کی مرضیات اور نامرضیات کا علم حاصل ہو جائے پھر مرضیات پر عمل کیا جائے اور نامرضیات سے بچا جائے، نظام الملک اس طالب علم کے جواب سے بہت خوش ہوئے اور مدرسہ بند کرنے کا ارادہ ترک کردیا وہ طالب علم بعد میں حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کے نام سے مشہور ہوئے تو آپ سب اپنی نیت خالص کریں، تمام صحاح کے احادیث کی جامعیت تب موثر ہوں گے جب نیت صحیح ہو۔

امام بخاری نے آغاز تصحیح نیت سے کی

بخاری شریف میں سیاست، حکومت، جہاد، معیشت غرض زندگی کے ہر پہلو پر احادیث ہیں، اس لئے صحیح بخاری کو جامع بھی کہا جاتا ہے، لیکن امام بخاری نے آغاز میں انما الاعمال بالنیات لکھی، بظاہر اس کا کتاب الوحی سے کوئی مناسبت نہیں، مقصد یہ ہے کہ جو کچھ آئندہ احادیث میں آرہا ہے، سب کا تعلق نیت سے ہے، جہاد میں نیت خالص نہ ہو تو جہاد قبول نہیں، لہٰذا نیت کی اصلاح ضروری ہے۔

علم کی راہ میں تکالیف پر صبر

دوسری بات یہ ہے کہ یہ راحت واکرام کا راستہ نہیں، اس میں مشکلات ہیں، یہ

کانٹوں بھرا راستہ ہے، گرمی، سردی، بھوک اور پیاس برداشت کروگے، مگر آپ اپنی تکالیف کا اندازہ اکابر کی تکلیفات سے کریں ان کو دیکھیں، جنہوں نے نہایت تکالیف اور مشقتوں سے علم حاصل کیا، مشقت اور تکلیف سے حاصل کی ہوئی علم میں برکت ہوتی ہے، تمہارے والد، ماموں یا خاندان کے دوسرے لوگ جو ۳۰،۴۰ سال قبل دارالعلوم سے فارغ ہوئے ہیں، ان سے پوچھ لیں کہ انہوں نے کتنی مشقتیں برداشت کی ہیں، اس وقت پنکھے نہ تھے بلکہ اس کا تصور بھی نہ تھا حقانیہ میں بھی ۲۰، ۲۵ سال بعد پنکھے لگائے ہیں، تکالیف کے برداشت کرنے میں برکت ہے، اس وقت تمام عالم کفر کا مقصد یہ ہے کہ طالبعلم کو رسوا کرو، اس کو وحشی اور فقیر بنادو، طعن وتشنیع کرو کہ بنیاد پرست ہیں، انتہاء پسند ہیں، کم ظرف ہیں برداشت کا مادہ نہیں، امام ابویوسفؒ کا قول ہے:

العلم عز لازل فيه يحصل بزل لاعزفيه

"علم عزت ہے اس میں ذلت نہیں مگر یہ حاصل ہوتا ہے ذلت کے ساتھ اس
کے حصول میں عزت واکرام کوئی نہیں"

فقر وغربت کو سینے سے لگا کر علم حاصل کرنا ہے

فقر وغربت کو سینے سے لگاؤ اکابر کی محنتوں کی نقل کرو، امام مالکؒ علم کے لئے نکلے تو کچھ پاس نہ تھا، باپ نے صرف ایک گھر چھوڑا تھا، اس نے پہلے چھت کو بیچا اس سے علم حاصل کیا، پھر اینٹیں بیچیں اور ان سے گزارا کرتے رہے مگر کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کیا، امام بخاریؒ کے پاس ایک جوڑا کپڑے تھے، ہفتے میں ایک دن گھر میں بند ہو کر اسے دھوتے، ایک مرتبہ جب امام بخاریؒ درس میں شریک نہ ہوئے تو ساتھیوں نے ان کے دروازے پر دستک دی، جب اندر سے جواب موصول نہ ہوا، تو انہوں نے دھمکی دی کہ دروازے کا کھواڑ نکال دیں گے آپؒ نے جواب میں فرمایا: آپ میرا ایک اہم راز کھولتے جارہے ہیں میرے پاس کپڑے نہیں، ستر ڈھانپنے کیلئے صرف ایک جوڑا

ہے اور وہ بھی دھویا ہے' امام بخاریؒ کا حافظہ ضرب المثل تھا امام بخاریؒ کے حافظے کے واقعات آپ لوگوں نے سنے ہیں اور اساتذہ سے بھی سنتے رہیں گے۔

امام محمد اور حصول علم

امام محمدؒ بڑے ناز ونعمت میں پلے تھے' انہیں اپنے والد امام ابوحنیفہؒ کے پاس لے آئے' امام صاحبؒ نے جب اس کے ٹاٹ بھاٹ کو دیکھا تو فرمایا: یہ علم حاصل نہیں کرسکتا آپ کے باپ نے اصرار کیا تو امام صاحبؒ نے امتحاناً فرمایا کہ جاؤ تین اوجھڑیوں کوایک ساتھ لاؤ ،امام محمدؒ گئے، ایک اوجھڑی کوایک ہاتھ میں پکڑا دوسری کو دوسرے ہاتھ اور تیسری کو دانتوں میں امام صاحب کے پاس آئے تو آپؒ نے درس میں شرکت کی اجازت دے دی پھرامام محمدؒ سے اللہ تعالیٰ فقہ کی جو خدمت لی وہ اظہر من الشمس ہے

حصول علم کی راہ میں اکابر دیو بند کی قربانیاں

شیخ الحدیثؒ اکابر علمائے دیوبند کے واقعات سناتے بعد میں ہم نے کتابوں میں بھی پڑھا' فرماتے: فقیہ النفس مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ دہلی میں پڑھا کرتے تھے' رات کو نکلتے اور سبزی بازار میں آتے جو پتے گرے ہوتے ان کو اٹھاتے اور دھوکر اس سے گزارا کرتے حکومت بھی اساتذہ اور طلبہ کو کوئی وظیفہ نہیں دیتا، نہایت محدود وسائل میں مسائل زیادہ ہیں، مادہ پرستوں کیلئے کروڑوں، اربوں کا بجٹ مختص ہے، ہم ایک ہاسٹل نہیں بنا سکتے۔

اصحابِ صفّہ کے پیروکار

مگر ہمارا طرز اصحاب صفہ کی ہے، ہم ان ہی کے پیروکار ہیں، حضرت ابو ہریرہؓ بے ہوش ہوجاتے' لوگ کہتے کہ ان پر جنات ہیں' مگر حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مابی الاالجوع اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ

اَقْدَامَكُمْ (محمد:۷) حضرت علیؓ مدینہ میں ایک یہودی کے باغ میں گئے اور ایک کھجور میں ایک ڈول نکالتے تھے' جب مٹھی بھر کھجور جمع ہوئی تو سب کچھ چھوڑ دیا اور فرمایا کہ آج کے گزارے کیلئے اتنا ہی کافی ہے۔

اداب واحترام علم میں برکت کا زینہ

تیسری اہم بات ادب کی ہے' ادب واحترام کرو گے تو علم میں برکت ہوگی' ورنہ فیض نہیں پھیلے گا' ع بے ادب محروم گشت از فضل رب حضرت علیؓ کا فرمان ہے، من علّمنی حرفا فھو مولائی اللہ تعالیٰ کا ادب' رسول اللہ ﷺ کا ادب' قرآن کا ادب' استاد کا ادب الغرض الدین کلہ ا دب' مدرسے اور استاد کے ساتھ محبت اور عقیدت کا معاملہ کرو گے تو کامیاب ہوگے، ہمارے شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اساتذہ کا بہت احترام فرماتے تھے' حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کا محبت وعقیدت تو اتنی غالب تھی کہ نام لینا بھی پسند نہ فرماتے' شیخ الحدیثؒ فرماتے: کہ میں شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی خدمت کرتا تو اور طالب علم مجھے چاپلوس کہتے مگر میں نے کسی کی بات کی کوئی پرواہ نہ کی آج شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے ادب کا صدقہ ہے کہ عالم اسلام میں دارالعلوم حقانیہ اوران کا فیض پھیل رہا ہے۔

حضرت مدنیؒ اور جذبہ خدمت

شیخ الہندؒ کے بہت سارے تلامذہ تھے' مگر جو فیض شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کا پھیلا ہوا ہے وہ کسی اور کا نہیں پھیلا حضرت مدنیؒ شیخ الہند کے ادب وخدمت میں ہر وقت لگے رہتے ہیں' مالٹا کے جیل میں لوٹا بھر کر اپنے جسم سے لپٹاتے رہتے اور پھر تہجد کے وقت شیخ الہندؒ کی خدمت میں پیش کرتے تو پانی کی ٹھنڈک قدرے کم ہوتی آپ لوگ اکابر کی سوانحات کا مطالعہ کریں' ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔

اضاخیل باچا صاحب ادب کا مثالی نمونہ

ہمارے اسی دارالعلوم کے ایسے فضلاء ہیں جو اپنے جوتوں سمیت دارالعلوم میں نہیں گھومتے' آپ اضاخیل کے باچا صاحب کو جانتے ہیں' آپ جب تندرست تھے تو دارالعلوم کے گیٹ میں چپل اتار کر دارالعلوم تشریف لاتے یہ دارالعلوم آپ لوگوں کی مادر علمی ہے' آپ سب پر اس کی حفاظت اورادب واحترام فرض ہے، آپ کے ناشائستہ حرکت کی وجہ سے دارالعلوم کی حرمت وعزت پر کوئی حرف نہ آئے۔ یہ تو امن کا گہوارہ ہے۔

دارالعلوم امن کا گہوارہ

شیخ الحدیث فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد فریدؒ جب دارالعلوم میں تدریس کیلئے بلائے گئے تو آپ نے استخارہ فرمایا، آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک بڑے بینر پر لکھا ہے مَن دَخلَهٗ کَانَ اٰمِنًا

کفار کے آنکھوں کا تنکا

آج دارالعلوم حقانیہ یہود و نصاریٰ کی آنکھوں میں کھٹک رہا ہے کہتے ہیں حقانی نیٹ ورک کو ختم کرو لیکن اللہ تعالیٰ نے اسی دارالعلوم سے سرخ سامراج روس کا جنازہ نکالا تھا اور اسی سے امریکی سامراج کا جنازہ بھی نکلنے والا ہے انشاء اللہ جہاد تا قیامت جاری و ساری رہے گا لیکن جہاد کا اپنا ایک میدان ہے شیخ الحدیثؒ کے پاس میدان کارزار سے مجاہدین آتے تو آپؒ انہیں وظیفہ دیتے کہ یہ زیادہ سے زیادہ پڑھا کرو وَ جَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (یٰسٓ:۹)

ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت کے علاوہ کچھ نہیں، کفار کی کوشش یہی ہے کہ ان مدارس کو ختم کردیں۔

پرویز مشرف کی دین دشمنی

مولانا عبدالقیوم حقانی کو میں نے کہا تھا کہ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ ترکی گئے تو اتاترک مطفیٰ کمال کی قبر پر جا کر فرمایا: ماولدت الامة الترکية اشئم منك پرویز مشرف نے جتنا نقصان اسلام' علماء اوردینی مدارس کو پہنچایا ہے اس پر میں نے کہا ماولدت الامة الهندية اشئم منه آج کل حالات بہت خراب ہیں امریکہ نے افواج قطر' کویت' امارات میں جمع کئے ہیں اور گریٹ اسرائیل کا نعرہ لگاتا ہے' حرمین پر حملہ آور ہونے کی پلان بنا رہے ہیں۔

حریم علمی کی حفاظت طلباء کا فرض ہے

مگر اب اگر کوئی خانہ کعبہ میں بیٹھ کر مورچہ بنا کر ان سے لڑے تو کوئی اسے عقلمند نہیں کہے گا' بلکہ اس کے لئے کعبہ سے باہر نکل کر کفار کا راستہ روکنا ہوگا' اسی طرح دارالعلوم بھی ہے' مشکوک افراد کو ساتھ نہ رکھو' ادارے کا تحفظ بڑا جہاد ہے۔ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ (بنی اسرائیل ۸۱) امریکہ بھاگے گا، ہمارے اکابرؒ ائمہ نے جہاد کیلئے بھی وقت دیا تھا' چار ماہ جہاد کرتے' چار ماہ درس وتدریس اور چار ماہ سفر حج' اب تم اوقات کو خلط ملط نہ کرو' مدرسے کے ایام میں اسباق کو توجہ دو' ہم نے کہا تھا طالبان کا اسلام حقیقی اسلام ہے' سقوط کے بعد لوگوں کے نعرے بدلے مگر ہمارا کل بھی یہی موقف تھا اور آج بھی ہے۔

حضور ﷺ کی حکمت عملی

آنحضرت ﷺ نے حدیبیہ میں ایسی حکمت عملی اختیار کی کہ اسلام اطراف میں پھیل گیا' دارالعلوم' مسجد نبوی اور خانہ کعبہ کی اولاد ہے' یہاں سے ہر سال ۱۵۰۰ طالب علم فارغ ہوتے ہیں' روئے زمین پر تاشقند' سمرقند' بخارا' مکہ مدینہ اور ہرات میں کہیں بھی اتنی بڑی تعداد نہیں یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور شیخ الحدیثؒ کے اخلاص کی برکتیں ہیں اللہ تعالیٰ اس گلشن کو ہمیشہ قائم ودائم اور سرسبز وشاداب رکھے۔ واخر دعوانا ان الحمد للّٰه رب العالمین

ضبط وترتیب: مولانا سید حبیب اللہ حقانی، الحق' اگست ۲۰۱۱ء

علماء کرام اور فضلاء مدارس

مستقبل کی ذمہ داریاں اور فرائض

دارالعلوم کے تعلیمی سال کی اختتامی تقریب ختم بخاری شریف منعقدہ ۲۳ رجب ۱۴۰۹ھ مطابق یکم مارچ ۱۹۸۹ء دارالعلوم کے مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا خطاب ، جس میں علماء وفضلاء مدارسِ عربیہ کی ذمہ داریوں پر روشنی ڈالی گئی شوال المکرّم میں تعلیمی سال کا آغاز ہوتا ہے اس مناسبت سے اس تقریر کو الحق کے نقشِ آغاز میں شامل کررہے ہیں تقریب میں عالمِ عرب کے جید اور ممتاز علماء علامہ شیخ محمد محمود صواف اور علامہ عبدالمجید زندانی ارکان رابطہ عالمِ اسلامی سعودی عرب بھی موجود تھے (ادارہ)

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
نضراللّٰہ امراء سمع مقالتی فوعا ھا ثم ادّا ھا کما سمعھااو کماقالؑ

حاملین علوم دینیہ کی ذمہ داری

حضرات اساتذہ کرام ،علماء کرام ،عزیز طلبہ اور بالخصوص دورۂ حدیث کے طلبہ!
جو آج ہم سے جدا ہونے والے ہیں اور ایک عظیم ذمہ داری ان کے سپرد کی جانے والی ہے ایک طرف تو خوشی اور مسرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام فتنوں ، مصائب ،

دنیوی زیب وزینت اور عیش پرستیوں اور دنیوی علوم اور مسائل سے کاٹ کر اپنے دین کے علوم کی تحصیل کے لئے منتخب فرمایا،لیکن دوسری طرف فکر ہے اس عظیم ذمہ داری کی فکر،جس کا احساس انسان کو ریزہ ریزہ کرسکتا ہے،آج وہ بڑا بوجھ آپ پر ڈال دیا گیا ہے جس کا حق کبھی ادا نہیں کیا جاسکتا،

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۚ إِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (الاحزاب:۷۲)

”بے شک ہم نے وہ امانت آسمانوں ،زمین اور پہاڑوں پر پیش کی تو انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کردیا اور اس سے گھبرا گئے جبکہ انسان نے اسے اٹھایا“

آج کے دور میں اس ذمہ داری کے اصل کامل حاملین آپ دینی علوم کے حامل لوگ ہیں کہ آپ نے یہ ذمہ داری اٹھالی ہے اللہ تعالیٰ نے امانت انسانوں پر پیش کی تو کسی نے کہا ہم انگریزی پڑھیں گے ،کسی نے کہا سائنس پڑھیں گے ،کسی نے کہا جج بنیں گے کوئی دوکاندار اور کوئی کارخانے دار بننا چاہتا ہے لیکن آپ نے چاہا کہ ہم دین کے طالب علم بن کر یہ امانت اٹھائیں گے تو گویا اللہ تعالیٰ نے لاکھوں کروڑوں انسانوں میں سے آپ کو منتخب فرمایا گویا تم ہی نے وہ امانت الٰہی قبول کرلی۔

محاذِ جنگ میں آپ کا پہلا قدم

آج اساتذہ نے تمہیں حدیث کی اجازت تو دے دی ،لیکن یہ پھولوں کی مالا نہیں بلکہ کانٹوں کی سیج ہے...... مکتب عشق کے انداز نرالے دیکھے
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

تو جس نے عشق و محبت کی ذمہ داری سنبھالی اُس کی کبھی چھٹی نہیں ، تم لوگوں نے بھی یہ امانت اُٹھائی ہے تو انشاء اللہ اسے سنبھالنا ہوگا۔

میرے بھائیو! دارالعلوم حقانیہ کے طلباء اور فضلاء کا اپنی مادرِ علمی کے ساتھ والہانہ تعلق اور محبت وخدمت کے عجیب دور گذرے ہیں مجھے یاد ہے جب ہم چھوٹے تھے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ زندہ تھے اور بخاری شریف کا ختم ہوتا تھا تو ماتم کا سا سماں ہوتا تھا، فضلاء اور علماء کی ہچکیاں بندھ جاتی تھیں، چیخیں سنائی دیتی تھیں، طلبہ رویا کرتے تھے کہ ہمارے آزادی اور بے فکری کا زمانہ گذر گیا جب ہم سے کسی چیز کی باز پرس نہیں ہوتی تھی، اب تو ہم سے ڈیوٹی کا مطالبہ ہوگا۔

تو عزیز طلبہ! آج پھر دارالعلوم سے باہر نکل کر گویا محاذِ جنگ میں جارہے ہیں، آپ اسلامی عساکر میں سے ایک عسکر ہیں، جسے محاذ اور مورچے سنبھالنا ہے یہاں آپ تربیت کیلئے آئے تھے اب آپ شدید اور عظیم امتحان کے لئے جارہے ہیں جہادِ افغانستان کا ایک مجاہد جس میدان کارزار میں جاتا ہے اُس سے سخت ترین میدانِ جنگ میں داخل ہورہے ہو، وہاں ایک گورباچوف روسی سے واسطہ ہے یہاں ساری دنیا تمہارے سامنے آئے گی، تم سینکڑوں مورچوں میں گھرے ہوئے ہو، یہاں باہر روسی کمیونسٹ، سوشلسٹ، قادیانی، منکرینِ حدیث، مغرب زدہ اباحیین ، ملک کا دینی تشخص ختم کرنے والے، گستاخانِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور دین کی جڑیں کھوکھلی کرنے والے سب موجود ہیں ، ہزاروں لوگ مورچوں میں تیر کمانوں پر چڑھائے ہوئے سوچتے ہیں کہ دارالعلوم کا طالبعلم فارغ ہوکر آئے گا اُس کے ساتھ کیسے نمٹیں گے؟ فارغ ہوکر اب سخت حالت تم پر آنے والی ہے، یہ خوشی کا موقع نہیں احساسِ ذمہ داری کا وقت ہے اس لئے تو حسّاس فضلاء روتے تھے اور آج بھی ایسوں کی آنکھیں پرنم ہیں۔

دارالعلوم جو روحانی مادر علمی ہے، سے جدائی کا احساس ہوتا تھا، ایک جنون کی سی کیفیت ہوتی تھی ،طلبہ دارالعلوم کی دیواروں سے لپٹ لپٹ کر روتے تھے، درختوں سے لپٹ کر روتے تھے اساتذہ کے چہروں کو تکتے جاتے تھے اور دھاڑیں مارتے جاتے تھے، وہ محبت اور خلوص کا زمانہ تھا، وہ روحانی کیفیتوں کا زمانہ تھا خدا تعالیٰ سب کو ایمانی اور روحانی دولتوں اور سچی اطاعت اور وفا کی دولتوں سے مالا مال فرمادے۔

دارالعلوم کی برکتیں ساتھ ہیں

بہرحال دارالعلوم پھر بھی دارالعلوم ہے، آج انشاء اللہ تمہیں احساس ہوگا بانی دارالعلوم حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ اور اساتذہ کی توجہات اور فیوضات انشاء اللہ جاری وساری رہیں گی آج پہلی بار ہم محسوس کررہے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف کے ختم میں موجود نہیں، حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے پُرانوار چہرہ سے چالیس بیالیس سال تک اس مسندِ حدیث پر علماء ،فضلاء اور مشتاقین ومخلصین مستفید ہوتے رہے اور آج ہم اس سعادت سے محروم ہیں، لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم اور دوسرے اکابر اساتذہ نے یہ خلا پُر کردی اور انشاء اللہ العزیز حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا لگایا ہوا یہ باغ (دارالعلوم) قیامت تک یونہی قائم ودائم اور سرسبز شاداب رہے گا ان اساتذہ کی بہت سی برکات ہیں اللہ تعالیٰ تمہیں محروم نہیں کرے گا۔

دنیوی مشاغل اور سرکاری نوکریوں میں نہ کھونا

اب جب آپ یہاں سے جائیں تو یہ فیصلہ کرکے جائیں کہ ہم نے خود کو دین کیلئے وقف کردیا ہے، دنیا فتنوں سے پر ہے پریشانیاں ہیں، آزمائشیں ہیں یہ فکر کہ کیا کھاؤ گے، کیا پیو گے ،معاش کا کیا بنے گا؟ تو کہیں ایسا نہ ہو کہ سکولوں اور کالجوں کی

زینت بن جاؤ! ایسانہ کریں، بلکہ جاتے ہی طے کرلو کہ میں دین کے لئے وقف ہو چکا ہوں، سرکاری نوکریوں سے اپنے آپ کو بے نیاز رکھنا ،سرکاری مساجداور سرکاری سکولوں کی ملازمت سے احتراز کرنا، آپ اللہ کے سپاہی ہیں، اگر آپ بھی یہی کہیں گے کہ کیا کھائیں اور کیا پئیں گے ،تو پھر تو تمہارے تحصیل علم کے چودہ سال دریا برد ہوگئے حیوانات اور پرندوچرند بھی یہ نہیں پوچھتے کہ کیا کھائیں گے! ان کا کتنا مضبوط عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ دے گا خدا تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ کبھی ابتلاءات اور آزمائشیں لاتے ہیں ،لیکن آپ عزم کرلیں کہ پندرہ سو اور دو ہزار کے عوض غفلت ونسیان اور بدعملی اور بھول جانے کی خاطر ہم نے علم حاصل نہیں کیا ہے۔

تدریس کی اہمیت

آنے والے ابتلاء ات کے لئے چوکنے رہیں ، آزمائشیں ہوں گی ، چند دن عسرت بھی ہوگی لیکن آپ دین کے کام اور دین کی خدمت میں خود کو پابند کرلیں ، جہاد اوردعوت الی اللہ میں لگے رہیں یہ نہ سوچنا کہ تدریس تو کروں گا تنخواہ کتنی ملے گی تنخواہ نہ بھی ملے تو بھی تدریس کرتے رہیں کوئی بلائے تو کہہ دیں کہ مفت میں بھی ہم تدریس کریں گے سال دوسال گذارلینا ، آزمائے بغیر آسمان سے رحمتیں یکدم نہیں آتیں بس تھوڑا ساامتحان ہوگا بلکہ اگر گنجائش ہوتو یہ کہہ دو کہ میں خود پانچسو روپے دوں گا لیکن مجھے مدرس رکھ لینا تنخواہ نہ بھی ہو اپنی طرف سے دیں۔

علمی پختگی کے لئے حضرت شیخ الحدیثؒ کو آئیڈیل بنالو

ہمارے حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب دارالعلوم دیوبند سے تشریف لائے تو ہمارے دادامرحوم طلبہ کو بڑی محنت کرکے اکٹھے بٹھاتے جیب سے رقم دیتے تھے ،روٹی سب کو گھر سے کھلاتے تھے سات آٹھ سال تک حضرت شیخ الحدیث

صاحبؒ مسجد قدیم میں درس دیتے رہے اور تمام اخراجات دادا مرحوم گھر سے پورا کرتے تھے تاکہ تدریس کا کام چل پڑے لیکن آج کے سادہ فارغ تحصیل حضرات کہہ دیتے ہیں کہ اتنی تنخواہ تو فلاں کی ہے اتنی فلاں کی خدا کے بندے !ابھی تک تو تم طالب علم ہو حصولِ علم کا وقت تو ابھی شروع ہوا ہے اپنے کو علامہ نہ سمجھنا، آج تک آپ طالب علم کی شکل میں رہے آج تو مدرس کی شکل میں حقیقی طور پر سیکھنا ہے چند سال تک تو میری نصیحت یہی ہے کہ دوسرے چکروں میں نہ پھنسیں ، ایک دوسال تک تدریس میں محو ہوجائیں اسی کے لئے خود کو وقف کردیں سیاست بازی، جتھے بندی اور لایعنی امور سب چھوڑ دیں سیاست بھی خدمت دین ہے لیکن ہمیں مدرسین کی سخت ضرورت ہے، بہت قحط الرجال کا زمانہ ہے اگر تم سکولوں ،اماموں اور سیاست کے گردابوں میں پھنس گئے تو یہ علم جو حاصل کر چکے ہو یہ بھی ختم ہوجائے گا یہ علم نہیں یہ تو سلیٹ پر کچا سا نقش ہے، معمولی سی ہوا آئی اور یہ اڑ گیا بس اپنے آپ پر یہ لازم کرلو کہ میں نے تدریس شروع کرنی ہے چاہے مسجد میں ہو، چاہے چھوٹے مدرسے میں ہو، شہرتوں کی تلاش میں نہ پھریں، شہرت کے لئے بڑی مدت چاہیے جو مطلوب ومحمود بھی نہیں یہ بھروسہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں روزگار دے گا پکا فیصلہ کرلو کہ اے اللہ! تیرے دین کی اشاعت اور ترویج میں تذبذب نہیں کریں گے، نہ ڈریں گے، نہ بکیں گے اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے بڑے جرنیلوں بادشاہوں اور سرداروں کے سامنے بھی کلمہ حق کہنے سے گریز نہیں کریں گے۔

حکمت سے کام لو

لیکن جیسا کہ حضرت مفتی صاحب (مولانا محمد فرید صاحب مدظلہ) نے فرمایا ’’حکمتِ عملی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دینا‘‘ ہیرو بننے کی کوشش نہ کرنا اگر کسی دوسرے عالم کی کہیں پذیرائی اور اثر ورسوخ ہے اور تم ایک معمولی سی حیثیت کے ساتھ کسی نئے فتویٰ کا دھاکہ کردو تو وہ شخص فوراً لاٹھی لے کر تمہیں بھگا دے گا یہ نہ سمجھنا کہ میں

تو حقانیہ کا فاضل ہوں لوگ اُس کے پہلے سے معتقد ہوں گے، اُس کا اپنا حلقہ اثر ہوگا بلکہ حکمت عملی، سیاست اور تدبر سے کام لینا ہر جگہ لاٹھی لے کر جانا کہ اس گاؤں میں یہ بدعت کیوں ہوتی ہے، یہ تو حرام ہے، یہ بدعت اور وہ قضائے عمری کیوں ہوتی ہے؟ لوگ کہیں گے جناب! تم کون ہو، آج آئے ہو، یہ بوڑھے بوڑھے علماء جو ہیں کیا علم ان کے پاس نہ تھا؟ نتیجہ یہ ہوگا کہ لاٹھی لے کر تمہیں بھگا دیں گے۔

بدعات کی قلع قمع میں شیخ الحدیث کا عجیب حکیمانہ طریقہ

یہاں حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بدعات زبردست انقلاب، محنت اور حکمت عملی اور صبر وتحمل کے ساتھ ختم کردیں، یہاں رواجات ہوتے تھے بدعتیں بھی تھیں جہالت کا علاقہ تھا لیکن حضرتؒ کی بھی عجیب سی حکمت عملی تھی حضرتؒ جب دیوبند سے آئے تو یہاں پر پہلی قضائے عمری کا دن آیا اس وقت اس گاؤں میں یہ پیر وغیرہ سب کچھ کیا کرتے تھے، علاقے پر اُن کا اثر تھا مجھے والدہ مرحومہ نے کہا کہ والد مرحوم جمعرات کے دن ہی ضروری کام کے بہانے پشاور چلے گئے جُمعہ تھا قضائے عمری کا اگر قضائے عمری کی رسم کرواتے تو مسلک اور مشن کے خلاف تھا اور بدعت کے روادار نہیں تھے اور اگر پہلے دن ہی لاٹھی اٹھا کر حرمت کا حکم لگاتے تو لوگ کہتے کہ یہ کیسے شخص سے واسطہ پڑا ہے آج آیا ہے اور مجتہد بن گیا اس طرح وہ سال قضائے عمری ادا کئے بغیر گذرا تو لوگوں کی نظروں میں اس کی اہمیت کم ہوگئی کہ حضرتؒ نے نہیں پڑھی اور حضرتؒ نے بڑے تدبر کے ساتھ آخر کار یہ رسم ختم کردی کہ جب لوگوں کے قلوب پر چھا گیا تو جو کہتے لوگ اس پر کاربند ہوتے ہم بدعت کے ساتھ مفاہمت نہیں کرتے، بدعت کو بدعت اور کفر کو کفر کہتے ہیں لیکن حزم واحتیاط سے ان کے ساتھ نمٹنا چاہتے ہیں کہ صحیح قلع قمع ہوجائے نہ کہ خود عالم کا آتے ہی قلع قمع ہو۔

پیوستہ رہ شجر سے

بھائیو! ہمارے لئے یہ سال اس لحاظ سے عام الحزن ہے کہ دارالعلوم کے بانی ومربی اور سرپرست ہم سے جدا ہوگئے، آج وہ ہم میں موجود نہیں لیکن ہم اس بات پر خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اسباق میں کوئی حرج نہیں آیا، اور گذشتہ چند سالوں کی نسبت زیادہ امن وعافیت اور محبت ومودت سے طلبہ نے اسباق پڑھے بدقسمتی سے میں اپنے طالب علم بھائیوں کیساتھ زیادہ بیٹھ نہ سکا کچھ مسائل تھے جماعتی مصروفیات، دفتر کی ذمہ داریاں اور دوسرے حالات رکاوٹ بن گئے تھے آپ سے اتنی التجا ہے کہ دارالعلوم آپ کی مادرِ علمی ہے، روحانی ماں ہے، روحانی باپ ہے، دارالعلوم کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تاسیس میں طلبہ شریک تھے اور طلبہ کو اس کے ساتھ ماں باپ سے بھی زیادہ اور والہانہ محبت تھی تو آپ بھی دارالعلوم سے اپنی محبت قائم رکھیں اپنا تعلق، اپنا رشتہ، اس کے طلبہ اور اساتذہ کے ساتھ قائم رکھیں۔

وقتی اختلاف سے روحانی رشتہ نہ کاٹیں

بڑی بدقسمتی ہے کہ انسان اپنے روحانی ماں باپ سے لاپرواہ ہوکر تعلق کاٹ دے کبھی کبھی اختلافات وقتی حالات پر مبنی ہوتے ہیں، آج ایک چیز حق دکھائی دے گی کل باطل، آج ایک رائے ہوگی تو کل دوسری، آج حق تک اس لئے نہیں پہنچوگے کہ کسی معاملے کا صرف ایک پہلو نظر آئے گا تو کل دوسرا رخ بھی نظر آئے گا تو رائے بدل جائے گی اگر ایسے وقتی مسائل پر اختلافِ رائے پیدا بھی ہوجائے لیکن روحانی تعلق اور محبت وادب کا رشتہ دارالعلوم سے نہ کاٹیں ورنہ آپ کی دنیا وآخرت کی تباہی ہوگی۔

باطنی عقوق سے بچیں

آپ کے ایک بھائی کے ناطے کہتا ہوں کہ واللہ یہ عقوق ہے عقوق، اور باطن کا

عقوق ناقابل معافی جرم ہے روحانی والدین اور روحانی مرکز سے عقوق دنیا وآخرت کی تباہی ہے خدانخواستہ اگر کوئی بیٹا اپنے والدین سے عاق ہو،محبت کٹ جائے ،کیا اس کے لئے نجات کی کوئی راہ ہے؟ دارالعلوم کے اساتذہ کے ساتھ ہر حالت میں اپنی محبت اور تعظیم واحترام کا رشتہ اور اپنا تعلق قائم رکھنا تاکہ دنیا کو کبھی یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ یہ کس لحاظ سے حقانیہ کا فرزند ہے کہ حقانیہ کا ایک راستہ ہے اور یہ دوسرے راستے پر جارہا ہے۔

میرے بھائیو! ہم کماحقہ آپ کی خدمت نہ کرسکے، ہم پریشانیوں اور ذمہ داریوں میں مبتلا ہیں، مگر آپ سے یہ توقع ہے کہ کوتاہی سے صرف نظر کریں گے اور دارالعلوم کے اساتذہ کے لئے ،میرے لیے، مولانا انوارالحق صاحب کے لئے اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے تمام خاندان کے لئے دعا بھی کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب سے دین کی خدمت کا کام لے اور دارالعلوم کے گلستان کو قائم ودائم رکھے یہ اسلام کا مرکز ہے، یہ ایک پھل دار درخت کی جڑ ہے اللہ تعالیٰ ہر میدان میں ہم سے خدمت لیتا رہے۔(آمین)

شیخ الحدیث فضلاء حقانیہ کے لئے رو رو کر دعا کرتے

آپ کو معلوم ہے کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز شب روز روتے رہتے کہ اے اللہ! دارالعلوم کے فضلاء محروم نہ رہیں، ان کے رزق اور معاش کے سلسلے میں انکی کارسازی فرما اور ان کو ہر مقام پر سربلند رکھنا تمام زندگی وہ اللہ سے ان کے لئے روتے رہے پرانے فضلاء ہوں، نئے ہوں یا مستقبل میں ہونے والے فضلاء ہوں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ سب کے لئے مانگتے رہتے تھے۔

دنیا میں فضلاء دارالعلوم کی پذیرائی

اس کا ثمرہ اور نتیجہ بھی ظاہر ہوا کہ آج آپ دیکھیں گے کہ دارالعلوم کا فاضل جہاں بھی گیا سب پر اس کا مقام بلند رہا سیاست کا میدان، جہاد کا میدان ہو، تقریر، تدریس، اصلاحِ معاشرہ، خطابت، تنظیم، غرض جو بھی میدان ہو ہر جگہ حقانیہ کے فضلاء

سورج کی طرح روشن وسربلند ہیں حقانیہ پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہے جہاد افغانستان کے میدان پر نظر ڈالو کہ مجاہدین سے اللہ تعالیٰ کتنا بڑا کام لیتا ہے ہمارے ہزاروں علماء اس جہاد میں شریک ہوئے اور بے شمار شہید بھی ہوئے ،ان کی ہر فتح حقانیہ کی فتح ہے۔

افغان اختلافات ختم کرانے میں حقانی فرزند کا کردار

پچھلے دنوں مجاہدین میں کچھ اختلاف پید ہوا تھا، روس، چین وغیرہ سب اُن کے اتحاد کو بگاڑنا چاہتے تھے، بڑی بڑی سازشیں ہوئیں پاکستان کی موجودہ حکومت بھی امریکہ کے اشارے پر یہی کوشش کرتی رہی کہ وہ متحدہ نہ ہوں ہم پریشان تھے کہ اے اللہ! کتنی قربانیاں، کامیابیاں اور کوششیں ضائع ہو رہی ہیں یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے حقانیہ کو ایک اعزاز بخشا،اور جب انہوں نے ایک کمیشن بنایا تو ہمارے مولانا جلال الدین حقانی کو امیر بنایا جو تمہارے حقانیہ کا ایک نمایاں فرزند ہے وہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں الحمد للہ جہاد کے میدان میں اپنی عظیم قربانیوں کی بدولت ساتوں مجاہد لیڈر ان کا بڑا احترام کرتے ہیں اور سب پر ان کا اثر ہے افغان لیڈروں کے عبوری حکومت پر متفق ہونے کے مسئلہ میں بھی حقانی صاحب نے اساسی کردار ادا کیا اور تمام مجاہد لیڈروں نے بڑی محبت سے وہ فیصلے مان لئے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ حقانیہ ہر جگہ تمہیں نمایاں کرے گا لیکن جب تم حقیر دنیا اور ایک معمولی سکول کی مدرسی کے پیچھے پڑ جاؤ گے تو خدمت کے مواقع کھو بیٹھو گے پچھلے سال ہمارے ایک جید ترین فاضل تھا، محنتی تھا، مجھ سے بڑی محبت تھی لیکن وہ سکول کی ماسٹری کے طوفان کی نذر ہوگیا، میں نے کہا بڑے بدقسمت ہو اللہ تعالیٰ نے اتنی صلاحیتیں دی تھی تو سکول میں جانے کی کیا ضرورت تھی؟ معمولی تنخواہ پر گذارہ کر لیتے پھر

اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ فراخی لے آتا ہمارے مجاہدین کو دیکھو، انہوں نے کتنی تکلیفیں جھیلیں، پتھروں اور بوتلوں کے ذریعے لڑتے رہے لیکن آج روس اور امریکہ کے خزانوں کی غنیمتیں اُمڈتی آرہی ہیں اللہ تعالیٰ کچھ مدت بعد فراخی کے دوازے کھول دیتا ہے۔

ایک بار پھر گذرش ہے کہ دارالعلوم کے ساتھ محبت وتعلق قائم رکھیں اور اپنے آپ کو افغانستان کے جہاد سے بھی وابستہ رکھیں میں نے آپ کا بہت قیمتی وقت لیا میں آپ کا، سارے مہمانوں کا اور اپنے افغان مجاہدین بھائیوں اُستاد یاسر صاحب ،مولانا محمد شاہ فضلی صاحب ، مولانا صدیقی صاحب اور دوسرے احباب کا شکر گزار ہوں بالخصوص عرب زعماء شیخ محمود صواف علامة العراق اور شیخ عبدالمجید زندانی کا اور انہیں مرحبا اهلاً و سهلاً کہتا ہوں ۔ والسلام علیکم ورحمة اللہ و برکاته۔

الحق: ج ۲۴، ش ۸، مئی ۱۹۸۹ء

مادر علمی کا رشتہ سب رشتوں سے اٹوٹ

روحانی ماں کی شفقت

حمد وصلوٰۃ اور خطبہ کے بعد: محترم بزرگو دوستو اور عزیز طلبہ! دارالعلوم تعلیم گاہ اور مدرسہ انسان کی روحانی ماں اور مادرِ علمی ہوتی ہے، باپ کی نسبت سے ماں کی شفقت زیادہ ہوتی ہے مگر نسبی ماں کی شفقت سے روحانی ماں کی شفقت دس گُنا بڑھ کر ہوتی ہے یہ دارالعلوم آپ کی مادر علمی ہے،آپ اس کے بچے اور جگر گوشے ہیں،آپ اس کی روحانی اولاد ہیں، جسمانی رشتہ اگرچہ اپنی جگہ ایک مضبوط تعلق اور قوی رشتہ اور رابطہ ہے ۔ مگر روحانی رشتہ اس سے بھی کئی گناہ بڑھ کر قوی اور مضبوط رشتہ ہے، قیامت روز سارے جسمانی رشتے ختم ہوجائیں گے ،اپنے قریب سے قریب رشتہ دار بھی ساتھ چھوڑ دیں گے، قرآن میں اس کی تصریح آئی ہے کہ قیامت کی ہولناکی سے نسبی رشتے کسی کو بھی یاد نہیں رہیں گے حتیٰ کہ والدین اپنی اولاد ، والدہ اپنے جگر گوشوں کو اور خاوند اپنی بیوی کو ،بھائی بھائی کو بھول جائے گا، يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيهِ ﴿عبس: ۳۴ ـ ۳۷﴾

دیکھئے! قرآن مجید میں صراحتاً یہ مذکور ہے کہ سارے نسبی رشتے ختم ہوجائیں گے مگر قرآن میں یوں کہیں نہیں آیا کہ روحانی رشتہ بھی ختم ہوجائے گا یا روحانی باپ اولاد

کو بھلا دے گا، یا روحانی اولاد، اپنے باپ کے کام نہیں آئے گا، امت کے لئے روحانی باپ پیغمبر ہوتا ہے، قرآن مجید میں یہ کسی جگہ بھی مذکور نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو بھلا دیں گے یا اساتذہ اپنے تلامذہ کو اور صالح تلامذہ اپنے مہربان اساتذہ کو فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے بلکہ قرآن میں اس کی بھی تصریح مذکور ہے کہ:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ (زخرف: ٦٧)

''جتنے دوست ہیں اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ سوائے متقیوں کے''

روحانی رشتے قیامت کے روز بھی نہ ختم ہونے والے ہیں

بہرحال سارے نسبی رشتے کٹ جانے والے ہیں روحانی رشتہ باقی رہے گا پھر ان روحانی رشتوں میں سب سے زیادہ قوی اور مضبوط رشتہ مادرعلمی کا ہے تعلیم گاہ اور مدرسہ کا ہے، مدرسہ اور دارالعلوم ہم سب کی روحانی ماں ہے مہربان اور شفیق ماں ہے، اسلئے اسے مادرعلمی کہتے ہیں جس طرح ماں کا یہ فرض ہے بلکہ اس کی فطرت اور مزاج کا یہ تقاضا ہے کہ وہ اپنی اولاد پر شفقت کرے ان کی تعلیم وتربیت کرے ان کی نگہداشت کرے ان کی حفاظت اور علمی ترقی اور حصول کمال میں راہ ہموار کرے، وسائل تلاش کرے، آخر یہ ماں ہی تو ہے کہ اس کی نظر میں اس کی تمام اولاد، اس کے جگر گوشے ہیں خواہ نیک اور صالح ہوں یا باغی اور سرکش سب اس کی نظر میں برابر ہیں سب سے ان کو پیار ہے، اس کی محبت بھی اصلاح کے لئے اور اس کی تنبیہ واعراض بھی اصلاح کے لئے۔

مادرِعلمی کی اولاد کا فریضہ

اسی طرح مادرِعلمی کے روحانی فرزندوں کا بھی یہ اخلاقی اور دینی فریضہ ہے کہ وہ اپنی درسگاہ کا اور اپنے مدرسہ دارالعلوم کا، جو ان کی مادرعلمی ہے کا پورا احترام کریں، اسکے وقار کو بلند کریں، اسکی عظمت کو بڑھائیں دارالعلوم کی روحانی ذریت اور روحانی اولاد کا فرض

ہے کہ وہ ادارہ کے اساتذہ سے لیکر ادنیٰ کارکنوں، خدام اور چپڑاسی تک کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھیں، آپ یاد رکھیں، میرا ایمان ہے جس مدرسہ میں بھی آپ سبق پڑھیں اس مدرسہ کی نالیاں اور بیت الخلاء صاف کرنے والے خدام بھی عنداللہ واجب الاحترام ہیں، ہمارے اکابر علماء دیوبند کی تاریخ ہے ان کا ماضی روشن ہے۔

اکابر اور اساتذہ کا احترام

یہی ادب واحترام تھا جس نے ان کی عظمت کو چاردانگ عالم میں پھیلا دیا، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور دیگر اکابر علماء دیوبند جب رات کو سوتے یا دن کو قیلولہ کرتے تو گنگوہ شریف کی طرف بھی پاؤں پھیلا کر نہیں سوئے حالانکہ گنگوہ تو ان کے جانب شرق کو تھا کیونکہ وہ گنگوہ شریف کو اپنی روحانی مادرعلمی یقین کرتے تھے اور پیشاب کرتے وقت اُدھر رُخ نہیں کرتے تھے، میرا ایمان ہے کہ جب تک مادر علمی یعنی مدرسہ کے در ودیوار، شجر وحجر، اور اس کے ذرہ ذرہ سے عقیدت واحترام کا تعلق نہیں رکھا جائے گا علم کی حقیقت اور روحانی برکتیں حاصل نہیں ہوگی۔

مدارس دین، اساتذہ، کتابیں، عبادت شعائر اللہ ہیں

دراصل مدرسہ کی ان دیواروں اور پتھروں کی فی نفسہ کوئی اہمیت نہیں، دراصل قابلِ احترام وعظمت وہ نسبت ہے جو انہیں دین سے قائم ہے، مساجد کے در ودیوار، اینٹ، پتھر اور چونا سے مخلوط ہیں ان میں اور عام مکانات میں کوئی فرق نہیں مگر جب انہیں اللہ تعالیٰ سے نسبت ہوجاتی ہے اور وہ اللہ تعالی کے گھر قرار پاتے ہیں اور شعائر اللہ کا مقام حاصل کرتے ہیں تو ان کا مقام واحترام اور بڑھ جاتا ہے اسی طرح یہ دینی مدارس بھی اللہ کے دین کے شعائر ہیں انہیں دین سے ایک نسبت ہے یہ انسان کی روحانی ماں ہیں، یہ آپ جو بخاری پڑھتے ہیں علوم وفنون کی دسیوں کتابیں پڑھتے ہیں، یہ شعائر اللہ ہیں، آپ کے اساتذہ اور یہ دارالعلوم سب شعائر اللہ ہیں تو جس طرح

دارالعلوم کا یہ فرض ہے کہ وہ تمہاری خیر خواہی اور فلاح وبھلائی کی خاطر سوچیں، اقدامات کریں، آپ یقین جانیں مدرسہ یا اساتذہ کبھی یہ سوچ نہیں سکتے کہ طلبہ کی زندگی برباد کردی جائے الدین النصیحہ "دین تو ہے ہی خیر خواہی" اولاد نالائق ہو، سرکش ہو، باغی ہوتو والدین زجر وتنبیہ بھی کرتے ہیں، سزا بھی دیتے ہیں تا کہ اصلاح ہو اور اخلاق کمالات حاصل ہوں اولاد اگر برے اخلاق میں مبتلا ہے باغی وسرکش ہے تو اس سے والدین کی بدنامی بھی ہوتی ہے اور اولاد کی نااہلی سے والدین کے دل پر آرے چلتے ہیں، یہی حال روحانی ماں اور روحانی والدین کا ہے بلکہ روحانی مربی کو تو نسبی مربیوں سے کئی درجے بڑھ کر اپنی اولاد سے تعلق ہوتا ہے، اولاد کی نااہلی، ان کیلئے بہت تکلیف دہ امر ہوتا ہے، اس لئے اساتذہ تحصیل علم اور حصول کمال کی خاطر طلبہ میں کبھی ترغیب کا رویہ اختیار کرتے ہیں کبھی ترہیب کا، غرض دونوں صورتوں کی ایک ہی ہوتی ہے کہ طلبہ کو نفع حاصل ہو۔

والدین کی قربانی کا تقاضا

دیکھئے! والدین نے آپ کو وقف کردیا ہے دین کی تعلیم کے لئے، خدمت دین کے لئے، انہیں تمہاری ضرورت تھی معاش کے لئے، کاروبار کے لئے، تجارت کے لئے، ملازمت کے لئے مگر وہ اپنا سب کچھ تج کر تمہارا مستقبل بنارہے ہیں، وہ تمہارے لئے کماتے ہیں، تمہارے لئے اخراجات برداشت کرتے ہیں تو ان حالات کے پیش نظر طلبہ کا یہ فرض ہے کہ دارالعلوم میں رہتے ہوئے ہمہ تن تعلیم پر توجہ دیں یہاں تمہارا اہم اکبر وہ تحصیل علم ہی ہونہ کہ دنیا و لا تجعل الدنیا اکبرھمنا باقی سرگرمیاں فارغ التحصیل ہونے کے بعد ہونی چاہئیں۔

جہاد افغانستان سے انکار خطرۂ ایمان

میرے نزدیک موجودہ حالات میں جہاد افغانستان ملت کا اہم ترین مسئلہ ہے

اور سب کچھ پر مقدم ہے، میرے نزدیک اس جہاد کی حیثیت بھی بدر وحنین کے جہاد کی طرح اہم ہے، جس کو اس کی جہادہونے میں شک ہے اس کے ایمان کا خطرہ ہے، مگر میں طلبہ علوم دینیہ کے لئے تعلیم کے ایام میں اس جہاد کو غیر ضروری سمجھتا ہوں، اولاً خود کو زیورِ علم سے آراستہ کرو، علم وفضل سے مسلح ہوجاؤ، خود کو علم سے بھرلو، جب اس مقصد میں کامیابی حاصل ہو تو ہر میدان میں کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔

طلب علم میں انہماک اکابر کی چند مثالیں

عزیز طلبہ! علم میں محو ہوجانے سے علمی ترقی کے راستے کھلتے ہیں، آخرت میں یہی راستہ نجات کا ذریعہ ہے، حضرت امام ابو یوسفؒ پر نزع کی حالت طاری تھی مگر اس حالت میں بھی وہ رمی جمار کے مسئلہ میں ابراہیم ابن الجراحؒ سے فرمارہے تھے کہ رمی جمار پیدل بھی درست نہیں اور سوار ہو کر بھی صحیح نہیں بلکہ جو شخص وہاں دعا کے لئے رکنا چاہتا ہو اس کے لئے افضل ہے کہ پیادہ رمی جمار کرے اور جو نہ رکنا چاہے اس کے لئے افضل یہ ہے کہ سواری پر بیٹھے بیٹھے رمی جمار کرے اور آگے بڑھ جائے، ابن الجراحؒ فرماتے ہیں کہ میں ذرا بیٹھ کر امام ابو یوسفؒ سے رخصت ہوا مشکل سے دروازہ تک پہنچا ہوں گا کہ کان میں رونے دھونے کی آواز آئی جب پلٹا تو معلوم ہوا کہ قاضی ابو یوسف رحلت فرماگئے ہیں۔

پروفیسر آرنلڈ کا واقعہ مشہور ہی ہے، شبلی نعمانی کا ساتھی اور علامہ اقبال کا استاد تھا، شبلی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک ہی بحری جہاز میں سفر کرنے کا موقع ملا، ڈاکٹر آرنلڈ لندن جارہے تھے اور جناب شبلی نعمانی استنبول جانا چاہتے تھے کہ اچانک جہاز طوفان کی زد میں آگیا، مسافر بے چین ہوگئے، نچلے حصے کی سواریاں سب اپنی جگہوں کو چھوڑ کر اوپر آگئیں، سب پریشان تھے، شبلی نعمانیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے خیال آیا کہ اپنے ساتھی آرنلڈ کا حال معلوم کروں چنانچہ میں نیچے ان کے پاس حاضر ہوا۔ مجھے یہ دیکھ کر

حیرت ہوئی کہ سب کو اپنی زندگی بچانے کی فکر ہے، موت وحیات کی کشمکش میں ہیں اور جناب آرنلڈ ہمہ تن مطالعہ کتاب میں محو ہیں شبلی نعمانیؒ فرماتے ہیں میں نے ان سے عرض کیا کہ سارے لوگ پریشان ہیں، موت کے مناظر سامنے ہیں، آپ بھی اوپر تشریف لے آیئے، فرمانے لگے ! مجھے معلوم ہے کہ جہاز طوفان کی زد میں ہے اور موت آنے والی ہے اور جب موت آنے والی ہے تو یہی بہتر ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کو مکمل کرلوں، ایسا نہ ہو کہ موت آئے اور میرا مطالعہ نامکمل رہ جائے، شبلی نعمانی ان سے اوران کی مطالعاتی ذوق سے بے حد متاثر ہوئے۔

اوقات کے حقوق کی تلافی ممکن نہیں

بہرحال عرض یہ کرر ہا تھا کہ آپ طلبہ علوم دینیہ ہیں آپ کے یہ اوقات بہت قیمتی ہیں آپ سب کا اھم فالاھم کام اوقات کی قدر ہے، وقت ایک ایسی تلوار ہے جو کاٹتی ہے مگر کٹتی نہیں، اللہ کے حقوق کا قضا ممکن ہے، مگر وقت کے حقوق کی قضا ناممکن ہے، وقت کا حق یہ ہے کہ اس کو بہتر مصرف میں لگایا جائے، جب وقت بے فائدہ گذر گیا تو اس کو کیسے لوٹایا جاسکتا ہے؟ آپ کے اوقات ہیں ان کے آپ پر حقوق ہیں، آپ کے موجودہ اوقات کا حق صدق دل اور شبانہ روز محنت سے تحصیل علم ہے، آپ خود کو ہمہ تن اس میں مصروف رکھیں اگر وقت ضائع ہوگیا تو عمر بھر اس کی تلافی ناممکن ہے مگر یہ یاد رکھنا، علم آپ کے پاس ہے، دین آپ کے پاس ہے، خزانہ آپ کے پاس ہے، شیطان اور خارجی قوتیں ان کی نظریں بھی آپ پر ہیں، امتحانات اور آفات وبلیات آپ پر آئیں گی لکل شئی آفة وللعلم آفات بہرحال یہ امتحان اور انعامات کا سلسلہ آپ کی حوصلہ افزائی اور ہمت افزائی کی غرض سے منعقد ہوا ہے جو طلبہ ممتاز درجے میں کامیاب ہوئے ہیں ان کا تاریخی اور یادگار کارنامہ ہے وہ اس سے عجب وخود پسندی میں مبتلا نہ ہوں، خدا کا شکر ادا کریں اور جو طلبہ کمزور رہے ہیں یا نتیجہ اچھا نہیں رہا انہیں ہمت کرنی

چاہیے کہ ششماہی امتحانات میں اعلیٰ نمبر حاصل کریں، یہ گراں قدر انعامات آپ کے مستقبل کی تاریخ کا ایک روشن باب ہیں ۱۵، ۱۶ سال بعد یہ یادگاریں تمہیں یاد آئیں گی، یہ مناظر یاد آئیں گے تو رُلائیں گے، میری دعا ہے کہ باری تعالیٰ ہم سب کو علم باعمل اور عمل کی دولت سے نوازے۔

(حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی تقریر کے بعد مولانا مفتی غلام الرحمٰن نے تمام درجات میں اول، دوم، آنے والوں کے نام لے کر نتائج سنائے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ اپنے دست مبارک سے طلبہ کو انعامات عنایت فرماتے رہے۔ اس کے بعد شیخ الحدیث صاحب نے اجتماعی دعا فرمائی)

ضبط وترتیب: مولانا عبدالقیوم حقانی

الحق ج ۲۲، ش ۳، ص ۵۹، دسمبر ۱۹۸۶

فضلاءِ حقانیہ کی دینی وملی ذمہ داریاں

افغانستان میں حالیہ خانہ جنگی جہاد نہیں فساد ہے

افغان طلباء اور علماء کو امن کیلئے اٹھ کھڑے ہونے کی پہلی آواز اور تجویز
ختم بخاری کی تقریب (۲ جنوری ۱۹۹۴ء) سے مولانا سمیع الحق کا خطاب۔

حاملین علم کی دستار بندی

خطبہ مسنونہ کے بعد! میرے قابل صد احترام علماء کرام دورۂ حدیث سے فارغ التحصیل طلباء عزیز اور معزز مہمانان گرامی! آپ حضرت کی تشریف آوری کا ایک مقصد تو ختم بخاری شریف میں شرکت ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ یہاں سے فارغ ہونے والے طلباء کرام کے سروں پر دست شفقت رکھنا ہے اور جو علم کے زیور سے آراستہ ہوئے ان کو ذمہ داری سونپنی ہے یہ دستار بندی درحقیقت اساتذہ کرام اور مشائخ کی طرف سے ان فضلاء پر اعتماد ہے ایک اعلان ہے کہ یہ فاضل اب اس منصب کا اہل ہے آپ کی یہ شرکت عام جلسوں کی طرح نہیں۔

بخاری شریف کا مقام

بخاری شریف کا بہت بڑا مقام ہے روئے زمین پر قرآن مجید کے بعد تمام

کتب میں مقدس اور صحیح ترین کتاب ہے قرآن مجید کو تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کہا ہے اور بخاری شریف کو رسول ﷺ نے اپنی کتاب کہا ہے۔

امام مروزیؒ کا مراقبہ

امام مروزیؒ بیت اللہ شریف میں تشریف فرما تھے آنکھیں بند کر کے مقام ابراہیم کے قریب مراقبہ کیا مراقبے کی حالت میں امام مروزیؒ سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمام مذاہب کی کتابیں پڑھتے ہو میری کتاب کیوں نہیں دیکھتے امام مروزیؒ نے کہا قربان جاؤں یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی کون سی کتاب ہے حضور ﷺ نے فرمایا الجامع الصحیح للبخاری اس تقریب میں ہماری شرکت ایک طالب علم کی حیثیت سے ہے۔

طلب علم حدیث کی فضیلت

آپ سب اس لیے آئے ہیں کہ ایک حدیث سنیں اور حضور ﷺ فرماتے ہیں من سلك طريقا يطلب به علماً سهل الله له به طريقاً من طرق الجنة (أبي داؤد: ح ٣٦٤١)
"جو شخص علم کی طلب کے لئے راستہ طے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتے ہیں"
جو کوئی گھر سے، بیٹھک سے، دکان سے، گاؤں سے، شہر سے یا کہیں سے بھی پیدل یا سوار ہو کر آیا ہے وہ اس وقت طالبعلم ہے امام بخاری نے اپنی صحیح کا چھ لاکھ احادیث سے انتخاب کیا

صحابہ کرام کا علو سند کیلئے طویل اسفار

ان کی اس عظیم کتاب کی حدیث سننے آپ آئے ہیں حدیث معمولی چیز نہیں ہم اس کی قدر نہیں جانتے حضرت ابوایوب انصاریؓ نے دس سال آپ ﷺ کی خدمت میں گزارے حضور ﷺ کی میزبانی کا شرف حاصل کیا اور بے شمار احادیث آپ ﷺ سے سنیں اور دس سال تک سنتے رہے آپ ﷺ کی وفات کے بعد کسی سے ایک حدیث سنی اس سے پوچھا یہ حدیث آپ نے کس سے سنی ہے جواب ملا کہ فلاں صحابی سے ابوایوب

انصاریؓ کی تمنا پیدا ہوئی کہ یہ حدیث براہ راست سننی چاہیے اس صحابی سے حالانکہ خود وہ حضورﷺ سے سالہا سال تک احادیث سن چکے ہیں سند عالی کرنے کیلئے اس صحابی کی طرف جانے کا قصد کیا جو مصر میں مقیم تھے یہ براعظم افریقہ میں ہے اس زمانے میں سفر پیدل اور اونٹوں کے ذریعے ہوتا تھا آپ نے تقریباً چالیس دن تک مسلسل سفر کیا اسی صحابی کو پتہ چلا کہ ابو ایوب انصاریؓ تشریف لائے آپ نے اس سے فرمایا کہ بس آپ سے یہ حدیث سن کر واپس جانا چاہتا ہوں مجھے پتہ چلا ہے کہ ہے آپ نے رسول ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے کہ واللہ فی عون العبد مادام العبد فی عون أخیه حدیث سن کر فوراً واپس ہوتے ہیں، اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کے دلوں میں ایک ایک حدیث کا کتنا مقام تھا آپ حضرات نے بھی بخاری شریف کی ایک حدیث سننے کی یہ بڑی سعادت حاصل کی۔

ختم بخاری مقبولیت دعا کا آزمودہ نسخہ

بخاری شریف کے ختم میں شرکت تمام تکالیف اور پریشانیوں کا علاج بھی ہے آج عالم اسلام بہت مشکل مسائل سے دوچار ہے، بیماریاں، قحط سالی اور خانہ جنگیاں عام ہیں آج ان تمام مسائل کے حل کیلئے خشوع و خضوع اور اس یقین کیساتھ دعائیں مانگیں گے تو ضرور قبول ہوں گی ایک بہت بڑے عالم اور محدث نے ایک سو بیس مرتبہ اس کا تجربہ کیا ہے کہ ختم بخاری میں دعائیں قبول ہوتی ہیں جب بھی نا قابل حل مسئلہ درپیش آتا تو اس کے لئے ختم بخاری کراتے اور دعا مانگتے اللہ تعالیٰ وہ مسئلہ حل کر دیتے یہ ہر فاضل اور فارغ ہونے والے کا ختم ہے تو یہ ایک ختم نہیں بلکہ ساڑھے تین سو ختم ہیں اس موقع سے آج فائدہ اٹھایا جائے اللہ یقیناً اس کا اجر دیں گے۔

فضلاء وراثت نبوت کا منصب

میرے بھائیو! آپ خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم جیسی نعمت سے سرفراز فرمایا حضورﷺ کے وارث بن گئے اس سے بڑا کوئی منصب نہیں کروڑ پتی قارون کا وارث ہے اور وزارت و منصب ہامان کی وارثت ہے کلنٹن وغیرہ فرعون کے وارث ہیں اور آپ الحمدللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں۔

حفظ القرآن

جن بچوں نے قرآن حفظ کیا ہے ان کے والدین کو قیامت کے دن تاج پہنائے جائیں گے جس کی چمک سورج اور چاند سے زیادہ ہوگی اس سے بڑی اور کوئی خوشی آپ کے لئے نہیں آپ کو اور آپ کے متعلقین اور رشتہ داروں کو ہم مبارک باد دیتے ہیں آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں آج آپ زندگی کی ایک عظیم مسرت اور خوشیوں سے ہم کنار ہوئے۔

فراغت نہیں ڈیوٹی کا آغاز

لیکن ذمہ داری بھی آپ کی زیادہ ہے آج آپ ایک نازک موڑ پر کھڑے ہیں آپ فارغ نہیں ہوئے بلکہ آپ کی ڈیوٹی لگ گئی اب تک دارالعلوم کی ذمہ داری تھی آپ قیام و طعام سے بے فکر تھے والدین نے آپ کو علم کے لئے فارغ کیا تھا انہوں نے فاقے برداشت کیے ہوں گے لیکن آپ کے لیے خرچ بھیجے ہیں کہ آپ دین حاصل کریں لیکن اب بہت بڑی امانت آپ کے سپرد کی جارہی ہے وہ امانت جس کو اٹھانے سے زمین وآسمان نے انکار کر دیا تھا۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ أَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (الاحزاب : ۷۲)

آپ نے زمین وآسمان سے بھی بڑی ذمہ داری اپنے کندھوں پر لے لی۔

انتخاب الٰہی

یہ بھی اللہ کا کرم ہے کہ آپ کا اس کے لئے انتخاب کیا ورنہ اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا دار، گندی نالی کا کیڑا اور کتا بھی بنا سکتا تھا لیکن سب جھمیلوں سے نکال کر دین کے لئے مخصوص کر دیا۔

چھاؤنی میں تربیت کے بعد محاذ جنگ

چھاؤنی میں فوجیوں کو بڑی سخت تربیت دی جاتی ہے ان پر بڑے بڑے خرچے برداشت کئے جاتے ہیں لیکن ٹریننگ کے بعد ان کو محاذ پر بھیجا جاتا ہے دارالعلوم اب آپ کو اہم محاذوں کی طرف بھیج رہا ہے وہ کفر اور اسلام کی جنگ کا مورچہ ہے دین و اسلام کی اشاعت اور توحید و سنت کا محاذ ہے ساری دنیا آپ کے خلاف متحد ہے مسلمانوں کے اندر مخالف اسلام فرقے پیدا ہو گئے ہیں منکرین حدیث، قادیانی، ملحدین، رافضی اور بے شمار فتنوں کا مقابلہ کرنا ہوگا ان تمام مورچوں کے آپ محافظ ہیں یہ نیند اور غفلت کا وقت نہیں ایسا نہیں کرنا کہ بس کسی مسجد میں گوشہ نشین ہو جائیں امریکہ ہنود یہود اور دیگر کفار سب ایک ہیں آپ روس کی تباہی کے بعد ایک اور بڑے امتحان سے دوچار ہو رہے ہیں روس کی شکست کے بعد پتہ چلا کہ اسلام اور جہاد بہت بڑی قوت ہے اور کسی بھی عالم کا مقابلہ بڑا مشکل ہے۔

نیو ورلڈ آرڈر کو ناکام بنانا ہے

اب دشمن نے ایک نیا منصوبہ بنا لیا ہے جس کو NEW WORLD ORDER نیو ورلڈ آرڈر کہتے ہیں انہوں نے تہیہ کیا ہے کہ اسلام اور علماء کو مٹا دو اور دبا دو ان کی سرکوبی کرو یہ مدارس اور جہاد کے خلاف آرڈر ہے مصر، شام، تیونس اور الجزائر میں جنگ جاری

ہے اور کفر کا سیلاب موجزن ہے کہ مسلمانوں کو غلام بنا دیں اس کے مقابلے کی تمام تر ذمہ داری علماء پر عائد ہوتی ہے علماء کو بنیاد پرست اور دہشتگرد کہتے ہیں لیکن ہمیں اپنی بنیاد پرستی اور دہشت گردی پر فخر ہے آرام کا وقت نہیں چاروں طرف سے یلغار ہے مسلح ہو جاؤ دلائل، علم، قوت، تحریک اور تنظیم کیساتھ میدان جنگ میں کود پڑو......

مکتب عشق کا دستور نرالا دیکھا
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

دارالعلوم حقانیہ کا فیض

کفر آپ کے خلاف متحد ہے زبردست مقابلہ ہے آپ مدرسین، مجاہدین اور داعیین الی اللہ اور روحانی مربیین ہیں اس کارخانہ (دارالعلوم) سے یہی کمزور اور نہتے طلباء نکلے اور خود کو سپر پاور کہنے والی قوت کو تہس نہس کر دیا سیپارہ بغل میں تھا لیکن جب وقت آیا تو میزائل بھی بغل میں دبا لیے آپ اسمبلیوں میں جائیں گے میدان جہاد میں داخل ہوں گے دنیا کی بقا آپ کی وجہ سے ہے عالم انسانیت آپ کا منتظر ہے دارالعلوم سے آپ دعائیں اور فیض حاصل کرتے تھے اب دارالعلوم آپ کی توجہات اور دعاؤں کا منتظر رہے گا دارالعلوم میں حکومت کی کوئی امداد نہیں اس کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے چلاتا ہے اس کے لئے دعائیں مانگتے رہیں اللہ مشکلات کو آسان کر دے اور اس ادارہ کو ہمیشہ کے لئے قائم رکھے اور اسکے فیض کو اس طرح ہمیشہ جاری رکھے۔

مسئلہ افغانستان اور مجاہد گروپوں کی خانہ جنگی

افغانستان میں امن کے لئے دعا مانگیں کہ اے اللہ! اسکی خانہ جنگی کو ختم فرما جہاد ختم ہو چکا ہے یہ قطعاً جہاد نہیں باہمی قتل وقتال یہ فساد ہے اور مسلمانوں کے لئے اللہ کی طرف سے بہت بڑی آزمائش ہے افغانستان سے عالم اسلام کو بڑے توقعات تھے

سب کی نظریں اس کی طرف تھیں کہ افغانستان جب آزاد ہوجائے تو تمام عالم اسلام کی قیادت اس کے ہاتھ میں ہوگی خلافت اسلامیہ قائم ہوگی اور دنیا کو دکھایا جائے گا کہ خلفاء راشدین کا نظام دیکھو لیکن ہمارے وہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوئے آج ہم خون کے آنسو رو رہے ہیں، سر مارے شرم کے جھکے ہوئے ہیں جہاد کے وہ دشمن ہمیں طعنے دے رہے ہیں کہ علماء کو افغانستان سے نکالو کیونکہ وہی فساد کی جڑ ہیں افغانستان میں علماء کے اتحاد کے لئے دعا مانگو اگر متحد نہ ہوئے اور ہدایت کی راہ پر نہ چلے تو اے اللہ! افغانستان کو فسادیوں سے پاک کر دے میں بالکل واضح بات کروں گا آپ سب میرے بھائی ہیں آپ بھی میری طرح جذبات رکھتے ہیں، جہاد افغانستان صرف آپ کے گھر کا مسئلہ نہیں بلکہ آپ سے زیادہ پاکستان کے مسلمانوں کا مسئلہ ہے اگر آپ نے جہاد کیا ہے تو پاکستان نے بھی جان و مال کی قربانی اور زبردست نصرت کا مظاہرہ کیا ہے پورے ملک کو داؤ پر لگا دیا ہزاروں افراد نے جان دے دی آج اگر تم فساد اور غداری کرو گے تو پاکستان بھی تم پر لعنت بھیجے گا اور ملت اسلامیہ بھی۔

جہاد افغانستان پوری امت کا مسئلہ' شہداء کے خون سے غداری نہیں

یہ پوری امت مسلمہ کا مسئلہ ہے پوری امت چند غدار لیڈروں کو ہرگز یہ اجازت نہیں دیتی کہ پندرہ لاکھ شہداء کے خون کے ساتھ غداری کی جائے یہ ایسے شہدا ہیں جن کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی ان شہدا کا حق ہم چند طالع آزما سیاست دانوں کو نہیں دیتے کیا تم یہ حق ان کو دیتے ہو؟ (سب نے بیک آواز جواب دیا نہیں)

متحارب افغان قائدین میں مصالحت کرانا، غداروں کی نشاندہی کا وقت

آؤ! آج میں اور آپ دارالعلوم حقانیہ کی طرف سے یہ اپیل کرتے ہیں کہ اے ظالمو! یہ خون ریزی اور فساد بند کر دو کیا آپ کو یہ اپیل علماء اور طلباء حقانیہ اور تمام

موجود مختلف الخیال افغانیوں کی طرف سے منظور ہے؟ (سب نے جواب دیا ہاں) یہ جنگ بند کر دو ورنہ اس کے بعد پھر آخری مرحلہ میں ہم مصالحت کے لئے نہیں بڑھیں گے ہم تو عالم اسلام کے خواہشات کو حل کرنے کی کوشش کریں گے ہم علماء کو جمع کریں گے میں نے سوڈان میں بھی یہ تجویز پیش کی تھی ان لوگوں میں مصالحت نہیں ہوئی ان میں اب باغیوں کی نشاندہی ضروری ہے عالم اسلام کے سرکردہ افراد کو افغانستان میں جمع کیا جائے گا اور وہ تحقیق وانصاف کے ساتھ فیصلہ کریں گے دیکھیں گے کہ کون ظالم ہے اور کون ظالم نہیں؟ جب پتہ چل جائے کہ فلاں ظالم ہے تو اس کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ اور اس کے فضلاء اور عالم اسلام کے سربراہ یہ اعلان کریں گے کہ یہ ظالم اور فاسق ہے اور جہاد کے ساتھ غداری کر رہا ہے کیا آپ سب کو یہ تجویز منظور ہے؟ سب ہاتھ اٹھاؤ کیونکہ موجودہ جنگ افغانستان میں امریکہ اور شیطان کو خوش کرنے کے لیے ہے ہزاروں بے گناہ افراد اور معصوم بچے موت کا نوالہ بن رہے ہیں اس لیے کہ یہ اقتدار کی جنگ ہے ہم نے تو صلح کرانے میں بہت کوششیں کی ہیں مکہ اور مدینہ کے مقدس مقامات، بیت اللہ شریف اور مسجد نبوی ﷺ میں لیڈروں کو بٹھایا تھا رات کے دو بجے تھے یہ کیسے راہبران اسلام ہیں کہ یہ مسئلہ حل نہیں کر سکتے اور مسلمانوں کے خون کے ساتھ کھیل رہے ہیں، ان مقدس مجاہدین شہداء کے ازواج کے ساتھ کھیل رہے ہیں جن کے بچے یتیم ہو گئے بیویاں بیوائیں بن گئیں اور ان کے بہن بھائی ریگستانوں میں بے یارو مددگار مارے مارے پھر رہے ہیں بوڑھی عورتیں اور بچے گلی گلی بھیک مانگتے پھر رہے ہیں ایسی عورتیں ہیں جن کے چھ چھ جوان بیٹے جام شہادت نوش کر چکے ہیں کیا ان لیڈروں کو ان بے کسوں کا احساس نہیں یہ اپنے بنگلوں اور محلات سے باہر نہیں نکلتے اور اس کھیل کو کیوں ختم نہیں کرتے؟

شیخ الحرم کا تبصرہ

میں سوڈان سے واپس عشاء کے وقت مکہ معظّمہ پہنچا تو شیخ الحرم جو بہت مخلص عالم اور ولی اللہ ہیں ان کے گھر گیا ان سے میں نے کہا کہ گزشتہ سال افغان مجاہدین بھی تھے اور آپ کے ہاں روزہ افطار کیا تھا تو اس نے بڑی محبت کے ساتھ معانقہ کیا اور کہا واللہ جرحوا قلوبنا ”ان افغان لیڈروں نے تو ہمارے دل زخمی کر دیئے“ ان کے نام میرے سامنے نہ لو ہم نے پندرہ سال کاسۂ گدائی لے کر در در سے ان کے لئے بھیک مانگی اور آج ان کی یہ حالت ہے۔

اکثر جہادی گروپوں نے قربانیوں کو ضائع کرا دیا

میرے بھائیو! آپ سب افغانستان کا خلاصہ ہیں، تنظیموں کے مخلص علماء یہاں جمع ہیں دل سے دعا کیجئے کہ اللہ اس خانہ جنگی کو ختم کر دے افغانستان کو فسادیوں سے پاک کر دے اللہ نیک لوگوں کی قیادت قائم کر دے اور ان مجاہدین اور مہاجرین پر اور آزمائش نہ لائے اور خیر و عافیت کے ساتھ ان کو اپنے وطن واپس پہنچا دے آج کفر اور امریکہ خندہ زن ہے ہم نے جو جنگ جیتی تھی فتح کے بعد پھر ہار رہے ہیں، حالانکہ چاہئے تھا کہ افغانستان کے مسلمان بوسنیا والوں کے لئے ایک اچھی اور صالح قیادت مہیا کرتے ہمیں ان سے یہ امید تھی یہ ہمارے لیے کشمیر اور فلسطین آزاد کریں گے، لیکن آج یہ مجاہد اور نڈر قوم ظالم لیڈروں اور اقتدار کے پجاریوں کے ہاتھوں پھنس کے رہ گئی یہ دارالعلوم اور عالم اسلام کا ضیاع ہے کیونکہ دارالعلوم کا جہاد میں بہت بڑا حصہ ہے ابتدائے روز سے اس سال تک مجاہدین تیار کئے خلوص کے ساتھ دعا مانگیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے ہمارے پاکستان کو بہت مسائل درپیش ہیں غیر شرعی نظاموں میں جکڑے ہوئے ہیں، حکومت پر کفار کے طور طریقے مسلط ہیں کفار کے نظام کے نیچے دبے ہوئے ہیں مردوں اور عورتوں کی تمیز نہیں تمام عالم اسلام مشکلات میں گھرا ہوا ہے اے اللہ!

پورے عالم اسلام کو مشکلات سے نکال دے اور ان طلباء کو دنیا کی فکر سے بے غم کر دے اور ان کے رزق کا انتظام غیب سے فرما، نوکریوں اور ملازمتوں سے ان کو بے نیاز کر دے اے اللہ! ان کو آزمائشوں سے دور رکھ اور ان کو اپنے لئے اور اسلام کے لئے مخصوص کر دے یا اللہ! دارالعلوم کو پورے عالم اسلام کیلئے مینارۂ نور و ہدایت بنا جن لوگوں نے اس کی بنیادیں رکھیں تعاون کیا، نصرت کی، چندہ دیا زندہ ہیں یا وفات پا چکے ہیں ملک میں ہیں یا بیرون ملک ہیں یا اللہ سب کو اجر جزیل عطا فرماوے۔

الحق: ج ۲۹، ش ۴، ۵، جنوری فروری ۱۹۹۴ء

فضلاء حقانیہ سے

عہد اور میثاق اور زندگی وقف کرنے کا حلف نامہ

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی تقریب دستار بندی وختم بخاری سے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا خطاب اور فضلاء سے عہد، میثاق اور شان اور حلف نامہ آنکھوں دیکھا حال۔

دارالعلوم حقانیہ اور اکوڑہ خٹک کا موسم بہار

۸جولائی ۲۰۱۰ بروز جمعرات منتظمین جامعہ حقانیہ نے جلسہ دستار بندی اور تقریب ختم بخاری شریف کے انعقاد کا فیصلہ کیا، چنانچہ اس مبارک تقریب میں شرکت کیلئے ملک کے کونے کونے سے عوام وخواص کے قافلے دارالعلوم حقانیہ کی طرف رواں دواں تھے' جن سے صرف دارالعلوم حقانیہ نہیں بلکہ اکوڑہ خٹک کے پورے قصبہ میں زبردست رونق اور گہما گہمی پیدا ہوگئی تھی' ساری بستی میں اہل علم وعمل کی آمد سے سڑکوں اور بازاروں اور مسجدوں میں ایک عجیب بہار کا سماں تھا، یوں لگ رہا تھا کہ اکوڑہ خٹک کی وادی میں یکا یک آسمان سے سفید کپڑوں میں ملبوس جبہ ودستار سے مزین خوبصورت اور نورانی مخلوق اتر آئی ہو۔

خطبات مشاهیر

پندرہ سو فضلاء کا دستار فضیلت

دارالعلوم حقانیہ کا ہر گوشہ اور ہر کمرہ اپنی رعنائی ودلکشی میں سجی ہوئی دلہن کا نظارہ پیش کررہا تھا چنانچہ جوں جوں دستار بندی کا وقت قریب ہوتا گیا طلباء دورہ حدیث کے چہروں پر شگفتگی کے گلاب کھلے جارہے تھے، بالآخر وہ مبارک گھڑی آہی گئی جس کے انتظار میں طلباء اوران کے متعلقین کئی سالوں سے منتظر تھے،تقریباً ۱۵۰۰ فضلاء دورہ حدیث، متخصصین اور حفاظ کرام کی جلسہ دستار بندی ہزاروں لوگوں کا عظیم اجتماع ایوان شریعت ہال میں قرار پایاجس کے باہر بھی دارالعلوم کے تمام میدان' مسجد اور درسگاہیں اور بالکونیاں' برآمدے لوگوں سے بھرے ہوئے تھے' بلکہ جامعہ سے باہر دو تین کلومیٹر تک جی ٹی روڈ کے اطراف بھی زائرین اور مہمانوں سے بھرے ہوئے تھے' ایک محتاط اندازے کے مطابق ڈیڑھ دو لاکھ افراد موجود تھے، چنانچہ اس بابرکت تقریب کا آغاز نامور ومعروف قاری بزرگ شاہ الازہری اور شاہ فیصل مسجد اسلام آباد کے خطیب مولانا قاری اخلاق مدنی کی تلاوت کلام الٰہی سے ہوااس کے بعد نائب مہتمم جامعہ حقانیہ حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے جامعہ کی خدمات وتعارف سے مخاطبین کو روشناس کرانے کے ساتھ ساتھ آنے والے مہمانوں کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا۔

بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس

اس کے بعد حضرت الاستاد شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے بخاری شریف کی آخری حدیث شریف کا باقاعدہ درس شروع کیا، حضرت الاستاد نے مختصر' جامع پرمغز اور پراثر انداز میں آخری حدیث شریف کی تشریح فرمانے کے بعد علماء وطلباء وعوام الناس کے عظیم اجتماع سے فکر انگیز خطاب فرمایا چونکہ اس سے پہلے حضرت الاستاذ نے اپنے زیردرس کتاب المغازی کے اختتامی تقریب میں شرکاء دورۂ

فضلاء حقانیہ سے حلف نامہ جلد پنجم

حدیث کو ایمان افروز خطاب فرمایا تھالہٰذا افادہ عام کے لئے دونوں بیانات کا خلاصہ درج ذیل ہے، حصہ اول کے مخاطبین شرکائے دورہ حدیث جبکہ حصہ دوم کے مخاطبین علماء اورعوام الناس ہیں۔

خطبہ مسنونہ کے بعد حضرت الاستاد نے فضلاء حقانیہ کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے فرمایا۔

تحصیل علم اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان

عزیز طلباء! الحمدللہ آپ صحاح ستہ سے فارغ ہوئے، تمام آفات و بلیات سے بچ کر اللہ تعالیٰ نے آپ اور ہم کو تحصیل علم کے لئے منتخب فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰاكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (الحجرات: ۱۷)

والدمکرم شیخ الحدیثؒ فرمایا کرتے تھے، اگر اللہ تعالیٰ ہم کو گندی نالی کے کیڑے مکوڑے پیدا کرتا تو ہم کیا کرسکتے تھے یہ تو اس کا لطف واحسان ہے کہ انسان' پھر مسلمان پیدا کیا اورمزید کرم یہ کہ تحصیل علم کیلئے ہم جیسے نالائقوں کو وقف فرمایا۔

مقام ومنزلت کی نازک ترین ذمہ داری

میرے عزیز ساتھیو! یہ دستار فضیلت اگر مقام ومنزلت کے لحاظ سے سرخروئی دارین کا تاج مرصع ہے تو ذمہ داری اور تقاضوں کے لحاظ سے اتنی نازک ترین امانت ہے جس کا سنبھالنا پہاڑوں' دریاؤں اور آسمان کے بس میں نہیں روس' امریکہ' چین اور یورپ بلکہ ساری خدائی کائنات نے اس کے بوجھ کے اٹھانے سے انکار کیا یہ آپ ہی علماء وطلباء کی جماعت تھی جس نے اس کے اٹھانے کی ٹھانی:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (الاحزاب: ۷۲)

مسند وراثت نبوت اور مقام دعوت

یہ آپ کی مسند' وراثتِ نبوت اور مقام دعوت پر فائز ہونے کی علامت ہے اوراب آپ کو زندگی کے ہر اجتماعی وانفرادی موڑ پر اس منصب کی لاج رکھنی ہے، یہ ایک داعی اور نذیر کا مقام اور بلاخوف لومۃ لائم کلمہ حق کہنے کا منصب ہے اس علم کو مادی اجر و منفعت' طمع وحرص' خوف ولالچ اور نفاق ومداہنت کی آلائشوں سے پاک رکھنا ہے' پھر اس عہد ظلمات نے تو آپ کی ذمہ داریاں اور بھی نازک بنادی ہیں پورا عالم کفر آپ کے خلاف اٹھ کھڑا ہے' اس کو آپ کے ایٹم بم' بندوق اور میزائل سے خوف نہیں ہے بلکہ ۵۸ ملکوں کے اسلامی سربراہوں سے بھی ان کو کوئی خطرہ نہیں ہے، ان کو خطرہ صرف آپ سے آپ کی، داڑھی، پگڑی، مساجد، مراکز اور مدارس اور آپ کے تہذیب اسلامی سے ہے' آج آپ رسمی طور پر تو فارغ ہورہے ہیں لیکن آج سے آپ کی اصل ذمہ داری شروع ہوگئی ہے......

مکتب عشق کا دستور نرالا دیکھا
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

آج خوشی نہیں بلکہ فکر مندی کا دن ہے کیونکہ آپ عملی محاذ میں جارہے ہیں ایک طرف معاش، قوم، اولاد اور قبیلہ کے مسائل سے نمٹنا ہوگا دوسری طرف مسند وراثت کے تقاضے ہوں گے دنیا کے پیچھے بالکل نہ پڑنا۔

رزق ومعاش سے بے فکری فضلاء حقانیہ کیلئے مولانا عبدالحق کی دعائیں

دارالعلوم دیوبند کے مجذوب استاد حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ ایک مرتبہ درسگاہ میں آئے اور فرمانے لگے منوالیا طلباء نے استفسار کیا کہ حضرت کیا منوالیا؟ فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے منوالیا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا ہر فاضل رزق ومعاش سے بے فکر

فرما اور غیب کے خزانوں سے ان کی ضروریات پوری فرما۔

یہ بیان کرتے ہوئے حضرت پر ایسی ہی حالت طاری تھی کہ گویا وہ فضلاء حقانیہ کے بارہ میں بھی یہی نقشہ کھینچ رہے کہ میں نے بھی اللہ تعالیٰ سے منوا لیا ہے کہ ہر حقانی فاضل کے رزق و معاش سے بے فکری بھی اللہ تعالیٰ سے منوالی ہے بشرطیکہ ان کا مطمح نظر دین رہے۔

حقانیہ ایک تحریک ہے حقانی نسبت پر فخر کریں

میرے عزیزو! حقانیہ اس وقت ایک تحریک ہے جو رنگ و نسل سے بالاتر ایک ''جند اللہ'' ہے حقانیہ دیوبند ثانی ہے جس طرح فضلاء دیوبند نے برٹش استعمار کا خاتمہ کیا اسی طرح حقانی فضلاء نے روسی الحاد کا قلع قمع کر دیا لہٰذا آپ ہمیشہ حقانی نسبت پر فخر کریں ندوۃ العلماء والے ندوی لکھتے ہیں جامعہ ازھر والے ازہری لکھتے ہیں علی گڑھ والے علیگ لکھتے ہیں آپ بھی اپنے ساتھ ''حقانی'' لکھا کریں۔

میرے عزیز طلباء! مولانا جلال الدین حقانی فرماتے ہیں کہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ جب مغازی پڑھاتے تھے تو گویا ہم بالکل بدر کے میدان میں گھومتے تھے' الحمدللہ حضرت شیخ کی روح پرور مغازی نے اب بہت فائدہ دیا۔

عزیز طلباء! ان علوم کی تکمیل سے آپ کو اپنے اکابر کی لائبریری کی چابی مل گئی۔ لہٰذا امام غزالیؒ ،امام رازیؒ، اور امام شاہ ولی اللہؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے علوم و معارف کا بغور مطالعہ کریں سب سے اہم بات یہ ہے کہ دوسروں تک اس کے پہنچانے کا اسلوب سیکھیں کیونکہ آج میڈیا کا دور ہے، نام نہاد محققین دین کی بیخ کنی کررہے ہیں مگر وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ (الانعام: ۸۳) حجت ابراہیمی اور برہان حنیفی سے ان کا توڑ کرنا ہے ان مقاصد کے پیش نظر تحریر و تقریر میں ملکہ پیدا کریں۔ حضرت الاستاد نے ملکی اور بین الاقوامی ناگفتہ بہ حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

شمع محمدی ﷺ کی حفاظت اولمپک شمع سے زیادہ اہم

محترم سامعین! دنیا اولمپک کی شمع جلائے رکھنے اور اسے اوروں تک پہنچانے کیلئے کیا کیا جتن کررہی ہے ہمیں شمع محمدی کو ہر طرف کے طوفانوں سے بچا کر روشن رکھنا ہے اس ملک کے اہم مسائل اور بحرانوں کا حل شریعت محمدی کے نفاذ میں ہے اور پاکستان کے ۱۶ کروڑ عوام جبر و تشدد اور بندوق اٹھائے بغیر پرامن جمہوری اور آئینی جدوجہد کے ذریعہ اس ملک میں اسلامی نظام نافذ کرا کر رہیں گے اگر حکمرانوں نے اس کا احساس کیا ہوتا اور پاکستان کے بنیاد اسلامی نظریہ اور اسلامائزیشن پر توجہ دی ہوتی تو آج ہم قتل و غارتگری' تشدد اور انتہا پسندی جیسے دلدلوں میں نہ پھنسے ہوتے اور نہ ہمارے افواج کو اپنے عوام پر فوجی آپریشن کرنے کی نوبت آتی اور نہ تشدد اور قوت کا استعمال موجودہ مشکلات کا حل ہیں۔

پاکستان کو درپیش چیلنجز اور حکمرانوں کی بے ہمتی

پاکستان کو درپیش نازک ترین چیلنجوں کے موقع پر حکمرانوں اور تمام سیاستدانوں کی سردمہری اور چپ سادھے کر بیرون ممالک کے سیر سپاٹوں پر انتہائی دکھ ہے کیونکہ یہ وقت پوری قوم کو سد سکندری بن جانے کا ہے اور ایسے وقت میں گروہی اور فرقہ ورانہ لڑائیوں اور باہمی جنگ و جدال کا ملک متحمل نہیں ہوسکتا جبکہ دشمن داتا دربار جیسے سانحوں کے ذریعہ ملک کو ادھر دھکیل رہا ہے اسوقت عالم کفر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف متحد ہو چکا ہے اس کا مقابلہ صرف دینی قوتوں اور پوری امت مسلمہ کے اتحاد سے کیا جاسکتا ہے علماء کرام اور دین کے طلباء' دینی قوتیں ملت کی بقاء امت کی سلامتی مذہب کی حفاظت ، پاکستان اور عالم اسلام کی آزادی کی جنگ لڑ رہی ہیں اسلام کے بارے میں مغرب کے منفی اور جھوٹے پروپیگنڈہ کا توڑ کرنے کیلئے اسلام کی اصل

عادلانہ تصویر پیش کرنی چاہیے، اسلام دہشت گردی کا نہیں بلکہ امن کا ضامن اور انسانیت کی نجات کا پیغام ہے۔

اسلامی تشخص بچانے کے لئے وحدت

امریکہ نہ افغانستان سے اسلام اور بنیاد پرست ختم کرسکا ہے نہ وہ عراق اور پاکستان میں کامیاب ہوگا، پاکستان دنیا میں اسلام کا قلعہ ہے، سیکولر عناصر کے عزائم خاک میں ملیں گے پوری امت کے اسلامی تشخص اور آزادی وسالمیت کیلئے دنیا بھر کے علما اور دینی قوتوں کی وحدت اور یکجہتی ضروری ہے اس فیصلہ کن معرکہ میں حکمران اور سیاستدان اور فوج نے نہیں رسول اکرم ﷺ کے وارثین اور علم نبوت کے حاملین نے اصل اور حقیقی کردار ادا کرنا ہے مدارس کے خلاف عالم کفر کا اتحاد بے معنی نہیں وہ مسلمانوں کو ان کی اصل تعلیمات سے محروم کرنا چاہتے ہیں اگر حکمرانوں کی طرح آپ اور ہم نے بھی ان کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے تو خدانخواستہ یہ ملک تاشقند اور سمرقند بن جائے گا یا پھر یہاں الجزائر کی طرح خانہ جنگی پیدا ہوجائے گی۔

تعلیم کا بھرم صرف دینی مدارس سے قائم ہے

مدارس اپنے طور پر تمام اصلاحات کررہے ہیں، تمام جدید تقاضوں کے مضامین ہمارے نصاب میں شامل ہیں حکومت کو اس صورتحال میں زور اور جبر کی بجائے ارباب مدارس سے مذاکرات اور افہام وتفہیم کا راستہ اختیار کرنا چاہیے اس وقت پاکستان میں تعلیم کا بھرم صرف دینی مدارس سے قائم ہے، حکمرانوں سے چونسٹھ (۶۴) سال میں اپنے تعلیمی نظام اور نصاب کی اصلاح نہ ہوسکی، اور اسے بالاخر اسلام دشمن بورڈوں کو ٹھیکے پر دے دیا جو ہمارے تعلیمی نظام سے اسلامی اثرات اور تعلیمات کو چن چن کر نکال رہے ہیں مگر پاکستان میں یہ کوششیں ہرگز کامیاب نہیں ہوسکیں گی۔

اس پر اثر خطاب کے بعد حضرت الاستاذ نے حسب معمول فارغ التحصیل ہونے والے فضلاء سے حلف اٹھوایا ہزاروں علماء اور فضلاء نے بھی دارالعلوم کے فارغ ہونے والے ڈیڑھ ہزار فضلاء کے ساتھ کھڑے ہوکر اس حلف میں حصہ لیا یہ منظر حضور ﷺ کا صحابہ کرامؓ بیعت رضوان اور بیعت جہاد اور بیعت تعلیم و ابلاغ کا نقشہ یاد دلا رہا تھا، جس میں انہیں زندگی اسلام کی خدمت اور عالم اسلام کی سربلندی کیلئے وقف کرنے کا عہد کیا تمام حاضرین نے کھڑے ہوکر اس حلف کا ساتھ دیا، عربی میں لئے گئے اس حلف کا اردو میں بھی ترجمہ موجود تھا جسے اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

اس کے بعد شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدظلہ العالی نے امت مسلمہ کو درپیش مصائب و مشکلات کے حل، فضلاء جامعہ حقانیہ کی قبولیت، معاونین و متعلقین جامعہ حقانیہ کی حوائج پورا ہونے کے لئے درد انگیز اور رقت آمیز دعا فرمائی جس کے دوران لاکھوں افراد کا پورا مجمع اللہ کی بارگاہ میں تضرع والحاح آہ و بکا سے گونج اٹھا دعا کے بعد دستار بندی کا باقاعدہ آغاز ہوا دستار بندی میں شیوخ جامعہ حقانیہ کے علاوہ سینکڑوں علماء ومشائخ اور سرکردہ قدیم فضلاء حقانیہ نے بھی شرکت کی۔ تمام پروگرام کے بہترین نظم ونسق اور اعلیٰ انتظام و انصراف پر جامعہ کے اساتذہ کرام و منتظمہ تعلیمی کمیٹی قابل تحسین وتبریک ہے۔

مرتب محمد اسرار ابن مدنی

الحق: ج ۴۵، ش ۹، جون ۲۰۱۰ء

حلف نامہ

اجتماع دستار بندی وختم بخاری شریف

بتاریخ ۲۵ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ ۸/جولائی ۲۰۱۰ء

فضلائے دارالعلوم حقانیہ کا عہد ومیثاق اور حلف نامہ جسے شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب (حفظہ اللہ تعالیٰ) مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ نے فراغت تحصیل علوم کی دستار بندی کے موقع پر ختم بخاری شریف کے نورانی عظیم الشان اجتماع میں پڑھ کر اور انہیں پڑھا کر حلف لیا۔

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم أما بعد! ہم اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے لامتناہی ان گنت احسانات کا صمیم قلب سے شکرگزار ہیں کہ اس نے ہمیں اربوں بندوں میں قرآن پاک اور احادیث نبویہ ﷺ کی اشاعت وترویج کیلئے منتخب فرمایا اور دارالعلوم حقانیہ کے جلیل القدر مشائخ کرام اور اجلہ اساتذہ عظام سے علمی انوار پر برکات سے استفادہ کی نعمتوں سے نوازا پاکستان کی مایہ ناز اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم حقانیہ جو اسلامی علوم ومعارف کا عظیم قلعہ ہے دعوت وارشاد اور عزیمت وجہاد کا تمام عالم اسلام میں ایک منفرد مقام کا حامل ہے اس عظیم یونیورسٹی کے اساتذہ اور مدرسین سلف صالحین کے مثالی نمائندے ہیں ان عبقری شخصیات کے علوم ومعارف کا حظ وافر فراہم کیا ہے۔

ہم پورے وثوق واعتماد کے ساتھ اعتراف کرتے ہیں کہ ہم دارالعلوم حقانیہ کے آغوش شفقت میں جن انعامات سے نوازے گئے ان کا حق تشکر ادا کرنے سے قاصر ہیں۔

ہم اپنے تمام اکابر اساتذہ اور شیوخ اور لاکھوں علماء کرام‘ اسلامی دانشوروں اور فرزندانِ توحید کے اس بے پناہ ہجوم میں اور اپنے اس عظیم مادر علمی کی پرشکوہ‘ منور فضاؤں میں رب العالمین جل جلالہ کے ساتھ پختہ عہد ومیثاق کرتے ہیں کہ ہم اب اس عظیم امانت‘ وراثت نبویہ ﷺ قرآن وحدیث کے علوم ومعارف کی ترویج واشاعت میں اپنی حیاتِ مستعار کے لیل ونہار صرف کریں گے۔

ہمیں موجودہ تاریک المناک ناگفتہ بہ حالات کا پورا پورا احساس ہے کہ آج کفر وشرک کے علمبردار اور یہودیت کے شیاطین‘ استعماری قوتوں کے طواغیت نے اسلامی اقدار وروایات اور ان دینی جامعات ومعاهد اور مدارس ومراکز کو اپنے جبر واستبداد سے نشانہ بنایا ہے اور ان دینی نشر گاہوں کے مہتممین واراکین اساتذہ سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اپنے دلوں کی گہرائیوں‘ اپنی جانوں کو سدذوالقرنین بنا کر ان یاجوج یلغار کے مقابلوں میں ہم اپنے اسلاف کرام کے نقش قدم پر انشاء اللہ قائم رہیں گے اور اپنی زندگی کو کتاب وسنت کی اشاعت اعلاء کلمۃ اللہ اور اسلامی نظام کے قیام کے لئے وقف کریں گے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس مادر علمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کو تاقیامت قرآن وحدیث کا عظیم قلعہ بنادے اور ہمیں اپنے سالارِ شریعت حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے نقش قدم پر دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور اس راستہ پر چلائے جو حضور اقدس ﷺ اور ان کے صحابہ وخلفائے راشدین نے بطور صراط مستقیم ہمارے لئے متعین فرمایا ہے آمین يا إله العالمين

امت مسلمہ علماء مشائخ اور اسلام دشمن قوتوں کو پیغام

پشاور کے دیو بند کانفرنس سے تاریخی خطاب

جمعیت علماء اسلام اور جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے سربراہ مولانا سمیع الحق کے پشاور کے دیوبند کانفرنس کے خطاب کا مکمل متن اس خطاب کو کانفرنس میں شریک ہر طبقہ نے کانفرنس کا کلیدی اور الہامی خطاب قرار دیا خطاب میں امت مسلمہ' اور اسلام دشمن عالمی طاقتوں کو مخاطب کیا گیا ہے علماء امت کو ان کی ذمہ داریوں پر توجہ دلائی گئی ہے......(ادارہ)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ (البقرۃ : ۳۲)اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُاقال النبیﷺ العلما ورثه الانبیاء

منتظمین کانفرنس کو تہہ دل سے خراج تحسین

میرے مخدوم صدر گرامی قدر حضرت خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم اور ملک و بیرون ملک سے آئے ہوئے معزز قابل احترام علماء کرام، مشائخ عظام اور میرے عزیز طالب علم ساتھیو اور تمام معزز حاضرین! میں سب سے پہلے ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنی طرف سے بھی اور جامعہ حقانیہ کی طرف سے بھی جس کے بلامبالغہ ہزاروں

فارغ التحصیل علماء کرام اور مشائخ وفضلاء کرام ملک کے گوشے گوشے سے یہاں تشریف لائے ہیں، جامعہ حقانیہ کے ایک خادم کی حیثیت سے میں سب کا دلی خیر مقدم کرتا ہوں اور خوش آمدید کہتا ہوں اور اپنی جماعت جمعیت علماء اسلام جو پورے ذوق وشوق اور زور وشور سے پورے ملک سے اس عظیم تاریخی اجتماع میں حصہ لے رہی ہے، اس کی طرف سے بھی تمام منتظمین کانفرنس کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کو تہہ دل سے خراج تحسین اور مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ یہ کانفرنس اس وقت کی بہت اہم ضرورت تھی، میں سمجھتا ہوں کہ اہم چیلنجوں کے موقع پر اس اجتماع کا انعقاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید غیبی ہے۔

حاملین امانت خداوندی

میرے محترم بزرگو! اس اجتماع کے ذریعہ ہم ہندوستان سے اور مادر علمی دیو بند سے آئے ہوئے اکابر کو یہ بھی بتلانا چاہتے ہیں کہ آپ کے شاگردوں کو جو امانت آپ نے سپرد کی تھی وہ امانت انہوں نے اگلی نسلوں تک پہنچائی اور اس امانت کے ساتھ ہم نے کیا کیا اور اس کو کتنا آگے بڑھایا۔ ہم اس کی ایک جھلک دکھانا چاہتے ہیں کہ آج وہ دارالعلوم دیو بند اصلها ثابت وفرعها فی السماء کا مصداق بنا ہوا ہے ،اس شجرہ طیبہ کی شاخیں پھیلتی جارہی ہیں اور مدینہ منورہ کے پاور ہاؤس سے جو مرکز دیو بند کی شکل میں روشن ہوا اس پاور ہاؤس کی روشنی کو ہم ٹرانسفارمروں کے ذریعہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلا رہے ہیں، اس کا ایک نمونہ آج یہاں ان علماء، مشائخ اور ہزاروں مدارس کی شکل میں پاکستان میں سامنے ہے، اب اس بکھرے ہوئے شیرازے کو متحد کرنے کا وقت آگیا ہے وحدت امت وقت کی اہم ضرورت ہے یہ اس کے لئے ایک عملی کوشش ہے اور اس کا آغاز آج ہم اپنے گھر سے کر رہے ہیں۔

دیو بند اور علماء دیو بند کے بکھرے ہوئے شیرازے کو مشترکات پر متفق کرنے کیلئے اور متفقہ امور پر ایک دوسرے کے ساتھ جڑنے کیلئے ہم عملی نمونہ پیش کر رہے ہیں

اور اس کی دلیل میری شکل میں آپکے سامنے ہے کہ میں نے اور میری جماعت نے اور جامعہ حقانیہ نے اپنی تمام توانائیاں صرف کرتے ہوئے ایک عظیم متفقہ مقصد کیلئے اس کانفرنس میں شرکت کرکے اس کا عملی ثبوت دیا۔

میرے محترم بزرگو! برصغیر میں انگریز کے آنے کے بعد جب ہمارا نظام تعلیم تہس نہس ہوا اسلامی کلچر تباہ ہورہا تھا اور ہندوستان کی وہ ہندو تہذیب جو ساری امتوں اور قوموں کو کھا جاتی تھی جسے علامہ حالی جیسے شاعر نے اکال الامم (قوموں کو کھا جانے والی) کہا تھا وہ ہندو تہذیب و تمدن اور ہندوستان کی کلچر جس نے آریائی قومیں اور دنیا بھر کی ثقافتوں کو اپنے اندر جذب کرکے شرک و کفر و الحاد تو ہم پرستی میں محو اور مدغم کردیا تھا' محمد بن قاسم ثقفیؒ اور ہمارے اکابر کے آنے کے بعد اسلام کی صداقتیں حقانیت کے بل بوتے پر وہ تہذیب اسلام کو اپنے اندر جذب نہ کرسکی اور مسلمان اپنا تشخص قائم و دائم رکھ کر اسی طرح رہے وہ تہذیبوں کو کھانے والی اسلام کی تہذیب کو کھا نہ سکی۔

اسلامی تہذیب و کلچر کی حفاظت

لیکن انگریز کے آنے کے بعد دو خطرے سامنے آئے ایک ہندوستان کی تہذیب و کلچر جو شرک اور توہمات پر کھڑی تھی اور ایک انگریز کی اسلام دشمنی اور سیکولرازم اور مغربی تہذیب جو الحاد و دھریت پر مبنی تھی، ہمارے اکابر نے بروقت قدم اٹھایا اور دارالعلوم دیوبند کی شکل میں ایک مدرسہ قائم کیا یہ ایک الہامی اقدام تھا مدرسہ بھی الہامی اور اس کے خدوخال بھی سارے الہامی تھے، ہمارے بزرگوں نے لکھا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کی عمارتوں کے نقشے تک میں الہامی تائید و رہنمائی ہوتی تھی، اہل اللہ خواب میں دیکھتے تھے کہ ہال، میدان اور درسگاہ کا نقشہ ڈالا گیا ہے اور رات کو حضور ﷺ خواب میں تشریف لاتے ہیں اور نقشے کے بارے مشورہ دیتے ہیں کہ یہ نقشہ ایسا کرو یہ جگہ اور صحن

تنگ ہوگا اور وہ اہل اللہ صبح اٹھ کر بتاتے تھے کہ دیکھو یہ نقشہ تبدیل کرنا ہے، ہمیں منامی طور پر حکم ہوا ہے کہ اسے اس طرح بناؤ، تو جو بزرگ یہ حال بتاتے گئے انہوں نے دیکھا کہ جو نقشے انہوں نے خواب میں دیکھے تھے اسی طرح وہ زمین پر بنے ہوئے موجود تھے یہ اللہ کی طرف سے ایک نظام اور تحریک تھی اب اسلام کی حفاظت کے لئے یہ نظام ضروری تھا، یہ نظامِ مدارس یہ نصاب یہ تعلیمات یہ سلسلہ سارا انگریز کے آنے سے پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ شر سے خیر کو نکالتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ انگریز کے آنے سے ایک خیر کی بڑی صورت یہ سامنے آئی کہ یہ آزاد مدارس قائم ہوئے' للّٰہیت اور اخلاص کے ساتھ قرآن و سنت کی تعلیم شروع ہوئی انگریز نہ آیا ہوتا تو اسلامی ادوار میں بھی ایسا آزاد نظام مدارس قائم نہ ہوتا ہر شر سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے خیر نکالتا ہے وہ نظام ایسا پھلا پھولا کہ مشعل سے مشعل روشن ہوتی گئی اور میں سمجھتا ہوں کہ آج اگر دینی تشخص' توحید و سنت کی تعلیم اور کتاب اللہ سے وابستگی' اسلامی حمیت اور غیرت اور حریت کیلئے سب کچھ قربان کرنے کا جذبہ ہے اور جہاد و شہادت کا جذبہ ہے تو وہ اسی نظام کی وجہ سے ہے جو کہ دارالعلوم دیوبند سے شروع ہوا۔

ایٹم بم سے زیادہ خطرناک

آج مغربی اقوام امریکہ اور اسلام دشمن قوتیں سب حیران ہیں اور اس بات پر متفق ہوگئے ہیں کہ یہ نظام ہمارے لئے بہت خطرناک ہے بلکہ اسے وہ ایٹم بم سے بھی زیادہ خطرناک سمجھتے ہیں، وہ تجزیہ کرتے ہیں کہ اس نظام میں آخر کون سی تعلیم اور کیسی تربیت دی جاتی ہے کہ اس سے ایسے فولادی انسان نکلتے ہیں کہ ساری کفر ملت واحدہ بن کر ان کے خلاف اکٹھی ہو جاتی ہے اور پھر بھی ان میں لچک اور مداہنت نہیں آتی ہے؟ یہ طالبان کیسی مخلوق ہے اور جہاد کا کیسا جذبہ ہے افغانستان میں وہ یہ نقشہ دیکھ رہے ہیں

جس کا جذبہ افغان قوم نے افغانستان میں ۱۲ ۔۱۳ سال تک دکھایا میں اکثر یورپین، امریکن اور مغربی میڈیا کے نمائندوں سے تنگ آ جاتا ہوں کہ وہ ایک دفعہ نہیں بار بار دارالعلوم آتے ہیں اور تحقیق کرتے ہیں کہ طالبان کیا ہیں؟ اور مدراس کے طلباء کیا ہیں؟ میں انہیں کہتا ہوں کہ بار بار کیوں آتے ہو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تہہ تک پہنچنا چاہتے ہیں کہ یہ مضبوط ترین کردار کیسے پیدا ہوتا ہے کہ ان کو کوئی ہرا نہیں سکتا پابندیاں ان پر اثر انداز نہیں ہوتی ہیں اور ورلڈ بینک‘ آئی ایم ایف کے یہ محتاج نہیں ہو رہے ہیں اور ساری کائنات ایک طرف اور وہ اپنے موقف پر بالکل ڈٹے ہوئے ہیں ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ یہ کردار اور مضبوطی کہاں سے اور کیسے پیدا ہوتی ہے؟ میں انہیں کہتا ہوں کہ یہ کردار دیکھنے سے، یہاں آنے سے اور سرسری اندازہ لگانے سے معلوم نہیں ہوگا۔

میں ان سے کہتا ہوں کہ سو ڈیڑھ سو عیسائی یہودی امریکن اور یورپین نوجوانوں کو منتخب کر کے ٹیسٹ کے طور پر ہمارے حوالے کر دو ہم ان کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کریں گے ان کو ان مدرسوں میں داخل کراؤ، ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا‘ چلنا پھرنا سکھاؤ‘ ان کو قرآن وسنت اور ہمارے اس سارے نصاب کو پڑھنے کا موقع دو پھر آپ کو خود پتہ چل جائے گا کہ یہ کردار و مضبوطی کیسے پیدا ہوتی ہے۔

من لم یزق لم ید ر یہ زمین پر بیٹھ کر قربانیاں دے کر اور عظیم مشقتیں سہنا یہ وراثت نبوت کا تقاضا ہے اور نبوت جیسی وراثت بہت نایاب اور قیمتی چیز ہے، تو اس نظام پر وہ ریسرچ کر رہے ہیں کہ یہ ہماری موت کا پیغام ہے۔

سب سے بڑا ٹارگٹ

اور آپ طلباء، علماء دینی مدارس اور دارالعلوم دبو بند سے نکلی ہوئی شاخوں کو انہوں نے بڑا ٹارگٹ بنا کر اس پر نمبر (۱) سرخ نشان لگایا ہوا ہے، امریکہ کا نہ اب روس دشمن ہے، نہ روس کا امریکہ اور بھارت اور چین میں یہ ساری دشمنیاں ختم ہوگئیں ہیں،

آج یہود و نصاریٰ، امریکہ و یورپ، روس اور یورپین یونین یہ سب آپ کے مقابلے میں ایک مٹھی ہوگئے ہیں یہ کس نے کیا ہے؟ یہ آپ لوگوں نے اور آپ کی اس تحریک اور جہاد اور تعلیمات نے ان کو ایک کر دیا، بہت پہلے روس کو نیکسن نے خط بھیجا تھا کہ ہم آپس میں لڑ رہے ہیں لیکن ہماری قوت اور طاقت ضائع ہو رہی ہے، ان گدڑی پوش اور چٹائیوں پر بیٹھ کر پڑھنے والوں پر ہماری نظر نہیں پڑی ہے یہ تو ہمارے خلاف چھاؤنیاں ہیں یہاں سے ایٹم بم تیار ہوتے ہیں۔

برٹش سامراج

آپ حضرات نے دیکھا کہ دارالعلوم دیو بند سے نکلنے والے علماء اور مجاہدین نے عزیمت اور استقامت کے کیا کیا باب رقم کئے‘ شاملی اور پانی پت کے میدانوں میں اور پھر وہیں سے شیخ الہندؒ کی ریشمی رومال کی تحریک اور یہ آج تک کا سلسلہ، اس کے نتیجے میں بہت بڑی برٹش سامراج پیوند خاک ہوگئی‘ بہت بڑی ناشکری ہے جو برصغیر کی آزادی میں ان علماء مشائخ مجاہدین اور شہداء کو بھول جاتے ہیں‘ ان کی کتابوں میں ان کا تذکرہ نہیں آتا لیکن اللہ کی صحیفوں میں ان کے نام درج ہو چکے ہیں‘ اور ان ہی کی وجہ سے یہ برصغیر آج آزاد ہے اور سفید سامراج کے ختم ہونے پر پوری دنیا میں انقلاب آیا

سرخ سامراج سوویت یونین کا خاتمہ

پھر بعد میں جب سرخ سامراج آیا تو تحدیث بالنعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ دارالعلوم دیو بند سے نکلے ہوئے ایک مرد حق، مرد درویش، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ نے اکوڑہ خٹک میں جو شمع جلائی وہ جامعہ حقانیہ جسے اکابر دیو بند ثانی کہتے تھے آج اس دارالعلوم دیو بند کے ایک بچے سے یعنی جامعہ حقانیہ سے اللہ نے سرخ سامراج کو تہس نہس کروایا، اس بیس سالہ جہاد میں ہزاروں علماء حقانیہ شہید ہوئے، سینکڑوں علماء نے قیادت و کمانڈ کی، یہ سرخ سامراج کا تہس نہس ہونا یہ بھی دارالعلوم دیو بند کا بالواسطہ

اثر ہے،سویت یونین تہس نہس نہ کردیا جاتا تو پاکستان اور عرب امارت تک ان کا شیطانی منصوبہ تھا لیکن یہ جنگ علماء، فقراء، مشائخ نے لڑکر یہ شیطانی منصوبہ خاک میں ملا دیا۔

دارالعلوم دیوبند کیا ہے؟ یہ مدارس کیا ہیں؟ اسکے نصاب کا اثر کیا ہے؟ اس کا نظام کیسا ہے؟ ان کے مدارس کیسے ہیں؟ ان سب کا آپ نے نتیجہ دنیا بھر میں دیکھ لیا کہ اللہ اکبر کے نعروں سے انہوں نے ایٹم بم کا کام لیا اور ہزاروں علماء شہید ہوئے' اور آج سویت یونین نیست و نابود ہوگیا اور سویت یونین کا نام تک نہیں رہا اور اب امریکہ بلاوجہ اپنی موت کو دعوت دے رہا ہے، وہ سویت یونین سے عبرت نہیں لے رہا ہے کہ علماء اور فقرأ کے ہاتھوں اس کا کیا حشر ہوا؟ اسے سبق لینا چاہیے تھا اسکو اپنی پالیساں تبدیل کرنی چاہیں تھیں لیکن وہ باؤلے کتے کی طرح اور دیوانہ ہوگیا ہے اصل میں دینی مدارس اور جہاد کے اس نظام کی وجہ سے اس کی دشمنی ہے اور وہ اس نظام کو تہس نہس کرنے کا اعلان کر رہا ہے۔

دو تہذیبوں کی جنگ

حضرات! بات کسی مدرسے کی یاد منانے کی نہیں ہم جشنوں کے قائل نہیں ہیں کسی جامعہ اور اس کے منصوبوں اور عمارتوں کی بات نہیں ہے ہم اس مقصد کیلئے یہاں نہیں جمع ہوئے ہیں کہ ہم اپنے کارناموں پر فخر کریں بلکہ ہم اس نظام اور تعلیمات کو اگلی نسل تک منتقل کرنا چاہتے ہیں یہ اولمپک کی شمع کیا ہوتی ہے وہ تو ایک معمولی کھیل اور مذاق ہے اور یہ لوگ ایک دوسرے سے فخر کے ساتھ لے کر بھگاتے ہیں، ہم کہتے ہیں یہ اولمپک کی شمع سے اونچا اور عظیم فانوس نبوت و فانوس مدینہ ہے اس کو ہم اسی طرح ایک سے ایک آگے آگے جلاتے رہیں گے اور اسے آگے پھیلاتے رہیں گے، بات یہاں جامعہ دارالعلوم دیوبند یا حقانیہ یا کسی مدرسے کی نہیں ہے، بات یہ ہے کہ اس وقت دو نظاموں اور دو تہذیبوں کی جنگ شروع ہوچکی ہے اور کفری تہذیب ساری ملت واحدہ

ہوچکی ہے اس تہذیب کا علمبردار امریکہ ہے اور ساری شیطانی قوتیں ایک ہوکر اس میدان میں داخل ہوچکی ہیں۔ وہ نیو ورلڈ آرڈر کے نام پر اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانا چاہتا ہے وہ مسلمانوں کو برداشت کرتا ہے لیکن وہ مسلمانوں کی تہذیب و تمدن و کلچر، سیاسی آزادی 'استحکام' وجود اور تشخص انفرادی کبھی برداشت نہیں کرسکتا۔ اب وہ جنگ کا آغاز کر چکا ہے اور جنگ میں کود چکا ہے۔

شرمناک منافقانہ پالیسیاں

اس جنگ کا مظاہرہ ہم ان کے انتہائی ظالمانہ شرمناک منافقانہ پالیسوں میں دیکھتے ہیں کہ ملت کفر کیلئے اور ملت مسلمہ کیلئے ان کی پالیساں جدا جدا ہیں، اس کا مظاہرہ آپ کشمیر میں دیکھ رہے ہیں کہ وہاں کوئی بنیادی حقوق امریکہ کی نگاہ میں سلب نہیں ہورہے ہیں وہاں کوئی پابندی نہیں لگائی جارہی ہے، وہاں کے بارے میں اقوام متحدہ کی قراردادیں ردی کی ٹوکری میں پھینک دی گئیں اور مشرقی تیمور میں جب عیسائیوں کے فائدے کی بات آئی تو وہ قرار داد جبراً نافذ کرادی گئی، جس قرارداد سے مسلمان مارا جائے، افغانستان، عراق اور لیبیا پر پابندیاں لگائی جائیں، وہ قراردادیں باب ہفتم میں شامل ہوتی ہے یعنی وہ معطل نہیں ہیں' وہ قابل عمل اور ضروری ہیں اور جو قرار داد کشمیر، بوسینا، چیچنیا اور افغانستان کو فائدہ پہنچاسکتی ہے وہ ڈسبین (ردی کے ٹوکرے) میں ڈالے گئے ہیں، یہ پالیساں علی الاعلان اسلام دشمنی کی غمازی کررہی ہیں، وہ احمد شاہ مسعود کو شان و شوکت سے دعوت دیتے ہیں کیا یہ ملت مسلمہ کے زخموں پر علی الاعلان نمک چھڑکنا ہے یا نہیں؟

یورپین یونین اس کو پارلیمنٹ میں نمائندہ سمجھتا ہے جو کہ افغان قوم کا قاتل ہے اور جن لوگوں کو خود اپنے ملک میں ایک چارپائی کی جگہ میسر نہیں وہ اقوام متحدہ میں ان کے صدر اور نمائندے ہیں، انکی ساری کارکردگی آپ نے دیکھی افغانستان پر

پابندیاں لگائی گئیں ہزاروں لاکھوں لوگ مصیبت میں ہیں اور بچے تڑپ تڑپ کر مر رہے ہیں ہم اپنے اکوڑہ خٹک میں ایک کیمپ میں دیکھتے ہیں اس شدید گرمی میں تیس تیس ہزار افراد دس دس میل کے میدانوں میں کھلے آسمان تلے بے یار و مددگار پڑے ہوئے ہیں اور ان کو پلاسٹک تک کے خیموں میں سر چھپانے کی جگہ نہیں ہے اور سینکڑوں افراد فاقوں سے مر رہے ہیں۔

جبر و طاغوت کے زندہ بڑے بت

آج امریکہ کو اس بات سے کوئی تکلیف نہیں پہنچ رہی اور جب بامیان کے دو بے جان پتھر (بت) کو توڑا جاتا ہے تو پورا یورپ اور امریکہ چیختا، چلاتا اور واویلا کرتا ہے اور مجھ سے بھی آ کر بت شکنی کے متعلق پوچھتے ہیں، میں نے انہیں کہا کہ ان بتوں سے میرا دل ٹھنڈا نہیں ہوتا، میں کہتا ہوں کہ اللہ وہ وقت لائے جب آپ کے جبر و طاغوت ظلم و عدوان کے بڑے بڑے بت کلنٹن، بش، یلسن جیسے زندہ بتوں کو ہم اسی طرح انشاء اللہ توڑ پھوڑ کر رکھ دیں گے۔

نیو ورلڈ آرڈر واحد مزاحمتی قوت

میرے دوستو! میں عرض کر رہا تھا کہ جنگ شروع ہو چکی ہے اور یہ قومیں فیصلہ کر چکی ہیں کہ آپ کا اسلامی تشخص، آپ کے مدارس کو ختم کرانا اور آپ کی جہادی قوتوں کو ملیا میٹ کر دینا ہے، یعنی آپ کے سارے نظام کو تہس نہس کرنا ہے کیونکہ وہ آپ کو نیو ورلڈ آرڈر کے راستے میں واحد مزاحم قوت محسوس کر رہے ہیں اب اس جنگ کو کس نے لڑنا ہے؟ آپ کے سیاستدانوں نے جن کی سیاست یورپ کی برآمد شدہ ہے آپ کے حکمرانوں نے جو پورا عالم اسلام میں عالم کفر کے آلہ کار ہیں ان کے دریوزہ گر ہے آپ کا حسنی مبارک، آپ کا شاہ فہد آپ کے عرب امارت والے اور آپ کے

ترکی، الجزائر، مراکش کے کارندے حکمران یہ سارے حکمران یہ تو دُم چھلے ہیں۔ وہ جنگ نہیں لڑ سکتے ہیں اور آواز نہیں اٹھا سکتے کہ افغانستان پر پابندی مت لگاؤ اور وہ فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں کہ افغانستان کی حکومت کو تسلیم کر لیں اس حد تک وہ غلام بن چکے ہیں وہ بیت المقدس کے بارے میں خاموش ہیں جہاں روزانہ بچوں کو بھونا جا رہا ہے اور آپ کے معصوم بچے توپوں اور بندوقوں کا مقابلہ غلیلوں سے کر رہے ہیں لیکن عالم اسلام کوئی بات نہیں کر سکتا کہ فلسطین ہمارا مسئلہ ہے، مسجد اقصیٰ ہمارا قبلہ اول ہے کشمیر ہماری جان ہے تو پھر یہ جنگ کون لڑے گا؟ آپ کے حکمران تو مفلوج اور غیروں کے ہاتھ گروی ہیں اور آپ کے عالم اسلام کے سیاستدان پاکستان کے نواز شریف، بے نظیر کیا وہ یہ جنگ لڑ سکتے ہیں جو روزانہ مغربی قوتوں کو شاباش دیتے ہیں اور اسلامی قوتوں کی نشاندہی ان کو کرواتے ہیں کہ ان قوتوں کو ختم کرو جو کلنٹن کے سامنے سرنڈر (تسلیم) اور سربسجود ہوتے ہیں، وہ غلام اپنے آقا (امریکہ) کی وفاداری کا ثبوت دے رہے ہیں، کیا وہ لوگ یہ جنگ لڑیں گے؟ میں کہتا ہوں کہ آئندہ یہ جنگ اس فرسودہ سیاست کے ذریعہ سے نہیں لڑی جا سکتی ہے، ہمیں اپنی پالیساں اور فیصلے تبدیل کرنے پڑیں گے اس فرسودہ سیاست اور مغربی شیطانی قوتوں کا جو چکر جمہوریت کے نام سے قائم ہے ان شیطانی جمہوریتوں کے ذریعے جو انہوں نے اپنے تحفظ کے لئے ہم پر مسلط کیا ہوا ہے وہ جمہوریت ترکی اور الجزائر میں مسلمان قوتوں کو آزادی نہ دے سکی، وہاں اسلامی نظام لانے میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان چیزوں سے ہٹ کر سوچیں۔

قومیت، جمہوریت کا نہیں اسلامیت کا دھارا

ہمیں زمانے کے طور طریقوں کو دیکھ کر نہیں چلنا ہے لوگ کہتے ہیں کہ سیاستدان وہ ہیں جو زمانے اور حالات کو دیکھ کر حالات پہچاننے کی کوشش کرے، کہتے ہیں کہ ہوشیار وہ ہے جو قومی دھارے میں شامل ہو جائے قومی دھارا جو جمہوریت کا

ہے۔ ہم نے ۵۴ سال جنگ لڑی اور اس دھارے میں شامل ہوئے اور ہم نے سوچا نہیں کہ یہ قومی دھارا کیا چیز ہوتا ہے؟ جبکہ ہمارا تو کوئی قومی دھارا نہیں ہے، ہم قومی دھارا جانتے ہی نہیں ہمارا دھارا صرف اسلامیت کا دھارا ہے ہمارا قومی دھارا ہے یا غیر قومی، وہ اسلام اور اسلامیت ہی کا ہے، ہمارا منصب دنیا کے اشاروں کو دیکھ کر پالیساں بنانے کا نہیں ہمارا منصب قیادت کا منصب ہے اور امامت کا منصب ہے آپ علماء حق وارثین نبوت ہیں نبی کریم ﷺ نے آپ کو امامت اور قیادت کے منصب کا مستحق قرار دیا ہے ہم دنیا کے مناصب اور عہدے ٹھوکروں پر بھی نہیں مارتے چند پارلیمانی عہدے اور ممبری ہماری قیمت نہیں جس شخص کو اللہ اور رسول نے قائد نائب اور وزیر اعظم بنایا ہے اسے کیوں چھوڑ دیا جائے ہم اعلان کیوں نہیں کرتے کہ بس اب تمہاری سیاست ختم اب تمہارا شیطانی چکر مستقبل میں نہیں چلنے دیں گے، اب اللہ اور رسول ﷺ کے دین کی قیادت کے لئے ہمیں منظم اور ایک ہونا ہوگا بہر حال اس اجتماع کے ذریعے ہم امریکہ کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ ہم آپ کے شیطانی منصوبے کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے، یہ الجزائر اور ترکی نہیں ہے یہ افغانستان کی ۲۰ لاکھ شہداء کے خون سے مستفید اور مستنیر تحریک ہے۔ ہم نے اس تحریک میں حالیہ ۲۰ سال کے دوران تازہ خون ڈالا ہے۔ تاریخ میں جس کی مثال نہیں ہے آپ اپنا ورلڈ آرڈر اور شیطانی چکر اپنے پاس رکھیں، ہم فلسطینیوں کے بچوں کی طرح جو کہ مجبور ہیں غلیلوں سے مقابلہ نہیں کریں گے ہم ایٹم بم کا مقابلہ ایٹم بم سے کریں گے ...... ع جواب ترکی بہ ترکی دیں گے

اکیلے مقابلہ کرنا آسان نہیں سب کو ساتھ لے کر چلنا ہوگا

اسلام دشمن قوتیں حیران ہیں کہ یہ قوت (طالبان) کہاں سے آئی؟ جبکہ پاکستان میں ایٹم بم اور افغانستان میں جذبہ جہاد بھی سامنے آرہا ہے ہم اس (امریکہ) کو پیغام دیتے ہیں کہ اب مقابلہ اتنا آسان نہ سمجھیں ہم آپ کو بھی سوویت یونین کی

طرح ٹکڑے ٹکڑے کر کے پاش پاش کر کے دم لیں گے اللہ کی نصرت اور جہاد کے جذبے سے ہم یہ پیغام دینا چاہتے ہیں پھر میں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ یہ جنگ بہت بڑی ہے، علماء دیو بند کو اللہ تعالیٰ نے قائدانہ کردار دیا ہے لیکن اس جنگ میں ہم گروہی اور مکتبی تنگیوں میں نہیں پڑیں گے اس میں ہم سب لوگوں کو ساتھ لے کر شانہ بشانہ چلیں گے اس جنگ میں نہ کوئی بریلوی، نہ کوئی دیوبندی، نہ کوئی اہلحدیث، نہ کوئی غیر اہل حدیث ہوگا، ہم ان سب کو سینے سے لگا کر ساتھ چلیں گے اور ایک دینی قوت کی طرح ایک مٹھی ہو کر انشاء اللہ جنگ لڑیں گے ہمارے مسلکی اور علمی اختلافات ہیں اور ہمارے سیاسی اختلافات بھی ہیں لیکن جب وقت آئے گا بڑے دشمن کے مقابلے میں ہم ان شاء اللہ ایک مٹھی ہوں گے ہم فرقہ واریت کے قائل نہیں ہیں ہم یکجہتی کے قائل ہیں اور وہ پیغام انشاء اللہ دنیا کو پہنچ رہا ہے ہم نے افغانستان کے بارے میں تجربہ کیا طالبان کے بارے میں مختلف خیالات تھے مسئلہ آیا امریکہ کے ظلم و جبر کا اور پابندیاں لگانے کا میں نے سب (جماعتوں) کے سامنے دامن پھیلایا کہ یہ صرف طالبان کا مسئلہ تو نہیں ہے طالبان کا جرم یہ ہے کہ ان کے ہاتھوں وہاں اسلامی نظام قائم ہو رہا ہے ابھی اسی اسلامی نظام کے ابتدائی خدو خال ہیں مکمل ہیں یا نہیں؟ آپکو اس سے اختلاف بھی ہو سکتا ہے لیکن دشمن کا مقصد یہ ہے کہ تمہارا اسلامی نظام تہس نہس ہو، آپ سب مل کر ایک ہو جائیں، دنیا نے دیکھا کہ اللہ نے جامعہ حقانیہ میں تمام دینی جہادی قوتوں کو اکٹھا کر دیا اور سب نے ناچیز کی صدا پر لبیک کہہ کر کہا کہ ہم افغانستان کے بارے میں ایک ہیں۔

کشمیر، اسامہ، ملا عمر اور طالبان، پاکستانی طلبہ اور قوم کو کانفرنس کا پیغام

ہم اس کانفرنس کے ذریعے سے کشمیر کے مسلمانوں کو پیغام دینا چاہتے ہیں کہ آپ اکیلے نہیں ہیں ہم اسامہ بن لادن عظیم مجاہد کو پیغام دینا چاہتے ہیں کہ آپ تخریب کار نہیں ہیں آپ دہشت گرد نہیں ہیں آپ مجاہد اسلام ہیں اور آپ پوری امت مسلمہ

کے ہیرو ہیں آپ کا مسئلہ صرف آپکا یا صرف طالبان کا نہیں ہے بلکہ پورے ملت مسلمہ کا مسئلہ ہے۔

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ کو پیغام

ہم امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ آپ اسلامی نظام کے بارے میں جیسے ڈٹے ہوئے ہیں اسی طرح ڈٹے رہیں اللہ تعالیٰ آپ کو مزید توفیق دے آپ ہمارے لئے نمونہ ہیں آپ پورے عالم اسلام کے لئے نشاۃ ثانیہ کا ذریعہ بن سکتے ہیں کبھی ملا عمر اپنے آپ کو اکیلا نہ سمجھے، کفر سب آپکے خلاف ہے لیکن امت مسلمہ کے سوا ارب مسلمانوں کے دل آپ کے لئے دھڑک رہے ہیں، ہم پاکستان کے عوام کو پیغام دیتے ہیں کہ ان سیاستدانوں سے خدا کیلئے اپنی توقعات اب ختم کردیں اور پاکستان کے نوجوانوں کو یونیورسٹیوں، کالجوں اور مدارس کے طالبان کو اسلامی انقلاب کے لئے اٹھ کھڑے ہونے کا پیغام دیتے ہیں، ہم پاکستان میں طالبان کو مدارس تک محدود نہیں سمجھتے ہیں بلکہ یونیورسٹیوں، کالجوں، سکولوں کے سٹوڈنٹ کو بھی طالبان کا حصہ سمجھتے ہیں، میرا ایمان ہے کہ اس ملک میں اسلامی انقلاب سیاستوں سے نہیں آئیگا، میں خود تقریباً بیس سال تک پارلیمنٹ کا حصہ رہا اور یہ جنگ بھی علمائے دیوبند نے لڑی، ختم نبوت، قادیانیت آئین کا دستور وغیرہ کا فیصلہ اب آپ لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔

دیوبندیت کے عناصر اربعہ

بہر حال میرے دوستو! آج دارالعلوم دیو بند کی تعلیمات آپ کو منتقل ہوں گی اور دارالعلوم دیوبند کی تعلیمات کیا ہیں؟ چار چیزیں ہیں عناصر اربعہ ایک توحید وسنت دیوبند نے توحید وسنت کی دعوت دی اختلافی مسائل کو بالائے طاق رکھا، اختلافی مسائل ہمارے مخالفین نے ابھارے ہماری دعوت صرف توحید وسنت ہیں اور دوسری اتباع سنت

دیو بند سارا اتباع سنت میں ڈوبا ہوا ہے تیسری چیز تعلق مع اللہ روحانیت اللہ کا ذکر وفکر، روحانیت اور مراقبوں اور تصوف کے ذریعے وابستگی اور چوتھی چیز جو اہم ہے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے سر بکف سربلند جو آپ کہتے ہیں اعلا کلمۃ کے لئے جہاد، توحید وسنت، اتباع سنت اور تعلق مع اللہ اور جہاد یہ عناصر اربعہ ہیں، میں سمجھتا ہوں کسی نے ایک عنصر کو چھوڑا تو وہ پورا دیو بندی نہیں بن سکتا دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ واخر دعوانا أن الحمد الله رب العالمين ۔

ضبط وترتیب: مولانا حافظ عرفان الحق

الحق: مارچ اپریل ۲۰۰۱ء

کائنات میں ارباب علم اور اہل دین کی اہمیت

اکابر علماء کی موت عالم کی موت

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ' شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد صاحب قدس سرہ بانی امداد العلوم فیصل آباد کی وفات ۳ جولائی کے دوسرے دن ۴ جولائی ۲۰۰۴ء کو تعزیت کیلئے فیصل آباد تشریف لے گئے' نماز ظہر کے بعد جامع مسجد امداد العلوم کے وسیع ہال میں طلبہ اساتذہ اور تعزیت کیلئے آنے والے ہزاروں افراد سے خطاب فرمایا جسے ٹیپ کی مدد سے مرتب کیا گیا اسی دن آپ نے دار العلوم فیصل آباد میں حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب قدس سرہ کی تعزیت کی اور وہاں بھی علماء وطلباء سے تعزیتی خطاب فرمایا اس سے قبل اسی دن آپ نے چنیوٹ میں مجاہدِ ختم نبوت مولانا منظور احمد چنیوٹی قدس سرہ کی وفات پر ان کے خاندان ومتعلقین اور کارکنوں سے بھی تعزیت کی .... (ادارہ)

أعوذ باللّٰہ من الشطین الرَّجیم بسم اللّٰہ الرَّحمن الرَّحیم كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ قال النبیﷺ موت العالم موت العالم

عالم کی موت عالم کی موت

میرے انتہائی عزیز طلبہ کرام حضرات اساتذہ !اور وابستگان حضرت شیخ نذیر احمد صاحب قدس سرہ العزیز! یہ المناک حادثہ علمی دنیا کے لئے ایک بہت بڑا حادثہ ہے مجھے کل ایسے وقت میں اطلاع ملی جب کہ جنازہ میں پہنچنا ممکن نہ تھا اور پہلے سے مصروفیات میں بھی پھنسا ہوا تھا سینیٹ کے اجلاس کے دوران بھی برادر عزیز صاحبزادہ مفتی محمد طیب

صاحب سے اور دیگر حضرات سے فون پر بات چیت جاری رہی یہ بدقسمتی تھی کہ جنازے کی سعادت سے محروم رہا آپ حضرات ایک بہت بڑے مشفق ، سرپرست و مربی اور روحانی والد کے سائے سے محروم ہوگئے ہیں یہ صرف ان کے صاحبزادوں اور آپ طلبہ کا صدمہ نہیں عالم کا دنیا سے اٹھ جانا پورے عالم انسانیت کا صدمہ ہوتا ہے۔

موت وصال محبوب کا ذریعہ

جانے والے عالم کے لئے تو ایک بڑی خوشی اور سعادت کا موقع ہوتا ہے وہ تو محبوب کے وصال سے مالا مال ہوجاتا ہے جس کے پیچ وتاب اور سوز وساز میں اس کی ساری زندگی گزری ہوئی ہے تو ان کے لئے تو عید ہوتی ہے الموت جسرو یوصل الحبیب الی الحبیب وصال حبیب کا ذریعہ یہی ہوتا ہے کہ حق تعالٰی کے دیدار و مشاہدے سے اور مرضیات سے مالا مال ہوجاتا ہے' ایک عاشق کے لئے اس سے زیادہ اور کیا نعمت ہوسکتی ہے یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس وقت کے انتظار میں تڑپتے ہیں الدنیا سجن المؤمنو جنة الکافر(مسلم: ح،۲۹۵۶) دنیا کو وہ قید سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جلدی اس سے چھٹکارا حاصل ہوجائے حضرت بلالؓ پر نزع کی حالت اور سکرات کے عالم میں وجد کی کیفیت طاری ہوئی وہ جھوم جھوم کر کہہ رہے تھے غدا القیٰ الاحبة محمداً و حزبه" کہ میں کل اپنے دوستوں سے ملوں گا حضورﷺ اور اپنے محبوب صحابہؓ سے ملوں گا''اور بعض تو اس دیدار پر دنیا وآخرت کے کسی نعمت کو ترجیح نہیں دیتے وہ کہتے ہیں کہ بس اللہ کا دیدار سب سے بڑی سعادت ہے ان کو جنتوں کی بھی کوئی پرواہ نہیں ہوتی اور نہ ان کی نظروں میں اس کی کوئی اہمیت ہوتی ہے بزرگوں سے ہم نے ایسے بہت سارے واقعات سنے ہوئے ہیں۔

سکرات میں دیدار الٰہی کی تڑپ وشوق

ایک بزرگ شیخ ابن الفارضؒ بہت بڑے ولی اللہ تھے حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کی کتابوں یا مواعظ میں میں نے یہ واقعہ دیکھا ہے کہ جب ان کی موت قریب آئی اور سکرات طاری ہوگئے تو اس دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ نے جنتوں کو انکے سامنے لاکھڑا کیا کہ یہ مقاماتِ جنت تیرے لئے تیار ہیں گویا ایک جلوہ سکرات کے دوران اللہ نے دکھا دیا تو وہ بڑے پریشان ہوئے چہرے پر انتہائی ناگواری اور ناراضگی کی کیفیات طاری ہوگئے اور یہ اشعار منہ پر طاری ہوئے کہ......

إن كان منزلتي في الحب عندكم
ماقد رأيت فقد ضيعت أيامي

وہ خدا سے مخاطب ہوئے کہ کیا میرے عشق ومحبت کی یہ قیمت تھی اگر صرف محلات و باغات اور حوریں آپ نے مجھے دینی ہیں تو پھر تو یارب! میری ساری زندگی ضائع ہوگئی' میں جس چیز کی تلاش میں تھا وہ تو یہ نہیں تھا اللہ تعالیٰ بندوں کو اپنی محبت دکھانا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کو تو یہ سب معلوم تھا' اب اللہ نے وہ ساری جنتیں سامنے سے ہٹا دیں اور اپنا ایک جلوہ دکھایا تو شیخ ابن الفارضؒ خوشی سے چیخ پڑے یا رب الان فزت کہ میں یہی چاہتا تھا تیرا ایک دیدار اور جھلک میرے لئے کافی تھا تو ایسے لوگوں کا مقام بہت اونچا ہوتا ہے۔

عالم اور متعلم کی خصوصیات

عالم کی قدر وقیمت تو ساری کائنات کو معلوم ہوتی ہے سب مخلوقات حشرات الارض کو نباتات کو حیوانات کو جمادات کو معلوم ہوتا ہے کہ عالم کی کتنی اہمیت ہے حضور ﷺ نے فرمایا موت العالِم موت العَالم اس کی وجہ کیا ہے کیوں ایک آدمی کی موت سے

ساری کائنات کو موت آجاتی ہے؟ اور اس کے ساتھ دوسری طرف یہ بھی کہ ایک طالبعلم کو فرشتے رحمت کے پَر کیوں بچھاتے ہیں؟ ایک بادشاہ وقت کے لئے تو دس بارہ گز کا قالین بچھایا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ایک طالبعلم اور دین کے سیکھنے والے کے لئے اپنے فرشتوں کو مامور کرتا ہے کہ جاؤ ان کیلئے اپنے پَر بچھاؤ تا کہ یہ لوگ ان پروں پر چلیں' پھر حشرات الارض وحوش وطیور بھی انکے لئے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں دریاؤں اور سمندروں میں مچھلیاں دعا گو رہتی ہیں سوراخوں اور بلوں میں کیڑے مکوڑے دعا کرتے ہیں' فضاؤں میں پرندے اس کام میں لگے ہوتے ہیں یہ میں نہیں کہتا بلکہ یہ سب کچھ احادیث میں ہے اور جہاں طالبعلم بیٹھ کر سبق پڑھتے ہیں' درس وتدریس کا سلسلہ ہوتا ہے' فرشتے آکر پَرے لگاتے ہیں اور عرش تک پَرے لگ جاتے ہیں مااجتمع قوم فی بیت من بیوت اللّٰہ یتدارسون القرآن الا حفتھم الملائکۃ وہ خاص پر قدموں کے نیچے بھی بچھتے ہیں اور سروں کے اوپر بھی سایہ افگن ہوتے ہیں وغشیتھم الرحمہ اور ایک خاص رحمت ایسے لوگوں کو ڈھانپ لیتی ہے وذکرھم اللّٰہ فی ملاء من عندہ اور اللہ ان درس وتدریس والوں کو اپنے خاص مقربین ملاء اعلیٰ اور مخلوقات میں فخر ومحبت سے یاد کرتے ہیں۔

عالم کے ساتھ دین کی وابستگی

اتنی بڑی اہمیت ہے اور یہ اس لئے کہ یہ ساری کائنات سمجھتی ہے کہ یہ عالم ہے تو ہم سب ہیں اسی عالم کے ساتھ دین وابستہ ہے اور وہ دین جو کہ آخری ہے قیامت تک رہنے کیلئے ہے اور قیامت تک آخری نبی ﷺ نے اپنی وراثت ان کو منتقل کی ہے' یہ وراثت اب قیامت تک یہی سنبھالنے والے ہیں اور جب تک سنبھالتے رہیں گے تو دین تعلیم وتعلم کے ذریعہ محفوظ رہے گا دین وہی ہے جو قرآن وسنت وحی اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے مستفاد ہے، ورنہ تو دین کے نام پر ہزاروں طریقے وڈرامے ہیں۔

عبادت حقہ اور مہذب اقوام کے عباداتی طور طریقے

دنیا کی اقوام و مذاہب آپ الملل والنحل میں پڑھتے ہیں' کہ گوبر کی بھی پرستش کرتے ہیں، گائے کی بھی پرستش کرتے ہیں اور دنیا کے ہر غلیظ سے غلیظ شئے کی بھی پرستش کرتے ہیں بڑے مہذب دور میں یہ جاپان اور اقوام عالم مرد کے عضو تناسل کی پرستش کرتے تھے، یہ ان کا معبود تھا اب بھی آپ فارایسٹ کے ممالک میں جائیں وہاں بازاروں میں لکڑی وغیرہ کے بنے ہوئے اعضاء تناسل بکتے ہیں بطور عبادت لوگ ان کی پوجا پاٹ کرتے ہیں انسان جب غلیظ ہوجائے تو ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ اور پیشاب وگوبر میں یہ جوگی وغیرہ ہندو پھنسے رہتے ہیں کہ یہ بڑی مقدس چیز ہے تو وہ بھی تو عبادت ہے' تو ان غلاظتوں کی عبادتوں سے عبادت حقہ کی طرف ہم کیسے آئے؟ ہمیں اس سے حضور ﷺ نے نکالا حضور ﷺ کی وجہ سے اس کی ساری امت اور ساری انسانیت کو عبادت حقہ کی طرف لانے کے لئے یہ ذمہ داری آپ کو سونپی گئی اگر آپ لوگ یہ ساری محنت کرکے اور یہ سلسلہ آگے پہنچاتے رہے' تو قرآن وسنت کی تعلیم جاری وساری رہے گی تو اللہ کی عبادت صحیح طریقوں سے ہوگی اور اللہ کا ذکر ہوتا رہے گا لاتقوم الساعة حتى يقال فى الارض الله الله قیامت اسوقت تک قائم نہ ہوگی جب تک صحیح دین ہوگا اور اللہ کی عبادت صحیح شکل میں کی جائے گی۔

عالم کی حیات پر عالَم کی حیات موقوف

میرے والد صاحبؒ رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ یہ حیوانات کیڑے مکوڑے وغیرہ بڑے خودغرض ہیں ان کو عالم دین سے اتنی دلچسپی اسلئے ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری حیات بھی اسی پر موقوف ہے کہ کائنات باقی رہے گی تو حشرات وحوش وطیور بھی ہوں گے اب اس ملت اور امت کیلئے آپ کی اہمیت کتنی ہے وہ تو ہم نے ان احادیث و

قرآن سے سنی يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ تو یہ ساری فضیلتیں، اہمیتیں ہمارے لئے عقیدے کی حیثیت رکھتی ہیں کہ عالم کی موت سے کتنا بڑا خلاء پیدا ہوتا ہے گھر کے نگہبان کے نہ ہونے سے گھر اجڑ جاتا ہے، محلّہ کا ملک نہ ہوتو وہ محلّہ اجڑ جاتا ہے کسی سے قبیلہ اجڑ جاتا ہے کسی سے گاؤں اجڑ جاتا ہے۔

وماكان قيس هلكه هلك واحدٍ

ولكنه بنيان قوم تهدما

تو یہ حقیقت ہے کہ موت العالم موت العَالم ان کا جانا ساری دنیا پر اثر انداز ہوتا ہے تو میں عرض کررہا تھا کہ ہمارا تو عقیدہ ہے کہ ایک عالم کی ذات بڑی اہم ہے مولوی اور طالب علم بڑا اہم ہے' اس آخری دین کی بقاء ان ہی کے ذریعہ سے ہے۔

عالم کفر بھی علماء کی اہمیت جان گیا

لیکن یہ احساس کافروں کو پہلے نہیں تھا لیکن اب ان کو بھی یہ احساس بہت زیادہ ہوگیا جو لوگ آپ کو فضول ترین سمجھتے تھے اب ان کو پتہ لگ گیا ہے کہ قیمتی ترین یہی ہیں اب صدر بش بھی کہتا ہے کہ اصل سرمایہ تو اس امت کا یہی ہے وہ بیچارہ سمجھ رہا تھا کہ دنیا پر فوجوں کے ذریعہ قبضہ کرلوں گا اور لشکرکشی کروں گا' نسل کشی کروں گا اور یہ مسلمان مٹ جائیں گے، لیکن بالآخر وہ اس نقطے پر پہنچ گیا کہ یہ مٹنے والے نہیں ہیں۔

عسکری اور دفاعی صلاحیت

جب تک ان کے ساتھ یہ عسکری' دفاعی صلاحیت ہے عسکری اور دفاعی صلاحیت اس اعتبار سے نہیں کہ آپ کے ساتھ توپ وتفنگ ہیں وہ سمجھ گیا کہ اگر ان کے ساتھ یہ آخری دین ہے تو ہم ان کو نہیں مٹا سکتے اب وہ آخری دین کس وجہ سے ہے۔

عالم اسلام کے حکمرانوں اور افواج کا کردار

وہ سمجھ گیا ہے کہ اس امت کے پچپن چھپن حکمرانوں کی وجہ سے نہیں ہے وہ آخری دین ان کی فوج کی وجہ سے نہیں ہے ہر ایک نے ایک لشکر جرار تیار کیا ہوا ہے ملک کو توڑنے والے ملک کو بیچنے والے اور ملک کو ڈبونے والے لوگ وہ فوج جو کہ گزشتہ سوسالوں میں کئی سوکلومیٹر پر بھی لشکر کشی نہ کر سکی' یہ الگ بات ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ ہم دہشت گرد نہیں ہیں ہم کہتے ہیں کہ ہم صلح پسند ہیں یورپ کے میڈیا سے ہمارے گھنٹوں مناظرے ہوتے ہیں کہ بھئی! ہم دہشت گرد نہیں اور ہم مثال دے کر کہتے ہیں کہ کیا گزشتہ سوسال میں کہیں بھی ہم نے آپ لوگوں پر ایک انچ کی جارحیت کی ہے؟ تم نے دو ڈھائی سو برس سے ہمیں استعمار کا غلام بنا رکھا ہے حقیقت تو یہ ہے کہ ۵۷ سال میں ہمارے ہاں کوئی غیرت مند اور ایماندار فوجی آیا ہی نہیں ہے وہ لشکر کشی کا کیا کرے گا وہ اپنے ملک کو بھی گنوا بیٹھتے ہیں۔

اپنے ملک کو فتح کرنے والے

اور اب تو اپنے ملک کو فتح کرنے میں لگے ہوئے ہیں' ہماری جہادی فوج کو اس پر لگایا گیا کہ اپنے قبائل پر لشکر کشی کرو بہرحال اگر ہم نے کافروں پر لشکر کشی نہیں کی ہے تو یہ ہماری بزدلی اور بے حسی کی وجہ سے ہے۔

عالم اسلام کی حالت زار اور کفر کے خلاف ڈٹنے والے

ورنہ چاہیے تو یہ تھا کہ آج واشنگٹن اور دہلی پر ہمارے جھنڈے گڑے ہوتے' ۵۵ ممالک میں فلسطین پر وہ ارہابیت کر رہا ہے، شیشان میں وہ لگا ہوا ہے' بوسنیا میں وہ لگا ہوا ہے' عراق میں ہمارا جو حشر ہے اور افغانستان میں جو کچھ ہوا اور یہ ساری (مغربی) قوتیں افغانستان میں اسی لئے جمع ہوئیں کہ یہ تو واقعی صدیوں بعد ایک خدائی لشکر آ گئی

یہ خدائی لشکر آ گیا تو سنٹرل ایشیاء سارا پریشان ہو گیا' طالبان بیچارے بار بار کہتے رہے کہ ہمارا سنٹرل ایشیاء کی طرف پیش قدمی کا کوئی ارادہ نہیں ہے لیکن یہ لوگ ڈر کے مارے اس کام پر لگ گئے کہ جلد اس طاقت کو ختم کر دو ورنہ ہم زندہ نہیں رہ سکیں گے۔

سیلاب کی جھاگ

تو میں عرض کر رہا تھا کہ ان کو اس ایک ارب انسانوں (مسلمانوں) کی بھیڑ سے بھی خطرہ نہیں ہے اور یونیورسٹیوں کالجوں اور سکولوں سے جو مسٹر طبقہ نکل رہا ہے یہ تو ان کے جیب میں ہیں وہ ان کے ہاں پرکاہ کی حیثیت نہیں رکھتے اور یہ لاتعداد صدور اور وزراء اعظم اور یہ فوجوں کے جرنیل ان کو معلوم ہے کہ یہ غثاء کغثاء السیل ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ سمندر کے جھاگ کی طرح ان کی کوئی حیثیت نہیں تو ان حالات میں کون اٹھا اور کون میدان میں ڈٹ گیا اور سینہ تان کر کھڑا ہو گیا کہ خبردار! تمہارے نیو ورلڈ آرڈر کی ایسی کی تیسی تمہارے عزائم ہم پورے ہونے نہیں دیں گے۔

صرف اسلام ورلڈ آرڈر دیگر ہیچ

ورلڈ آرڈر تو اصل میں ہمارے پاس ہے إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ اور تم کون ہو کہ اپنا ورلڈ آرڈر بناؤ گے؟ ورلڈ آرڈر تو ایک ہی ہوتا ہے' ورلڈ آرڈر بدلتا نہیں ہے حضرت آدم علیہ السلام سے قیامت تک ایک ورلڈ آرڈر ہے کیونکہ اس کو بنانے والا ایک ہی ہے نیو ورلڈ آرڈر ایسا ہے کوئی کہے کہ نیا چاند لوگ کہیں گے کہ پاگل کا بچہ ہے چاند بھی نیا یا پرانا ہو سکتا ہے اسی طرح نیا سورج' سورج اور چاند اور ستارے وہ جس طرح ہیں اسی طرح ہیں اگر ایک شخص کہے کہ میں نیا چاند لگاتا ہوں، نیا سورج لگاتا ہوں تو لوگ اس کو پاگل کہیں گے کہ اسے پاگل خانے بھیج دو تو نبی رحمت ﷺ جو آسمان نبوت کے ماہتاب ہیں اس کو گھن نہیں لگتا' نہ اس کو خسوف اور کسوف ہوتا ہے دنیا کے چاندوں اور

سورج کو کسوف وخسوف بھی ہوتے ہے لیکن نبی رحمت ﷺ کو نہ کسوف ہوتا ہے، نہ خسوف اور نہ اسکے دین کو وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا یہ ورلڈ آرڈر چھوڑ کر کوئی دوسرا ورلڈ آرڈر ڈھونڈے گا تو فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ بہرحال دشمن شیطانی چکر نیو ورلڈر آرڈر میں لگ گیا تو پھر یہ مولوی اور طالبعلم میدان میں ڈٹ گئے افغانستان میں بھی ڈٹ گئے اور الحمدللہ ایک بہت بڑے سپر پاور کو پاش پاش کردیا' سوویت یونین سپریم طاقت تھی مگر اللہ اکبر کے نعروں سے اس کے پرخچے اڑا دیئے۔

امریکہ اور عالم کفر کا مدرسوں سے خوف و ہراس

اس کے بعد جو بڑی طاقت اس کی جگہ (امریکہ) آئی تو اس کو چین وسکون نہیں ہے وہ پریشان ہے کہ یہ مدرسوں میں بیٹھے ہوئے ہمیں کھا جائیں گے اس کا پیشاب خوف سے نکل رہا ہے روزانہ اس سلسلہ میں نئی نئی خبریں آرہی ہیں یورپ کے حالات دیکھو کہ بس طالبعلم آگئے' ہمارا ایک ممبر ہے صوبائی اسمبلی کا ڈپٹی اسپیکر اکرام اللہ شاہد صاحب وہ ابھی ایک وفد کے ساتھ لندن گیا ہوا تھا' سفید کپڑے پہنے ہوئے اس کی داڑھی بھی ہے وہ کہتا ہے کہ سڑک پر کھڑا تھا کسی سے پوچھنے کے لئے فلاں جگہ کو کون سی گاڑی جاتی ہے تو ایک انگریز قریب آیا اور پھر اچانک بھاگ کھڑا ہوا اور چیخ رہا تھا کہ طالبان طالبان کہ سفید کپڑوں اور ٹوپی والا ابھی کھا جائے گا ان کم بختوں کا یہ تصور ہوتا ہے کہ طالبان کے بڑے بڑے سینگ ہوتے ہیں اور داڑھ ہوتے ہیں أنياب الاغوال والا تصور ہے، یہ چیر پھاڑ کرنے والے ہیں، ہمارے ہاں یہ انگریز وغیرہ بے شمار آتے تھے دیکھنے کے بعد حیران ہوتے تھے کہ یہ تو سیدھے سادھے انسان ہیں ان کے تو نام بھی ہیں عبداللہ وعمر وغیرہ میں نے پوچھا کہ تم نے کیا سمجھا تھا؟ تو کہا کہ ہم نے سمجھا تھا کہ امریکہ وغیرہ میں جیسے ریڈ انڈین قبائل ہوتے ہیں بھیڑ بکریوں کی طرح مخلوق پر حملے کرکے چلے جاتے ہیں

تو یہ خوف ان پر طاری ہے پھر آکر دیکھتے ہیں کہ یہ کونسی مخلوق ہے کس طرح یہ ڈٹ گئے کس طرح یہ گھبراتے نہیں ہیں کس طرح یہ جام شہادت نوش کرتے ہیں کس طرح یہ اپنے بدن کے ساتھ بم باندھ کر اپنے پرخچے اڑاتے ہیں؟ اب یہ اس تجزیہ پر لگے ہوئے ہیں۔

عالم کفر کا محور اور نشانہ

اس طرح گویا سارے عالم کفر کا محور صرف آپ ہیں عالم کی اہمیت تو رسول اللہ ﷺ نے واضح فرمایا کہ عالم کیوں اہم ہے تو ان لوگوں (امریکہ) سے پوچھو تو یہ کہتے ہیں کہ سوا ارب مسلمانوں کو میں تب غلام بنا سکوں گا کہ جب اس طبقہ کو ملیامیٹ کردوں' مٹا دوں پہلے ان کو نشانہ بنا دو تو اس کی اہمیت بتائیں کتنی ہوگی؟ آپ کے یہ کم بخت پاکستانی مساٹیر (مسٹر کی جمع) کا طبقہ یہ کہتا تھا کہ یہ (مولوی) مفت خورے ہیں یہ قوم پر بوجھ ہیں' یہ کیا کام کرتے ہیں' مسجد میں روٹیاں توڑتے ہیں' اور انگریز خبیث بھی نہیں سمجھا تھا' وہ خوش تھا کہ چلو مولوی مدرسہ میں درس و تدریس میں لگا رہے' میں اپنی حکومت چلاؤں گا اس کو پتہ نہیں تھا اور اس کی حکومت کا بیڑا بھی مولویوں نے غرق کردیا مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اوران جیسے بڑے اکابرین نے مدرسوں کی شکل میں چھاؤنیاں بنائیں وہ اس بات کو نہیں سمجھے تھے کہ یہ اندر سے ایمان کی چھاؤنیاں ہیں۔

اصل ایٹم بم

وہ سب سمجھ رہے تھے کہ ایٹم بم جس کے پاس ہو وہ کامیاب ہوتا ہے اور پتہ نہیں تھا کہ بڑا ایٹم بم کیا ہے؟ تو روس، قازقستان وغیرہ کے تہہ خانے ایٹم بموں سے بھرے ہوئے تھے لیکن کوئی ایٹم بم روس کے کام نہیں آیا اور مسلمانوں کے لئے یہ بچے یہ ٹوٹے پھوٹے طالبعلم اور مولوی کام آگئے یہ ایٹم بم بن گئے تو روس اور امریکہ اب سمجھ گیا کہ اصل ایٹم بم تو یہ ہیں ایٹم بم مادی چیزوں کا نام نہیں ہے۔

غلام نہیں آزادی دلانے والا ایٹم بم چاہیے

ایٹم بم تو پاکستان کے پاس بھی ہے' اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل کیا اور یہ نعمت دی ہے لیکن ہم الٹا ایٹم بم کی حفاظت میں لگے ہوئے ہیں یعنی قصہ الٹا ہوگیا ہے ایٹم بم بنایا اس لئے تھا کہ ہمیں محفوظ کرے گا لیکن اب سارے کم بخت کہتے ہیں کہ ایٹم بم ہاتھ سے نکل جائے گا میں نے کہا کہ اس کم بخت ایٹم بم سے تو اچار بھی نہیں بنتا کہ جا کر جامعہ امدادیہ کے بچوں کے سالن میں ڈال دیا جائے اگر ایسا ہے تو پھر تو جا کر اسے بحر اٹلانٹک میں پھینک دو' ہمیں ایسا ایٹم بم نہیں چاہیے جس کی وجہ سے غلامی آ جائے' ہمیں ایسا ایٹم بم چاہیے جو کہ ہمیں غلامی سے آزادی کی طرف لائے اس ایٹم بم کی وجہ سے ان لوگوں نے ملک کو غلام بنادیا اور طشتری میں سجا کر ان کے سامنے رکھا ہوا ہے اور ساتھ ساتھ کہہ رہے ہیں کہ ہم ملک کو بچا رہے ہیں بھئی! ملک کو غیروں کے لئے بچا رہے ہو تو ملک کو کھنڈر بنانے دو اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے تباہ کردو' اگر کافر اور امریکہ کے ہاتھ میں یہ بنگلے اور پلازے جاتے ہیں تو افغانستان کے کھنڈرات اچھے ہیں یا نہیں؟ وہ عراق کے غیور عوام جو اپنا سب کچھ قربان کر رہے ہیں وہ اچھے ہیں یا بنگلوں اور پلازوں والے؟

سب سے پہلے پاکستان کا مطلب

یہاں یہ کہتے ہیں کہ پہلے پاکستان تو پہلے پاکستان کا مطلب یہ ہے کہ یہ ہماری عیاشیاں اور خرمستیاں جاری رہیں بیشک اس کے بدلے ہم غلام بن جائیں ایک شخص گھر کے دروازے سے ایک طرف ہٹ جاتا ہے اور قابضین کو کہتا ہے کہ بھئی! میرا گھر قبضہ کرلو لیکن خراب نہ کرو کیونکہ میں نے بڑی محنت سے بنایا میں تمہارے حوالے کر رہا ہوں اس کی لیٹرین بہت اعلیٰ ہے' فرش بھی بہت اعلیٰ ہے اس میں سنہری ٹوٹیاں لگی ہوئی ہیں چھیڑنا مت سنبھال کر کے تم رکھ لینا' میں نے اپنی بیوی بچے نظریہ اور ایمان سب کچھ

تیرے رحم و کرم پر دے دیئے تو کیا کوئی یہ نہیں کہے گا کہ یہ شخص پاگل ہے اس نے گھر تباہ کرلیا یا بچالیا یا اوروں کے لئے اپنا گھر بچانے میں لگ گئے ہیں اگر وہ سمجھ گئے کہ یہ مدرسے کے طالبعلم ڈٹے ہوئے ہیں' یہ تو کہتا ہے کہ میرا سب کچھ لٹ جائے لیکن میں ایمان، نظریہ اور دین نہیں چھوڑوں گا' اور غلامی قبول نہیں کروں گا۔

اسامہ طالب علموں کی شکل کی ایک مثال اور اس کا ہوّا

ایک اسامہ بن لادن کو آپ نے دیکھا وہ طالبعلموں کا ایک نمائندہ ہے ٹوٹے پھوٹے اس کے جوتے اور کپڑے پھٹے پرانے پائنچے اس کے ٹخنوں سے اونچے اور مسواک ہر وقت ہاتھ میں پراگندہ داڑھی آپ دیکھیں گے تو حیران رہ جائیں گے کہ کیا اس سے بھی کوئی ڈر سکتا ہے مگر اس سے پوری یورپ میں ایک قیامت آئی ہوئی ہے ہر روز نئے نئے شوشے آتے ہیں ایک دن ایک ٹرک والے کو یورپ میں پکڑ لیا گیا' تفتیش کے لئے' جرمنی زبان میں اس پر کچھ لکھا ہوا تھا لوڈن لوڈن اس پر فون پر فون ہوئے اور بڑی بڑی کانوائے آئیں اور ہنگامہ برپا ہوا کہ اس پر لوڈن لوڈن لکھا ہے شاید جرمنی میں لوڈ سے ہوگا انہوں نے کہا کہ یہ لادن لکھا ہوا ہے یعنی بن لادن ہے' یہ مذاق نہیں ہے حقیقت ہے کئی گھنٹوں کے بعد یہ ہنگامہ ختم ہوا اور اس بیچارے کو چھوڑ دیا گیا اب تو بیچارہ وزیر دفاع رمز فیلڈ صبح گھر سے نکلتا ہے تو بیوی پیچھے سے آواز دیتی ہے کہ او بی ایل کا کیا ہوا یعنی اسامہ بن لادن کا پھر جب وہ شام کو گھر لوٹتا ہے تو دوبارہ وہ طنزاً پوچھتی ہے کہ مِل گیا کہ نہیں' وہ سر جھکا لیتا ہے' کینیڈا اور امریکہ کے جو ہزاروں میل کی سرحدات ہیں اس کے کلبوں میں نئے سال کے آغاز میں راتوں کو پروگراموں میں بڑے بڑے پہرے ہوتے ہیں کہ کہیں اسامہ نہ گھس آئے' اگر اچانک کسی کلب میں اوپر سے چوہا کودے تو یہ بے ہوش ہوجائیں گے کہ بن لادن آ گیا' میرے ایک بیٹے کا

نام بھی اسامہ ہے‘ یہ انگریز مرد وعورت ادھر ہمارے ہاں بہت آتے ہیں حجرہ بھرا ہوتا ہے اب تو یہ سلسلہ میں نے بند کردیا ہے تو کئی مرتبہ چائے پانی لانے کے لئے میری زبان سے نکل جاتا ہے کہ اسامہ پانی لاؤ تو یہ سب ایک دوسرے کو پکڑ کر حواس باختگی میں اٹھتے ہیں یعنی یہ کیفیت میں نے دیکھی کہ اسامہ آ گیا میں پھر کہتا ہوں کہ کم بختو! اسامہ میرے بیٹے کا نام ہے مطلب یہ ہے کہ وہ آپ سے ڈر رہے ہیں، یہ حضوراقدس ﷺ کی ہیبت تھی ایک مہینے کی مسافت پر کافر لرزتا تھا نصرتُ بالرعب مسیرة شھرٍ یہ ان کے ایک ادنی امتی کی حالت ہے کہ ان کو پتہ بھی نہیں ہے کہ کہاں ہے زندہ ہے یا مرا ہے‘ یا غاروں میں ہے، یہاں سے وہ واشنگٹن پر کیا کرسکتا ہے لیکن ہر مہینے وہاں کی CIA رپورٹ دیتی ہے کہ یہ مہینہ بڑا سخت ہے اب بھی رپورٹ دی ہے کہ ہم پر حملے ہوسکتے ہیں یہ خداوندی رعب ہے ایک مہینہ کی مسافت کا جو بیان حدیث میں ہے اب بھی وہی بات ہے اب مہینوں کی مسافت گھنٹوں میں ہوگی۔

اللہ کے واحد سپر پاور ہونے کا ثبوت

اخبارات میں آپ نے پڑھا ہوگا کہ برطانیہ کے سفارتکار اور اس کے ساتھ کچھ دیگر لوگ اس دن مجھ سے ملنے آئے تھے‘ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ وہ پکڑا کیوں نہیں جاتا میں نے کہا کہ یہ تو امریکیوں سے پوچھو جو دنیا میں بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں‘ کہ ہم کیڑے مکوڑے بھی گنتے ہیں اور گاڑیوں اور اس کے نمبرات کو بھی نوٹ کرتے ہیں اور اسے سپر پاور ہونے کا بڑا گھمنڈ بھی ہے تو میں نے کہا کہ اس کی وجہ یہی ہے کہ سپر پاور امریکہ نہیں اللہ تعالیٰ ہے جس نے ثابت کروا دیا ہے کہ سپر پاور میں ہوں، سارے کے سارے سپر پاور زجمع ہوجائیں تو ایک ٹوٹے پھوٹے طالبعلم ایک مسکین و پردیسی کو وہ گرفتار نہیں کرسکتے ہیں یہ ہے ساری صورتحال اب اس کا نشانہ اور ہدف یہ ہے کہ آپ لوگوں کو مٹایا جائے اور اس ملک کا دینی تشخص ختم کیا جائے۔

الکفر ملة واحدة کا کامل ظہور

صلیبی دہشتگردی کبھی بھی اس طرح متفق نہیں ہوئی تھی دہشت گرد کبھی عالم اسلام اور امت کے خلاف اس طرح سے اکھٹے نہیں ہوئے تھے حضور ﷺ نے فرمایا الکفر ملة واحدة لیکن ان کے وحدت کا صحیح ظہور چودہ سو سال میں اب ہوا ہے ہمیشہ کچھ کافر مسلمانوں کے ساتھ ہوتے تھے غزوہ الاحزاب میں بھی کچھ تو منافقت کے پردہ میں تھے لیکن کچھ مسلمانوں کے ساتھ تھے معاہدے بھی کر لئے تھے کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ ہوں گے اکثریت دشمن ہوجاتی تھی لیکن کوئی ایک چھوٹا سا ٹولہ اور گروپ کافروں کا اپنے مفادات اور مقاصد کے لئے مسلمانوں کے ساتھ ہوتا تھا تاتاری جنگوں میں بھی تمام کفر ایک نہیں تھا صلیبی جنگوں میں بھی سارے (کفار) مسلمانوں کے خلاف جمع نہیں ہوئے تھے کچھ مسلمانوں کے ساتھ ہوتے ان کے مدمقابل دشمن تھے اور مسلمانوں کو بار بار پیغامات دیتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں روس اور امریکہ جب مسلسل ایک بڑی جنگ میں لڑ رہے تھے تو کوئی مسلمانوں کے ساتھ ہوتا تھا اور کوئی کافروں کے ساتھ جو مسلمان روس کے دشمن تھے تو امریکہ ان کی پشت پناہی کرتا تھا یعنی کافر بٹے ہوتے تھے لیکن یہ وقت چودہ سو سال میں ایسا آیا ہے کہ پورا عالم کفر تمام ادیان وملل مسلمانوں کے خلاف ایک ہوگئے ہیں‘ روس اور امریکہ سیاسی لحاظ سے ایک ہوگئے چین اور بھارت بھی انکے ساتھ ہے اور مذہب کے لحاظ سے یہودیت جو اس ساری خباثت کی بنیاد ہے مگر امریکہ اس کی پرورش کر رہا ہے۔

عالمی دہشت گردی کا مذہبی اور تاریخی پس منظر

امریکہ کا سب سے بڑا مشن یہ ہے کہ یہودیت کی ساری پیشن گوئیاں ابھی ظاہر ہوجائیں حضرت مسیح علیہ السلام کے اترنے کے حالات پیدا ہو اور وہ تب ہوں

گے جب مسلمانوں کو مکمل طور پر ملیامیٹ کر دیا جائے پھر جزیرۃ العرب ان کے کنٹرول میں ہوگا ، مکہ اور مدینہ پر ان کی حکومت ہوگی اور دمشق وغیرہ سارا اسرائیل کے ہاتھ میں ہوگا اپنی کتابوں کی پیشن گوئیوں کی وجہ سے یہ سارے ایک ہوگئے وہ کہتے ہیں کہ ہمارے عیسیٰ علیہ السلام کسی طرح آ جائیں یہودی اپنا ایک روڈ میپ بنائے ہوئے ہیں یہ ایک پورا تاریخی پس منظر ہے تہہ میں سارا ان کا مذہب چل رہا ہے۔

بنیاد پرستی پر فخر

جو ہمیں انتہا پسند کہہ رہے ہیں اور دہشتگرد کہہ رہے ہیں' یہ سب بکواس ہے بنیاد پرست یہ لوگ خود ہیں' مگر ہمیں بنیاد پرست کہتے ہیں مگر ہم اس پر فخر کرتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ ہم اس معنی میں بنیاد پرست ہیں کہ ہماری بنیادیں قرآن وسنت ہیں، صحابہ تابعین' تبع تابعین مشائخ ہمارے سند ہیں' ہماری تو ایک حدیث میں بھی حضور ﷺ تک راویوں کی بنیادیں موجود ہیں اور کوئی لفظ بھی ہماری کتابوں میں بغیر سند کے نہیں ۔ ہم الحمدللہ حلالی ہیں اور تمہارا باپ کلیۃً نہیں ہوتا ان کی شناخت فارم کے خانہ میں ولدیت کا جو ذکر ہے اس میں ماں کا نام لگا دیا گیا کیونکہ ماں تو بیچاری معلوم ہے لیکن باپ کون تھا؟ تو ان کو اکثر معلوم نہیں ہوتا اس لئے ذلیل ہونے سے بچانے کے لئے فیصلہ کیا کہ باپ کا ذکر ہی چھوڑ دو جانوروں کی طرح کوئی باپ معلوم نہیں ہوتا ہمارا تو الحمدللہ سارا دین بنیاد ہی بنیاد ہے۔

بش وغیرہ کا بغض اور نفرت

تعصب، خباثت اور نفرت اسلام سے تو ان میں ہے، ہم تو بڑے کھلے دل والے ہیں مسلمان تو ہر امت کے لئے دروازے کھلے رکھتا ہے لیکن ان کے حالات اگر اندرونی طور پر ٹٹولے جائیں تو معلوم ہوگا کہ بش وغیرہ صبح جب اٹھتے ہیں تو اپنی فتوحات اور صلیبی جنگوں

کے جو ترانے' جنتر ومنتر' اشلوک وغیرہ جو ہوتے ہیں وہ ایک گھنٹہ تک پڑھتے ہیں ان پر یہ بات چھائی ہوئی ہے کہ میں اس امت کو صفحہ ہستی سے مٹا دوں ہر وقت یہ سوچتے ہیں کہ مسلمانوں کو کیسے مٹایا جائے۔

دارالحرب و دارالاسلام کی ایک الزامی توجیہہ

ہم سے پھر آ کر پوچھتے ہیں کہ دارالحرب اور دارالاسلام کیا ہے؟ ہم پر طعن کرتے ہیں، ان کے بڑے بڑے تھینک ٹینک کے لوگ اور پروفیسر وغیرہ اس میں لگے ہیں تو مجھ سے سوال کیا کہ دارالحرب اور دارالاسلام کیا چیز ہے؟ میں نے بات گول کر دی اور دل میں کہا کہ یا اللہ! میری مدد فرما اب اگر فقہ کی تفصیلات میں جاتے تو آپ کو معلوم ہے کہ کیا معنی ہے میں نے جواب میں کہا کہ دارالاسلام اس لئے دارالاسلام ہے کہ ہم ہر وقت امن وسلامتی کی سوچتے ہیں' دارالاسلام وہ ملک ہے جو جنگ کا سوچتا ہی نہیں ہے اور دارالحرب والے کم بخت ہر وقت حرب کا سوچتے ہیں (یہ میں نے ویسے ہی تاویل کی خامنائی کے بعد دوسرے نمبر پر ایک شیعہ مجتہد ایت اللہ شیرازی ایران میں مجھے ملا اس نے اس بارے میں کہا کہ مولانا! یہ تو الہامی بات ہوگئی) بہرحال میں نے کہا کہ یہ دارالحرب آپ کے خطے کو اس لئے کہتے ہیں کہ تم اندر اندر ہر وقت حرب کی سوچتے ہو' انسانیت کے دشمن ہو اور ہم ہر وقت اسلام اور امن وسلامتی کی سوچتے ہیں۔

اسلام اور مسلمان کا محور سلامتی

اسلام کا معنی ہی سلامتی ہے ہم کہاں دہشت گرد ہیں؟ ہماری تو ہر وقت ایک دوسرے پر امن وسلامتی کی بارش ہوتی ہے کہ السلام علیکم' السلام علیکم چوبیس گھنٹہ یہ سلسلہ جاری رہتا ہے السلام علیکم کا مطلب ہے کہ تمہیں امن وسلامتی ہو اے لوگو! ہم سے دہشتگردی کا تصور بھی مت کرو سلامتی اور دہشت گردی متضاد ہیں یہ ارہابیت کو اسلام

کہتے ہیں ہمارے ہاں تو سلامتی پر اتنا زور لگایا گیا کہ تمام وقت اسی پر لگ جاتا ہے حضورﷺ نے فرمایا أفشو السلام سلام پھیلا دو دشمن دوست بازار میں ہرجگہ یہ آواز پہنچا دو السلام علیکم، سلام ہو تم پر ہم لوگوں کی ابتدائی باتیں ہی تو دعائیں ہوتی ہیں، ہماری شروع ہی ایسی بات سے ہوتی ہے جس کی مثال نہیں ہے سلام ہو تم پر دنیا میں بھی آخرت میں بھی، اپنوں سے بھی، دشمنوں سے بھی۔

اسلام کے سلام کا دوسروں سے موازنہ

میرے والد صاحب حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ فرماتے تھے کہ پٹھان تو سلام میں ایک طرح کی بددعا دیتے ہیں ستڑے مہ شے وہ بیچارہ کام کے عذاب میں لگا رہتا ہے، کھیتی باڑی کر رہا ہوتا ہے، اور پسینہ اس کو آ رہا ہوتا ہے اور اس کا دم گھٹا ہوتا ہے، یہ کہتا ہے کہ ستڑے مہ شے یعنی خدا تمہیں نہ تھکائے گویا اسی میں لگے رہو کہیں تھک نہ جانا شام تک اسی میں لگے رہو بددعا نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اسی طرح یہ کوئی تک ہے کہ گڈ مارننگ یعنی صبح کو تو ٹھیک رہے، دوپہر کو تباہ و برباد ہو جائے شام کو گڈ ایوننگ کہتے ہیں عربوں نے بھی ان کے نخرے سارے سیکھ لئے صبحك الله بالخير یا صباح الخير مساء الخير محدود چیز ہے وہ دعا بھی محدود ہے وقت بھی محدود ہے لیکن اس کے مقابل السلام علیکم اتنی اہم چیز ہے کہ خدا نے ہماری جنت کو بھی دارالسلام کہا جنت کو بھی اسی لئے دارالسلام کہتے ہیں کہ ادھر سلامتی ہی سلامتی ہے، دہشتگردی کا کوئی تصور ہی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ بھی جب ہم سے بات کرے گا تو کوئی اور دعا نہیں کرے گا ستڑے مہ شے، صباح الخير گڈ مارننگ نہیں کہے گا بلکہ سَلٰمٌ قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِيۡمٍ پھر یہ بھی سلاماً سلاماً یہ سارے آیات اگر آپ حضرات جمع کریں تو معلوم ہوگا کہ سارا قرآن اسی سے بھرا ہے اٹھنا بیٹھنا، رہن سہن سب سلامتی کی لپیٹ میں ہے، تم نے سلامتی کا کہہ دیا تو دوسرے پر واجب ہو گیا کہ آپکو وعلیکم

السلام کہے اور ہر حالت میں آپ کو سلامتی کا تحفظ دلائے جواب لازماً دے گا کہ میری طرف سے بھی آپ کو سلامتی ہے، حدیث میں آتا ہے افشو السلام علی من عرفت و من لم تعرف اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی آپ کو ملے اس میں یہ نہ دیکھے کہ کون ہے آپ سلام پھیلائیں میرے خیال میں تو کوئی تخصیص نہیں ہے وہاں بھی کہا کہ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدٰى سلام ہی سے حضورﷺ کے خطوط شروع ہوتے تھے قیصر و کسریٰ صرف ہدایت کی پیروی کرو ہماری طرف سے دہشت گردی کا تصور بھی نہ کرو ایک اور جگہ ہے کہ المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده (بخاری:ح٤) مسلمان وہ ہے جس میں ارہابیت اور دہشتگردی نہ ہو المومن من امنه الناس على دمائهم و اموالهم (الجامع الصغير : ح ۹۲۰۷) یہاں الناس کہا پہلے والے میں مسلمون تھا ادھر مسلمون نہیں الناس کہا گیا یہودی ہو عیسائی ہو جو بھی ہو انسان ہو بنی نوع انسانیت سے ہو تو وہ محفوظ ہوگا۔

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عالم کفر کا پروپیگنڈہ اور شیطانی چال

عالم کفر نے اکٹھے ہو کر ایک شور و طوفان مچا دیا اور کہا کہ ایسا شور مچاؤ کہ سب لوگ ہمارے ساتھ ہو جائیں مسلمان کو درندے کی شکل میں پیش کرو بالخصوص آپ جیسے مسلمان جو کہ مسجدوں اور مدرسوں والے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ درندے ہیں حقیقت تو ان کو معلوم ہے کہ یہ چوکیدار ہیں اور خزانہ موتی جواہر یعنی قرآن و سنت انکے پاس ہے یہ اس پر بیٹھے ہوئے ہیں ساری امت مطمئن ہے کہ الحمدللہ یہ چوکیدار تو ہیں اور خزانہ (دین) محفوظ ہے تو مغرب نے شور مچانا شروع کر دیا کہ اس چوکیدار کو پہلے مسخ کردو، بدنام کرو، شور مچاؤ کہ یہ انسان نہیں ہے درندہ ہے، یہ سانپ ہے اور یہ تو بھیڑیا ہے سارا تجزیہ یہی ہے کہ پورا میڈیا پورا عالم کفر تمام اخبارات اسی پر لگے ہوئے ہیں کہ مسلمان کو بھیڑیا ثابت کرو انکو پتہ ہے کہ اندر درحقیقت سراپا رحمت ہے، بھیڑیا بھیڑیا کے شور میں سارے لوگ اکٹھے ہو جائیں گے۔

دہشت گردی ایک لطیفہ

وہ کسی نے لطیفہ سنایا تھا کہ ایک شخص اپنی بکری بیچنے منڈی لے جارہا تھا' چوروں نے اس سے بکری چھیننے کے لئے مشورہ کیا کہ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بیٹھ کر اس سے کہیں گے کہ یہ گدھا کتنے کا ہے' تو یہ گدھا سمجھ کر چھوڑ دے گا اور بکری ہمیں مل جائے گی اسی طرح ہوا' راستہ میں ایک جگہ چور نے کہا کہ بڑے میاں یہ گدھا کتنے کا بیچو گے؟ اس نے کہا کہ پاگل ہو دیکھتے نہیں ہو یہ گدھا ہے یا بکری؟ تھوڑی دور اور گیا تو دوسرے چور نے پوچھا کہ کیا اس گدھے کو منڈی لے جارہے ہو؟ پھر اس نے اس کو کوسا کہ دیکھتے نہیں گدھا ہے یا بکری؟ تھوڑی دور مزید آگے گیا تو تیسرے چور نے بھی منصوبہ کے مطابق اسے کہا کہ شاید تم گدھے سے تنگ آگئے ہو اور منڈی میں بیچنے کا ارادہ کئے ہوئے ہو اب یہ بیچارہ سٹپٹا گیا اور جلدی سے بکری کو چھوڑ دیا اور دل میں کہا کہ میں پاگل ہوں' یہ سارے کے سارے تو پاگل نہیں ہیں تو وہ (امریکہ) بھی یہی کر رہا ہے کہ قرآن تمہارا دہشتگردی کا ہے، نبی ﷺ رحمت دہشتگردی کا ہے اور جہاد کی جو باتیں ہیں یہ بھی دہشتگردی کی ہیں کہتے ہیں کہ اتنا شور مچاؤ کہ پھر سارے کے سارے لوگ ہمارے ساتھ ہو جائیں۔

مشرق بھی مغرب کی چال میں آ گیا

اس پروپیگنڈہ سے اب کم بخت مشرق بھی مغرب کے ساتھ ہو گیا ہے۔ ہم جاپانیوں سے اور فار ایسٹ کے لوگوں کے ساتھ لڑتے ہیں کہ بدبختو! تم ان کا ساتھ کیوں دے رہے ہو؟ تم ہیروشیما وغیرہ سب بھول گئے ہو ان درندوں نے تو تمہارے شہر کے شہر مٹا دیئے تھے، مگر جاپان بھی ان کے ساتھ ہے میں ان کو کوستا ہوں کہ بے غیرتو! تم تو مشرق کے لوگ ہو تو جواب میں جاپانی کہتے ہیں کہ ہم کیا کریں وہ شور مچا رہے ہیں کہ یہ سب درندے ہیں پھر وہ کہتے ہیں کہ ہم سب پروپیگنڈے کی زد میں آ گئے ہیں کہ مسلمان دہشت گرد ہے اگر اسے نہ مٹایا گیا تو کوئی محفوظ نہیں ہوگا گویا مشرق اور مغرب

سارا ایک ہو گیا یہودیت اور عیسائیت ساری ایک ہو گئی اور مشرک تو ہے ہی ان کے ساتھ کمیونزم اور کیپٹلزم ایک ہو گیا جو کچھ امریکہ کہتا ہے' چین بھی اسکا ساتھ دیتا ہے وہ کیوں؟ اس لئے کہ چین بھی کہہ رہا ہے کہ میں بھی ڈر رہا ہوں' ان کو (امریکہ) ڈرا رہا ہے کہ یہ مولوی اب وہاں آئیں گے اور آپ کے چینی ترکستان سنکیانگ کے مسلمان اٹھیں گے اور آپ کو کھا جائیں گے آپ کے لئے فضا بہت خراب ہو گی پرویز بھی یہی کہہ رہا ہے' تقریریں ہر وقت کرتا پھرتا ہے کہ انتہا پسندی نہیں چاہیے اس کے دماغ میں بھی یہ بٹھا دیا گیا ہے ہر شخص اور قوم کے ذہن میں یہ بات ڈال دی گئی کہ دین دہشتگردی ہے تو دین کو مٹاؤ اور پہلا حملہ مدرسوں پر کرو۔

دہشت گردوں کا پہلا ٹارگٹ نظام تعلیم

اس وقت ان کا پروگرام یہ ہے کہ دہشتگردی کا پہلا نشانہ آپ کا نظام تعلیم ہو صلیبی دہشت گردی کا پہلا ٹارگٹ حکمران نہیں' فوج نہیں' امت مسلمہ کی تعلیم ہے دینی مدرسے کی تعلیم تو ان کو خود زہر لگتی ہے کیونکہ وہ تو سراسر دین کی حفاظت کا ذریعہ ہے لیکن کالجوں یونیورسٹیوں اور سکولوں کے سلیبسوں میں جو دینی تعلیم کے برائے نام چند صفحات ہیں اس کو بھی وہ مٹانا چاہتے ہیں خواہ یہ مدینہ میں ہو، مکہ میں ہو یا پاکستان میں ہو وہ سارے نظام تعلیم کو تباہ کرنا چاہتا ہے اور اس کیلئے کروڑوں اربوں ڈالر رکھے گئے ہیں کہ پاکستان میں دینی مدارس کی اصلاح کرو یعنی اسکی روح نکال کر ختم کر دو، بات لمبی ہو گئی میں عرض کر رہا تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بھی اہم ہیں رسول اللہ کی نگاہ میں بھی اہم ہیں اور کائنات کیلئے بھی اہمیت کے حامل ہیں لیکن اب دشمن کی نگاہ میں بھی آپ اہم ہیں۔

امریکی ایجنڈا اور مستقبل کے خطرات

یہ جو کچھ بھی آپ کے پاکستان میں ہو رہا ہے یہ سب امریکی ایجنڈے کا حصہ

ہے سیکولر طاقتوں کو آگے لایا جارہا ہے جہاں ذرا تھوڑی بہت دینی حس ہوان کو اس سے خطرہ ہے ہم پر سخت دن آنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ہی اس امت کی حفاظت کرے خدا نہ کرے اگر ہم کمزور پڑ گئے ضعیف ہوگئے یہ ہمارے مدرسے نہ ہوں یا ہم انتشار کے شکار ہوگئے تو پھر تاشقند وسمرقند والے حالات ادھر پیدا ہوں گے یہ ساری فضا اسی لئے بنائی جارہی ہے کہ آتے ہی حدود آرڈیننس ختم کردو کون ہوتا ہے مسلمان کہ کسی عورت اور مرد کو زنا سے روکے مرد وعورت کی مرضی ہے' حدود آرڈیننس تو یہی ہے کہ انسان کو انسانیت کے دائرے میں رکھا جائے لیکن وہ تو کہتے ہیں کہ مرد کا مرد سے شادی رچانا جائز ہے ،جلوس نکالے جارہے ہیں، مظاہرے ہورہے ہیں' پارلیمنٹ میں قراردادیں پاس کرائی جارہی ہیں ابھی بعض ممالک میں اس سلسلے میں ریزولیشن پاس ہوئی کہ مردوں کومردوں سے نکاح کا حق دے دو' لواطت اور زنا ان کے نزدیک کوئی مسئلہ (عیب) نہیں وہ کہتے ہیں کہ مسلم معاشرہ بھی ہماری طرح ہوجائے۔

طالبان کا جرم اور تہذیبوں کا ٹکراؤ

طالبان کا سب سے بڑا جرم یہی تھا کہ وہ انسانوں کوانسانوں کی طرح رکھنا چاہتے تھے وہ فحاشی' بے حیائی اور بے حجابی کے روادار نہیں تھے اور انسانیت کا حیوانات سے مابہ الامتیاز چیز تو یہی ہے لیکن وہ سب (مغرب) کے پیچھے پڑ گئے' حقیقت میں نہ اسامہ مسئلہ تھا، نہ کچھ اور اگر طالبان لکھ کر بھی دیتے کہ اسامہ لے لو یا دے بھی دیتے تو بھی امریکہ رکنے والا نہیں، امریکہ چاہتا تھا کہ ہمیں طالبان یہ لکھ کر دیں کہ طالبان ہمارے اس نظام کے خلاف ایک نئی تہذیب کی جڑیں نہیں لگائیں گے وہ اپنی تہذیب مسلط کرانا چاہتے تھے اور یہ تہذیبوں کی جنگ ہے' تہذیبوں کی اس جنگ میں سارے بدتمیز اور بدتہذیب حیوانی طاقتیں یہود ونصاریٰ، گوتم بدھ والے کمیونسٹ اور ہندوستان کے مشرک سب ایک ہوگئے۔

حالت جنگ اور قحط الرجال

تو ایسے حالات میں ہم انتہائی آزمائش میں ہیں اس سلسلہ میں انابت الی اللہ اور الحاح وتضرع بھی جاری رکھیں' میں اسی لئے کہتا ہوں کہ ایسے حالات میں کسی عالم کا جانا ایسا ہوتا ہے کہ جیسے عین حالتِ جنگ میں مورچے پر بیٹھے انہوں نے مورچے سنبھالے ہوئے ہیں یہ مفتی زین العابدینؒ کی شکل میں ہو یا حضرت شیخ مولانا نذیر احمدؒ کی شکل میں ہو' مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ کی شکل میں ہو جو ایک ایک کرکے ہمیں ان دنوں داغ مفارقت دے گئے آج میں کہہ رہا تھا کہ بدقسمتی سے فیصل آباد یتیم ہوتا جارہا ہے بلکہ ہوگیا ہے یعنی مولانا ضیاء القاسمیؒ بھی چلے گئے' یہ شیخین جو یہاں کے تمغے اور جھومر تھے ان حضرات نے دعوت وتبلیغ درس وتدریس اور جہاد کے میدانوں میں مثالیں قائم کیں تو عین وقت میں جب ہم جنگ میں لگے ہیں اور قحط الرجال ہے ان حالات میں ایک اچھا کمانڈر چلا جائے تو کتنی بڑی بدقسمتی ہوگی وہ کمانڈر پاکستان کے جس حصے سے بھی جاتا ہے ہم بہت کمزور ہوتے جارہے ہیں اگر عام حالات ہوتے تو پھر ایسا کوئی مسئلہ نہ ہوتا خاص حالات میں اس سے بہت زیادہ فرق پڑتا ہے۔

سعید بن جبیرؒ اور حجاج بن یوسف

حجاج بن یوسف نے بے شمار علماء تابعین اجلہ اکابر کو قتل کیا مگر اللہ نے ڈھیل دے رکھی ہے آخر میں اس نے سعید بن المسیبؓ اور سعید بن جبیرؒ کو بھی نہ چھوڑا اور تاریخ میں ہے کہ اس ظالم نے جب سعید بن جبیرؒ کو قتل کردیا تو کہتے ہیں اسوقت سعید بن جبیرؒ کا کوئی متبادل نہیں تھا' قحط الرجال تھا یہ آخری نشانیاں تھیں اس کے قتل کرنے کے بعد اس پر دورے پڑنے شروع ہوگئے اس سے پہلے اس کو کسی اور کا احساس نہ تھا لیکن جب اس کو مارا تو اسپر اللہ نے ایک بیماری مسلط کردی' ہڑبڑا کر بیٹھ کر چیختا تھا کہ سعید سعید سے

بچاؤ، بھرے دربار میں اچانک چیختا تھا اور دورہ آجاتا تھا سعید سعید کہہ کر پاگلوں کی طرح چلاّتا تھا تاریخ میں عجیب بیان ہے تو لوگوں نے لکھا ہے کہ یہ اس لئے ہوا تھا خدا نے اس کو سزا دی قحط الرجال تھا اور یہ آخری شخص تھا پہلے ایک کے بعد دوسرا جگہ لیتا تھا دوسرے کے بعد تیسرا جگہ لے لیتا تھا اور ہزاروں ہوتے تھے‘ شہر کے شہر آباد تھے

معرکہ حق و باطل میں اکابر کا اٹھ جانا

لیکن اگر آخری حالات میں کسی پر ایسا سانحہ آجائے تو اس پر صدمہ اس لئے بڑا ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا متبادل نہیں ہوتا اب ہر جگہ ہمیں بہت بڑی تعداد کی ضرورت ہے کیونکہ چیلنج سر پر آ گیا ہے اور ہمیں معرکہ درپیش ہے صلیب واسلام کا معرکہ ہے، صلیب و طالبان کا معرکہ ہے حق و باطل کا معرکہ ہے اور انسانیت اور حیوانیت، درندگی اور شرافت کا معرکہ ہے‘ بہرحال آپ طلبہ لوگ ہمارا سرمایہ ہیں آپ لوگ اپنے آپ کو قیمتی سمجھ کر قیمتی بنائیں‘ آپ کیوں اتنے زیادہ قیمتی ہیں اس لئے کہ آپ کا مقام بہت بڑا ہے اور ذمہ داریاں بڑی نازک ہیں آپ نے میدان میں اترنا ہے ہمارا یہ سرمایہ رہے گا تو عالم اسلام غلام نہیں ہوسکے گا، ملت مسلمہ کو نہیں مٹایا جاسکے گا ان شاء اللہ ہم سب دعا کرتے ہیں۔

ان اکابرین کے ساتھ میرا تعلق

حضرت مولانا مرحوم کی مجھ سے بڑی شفقت تھی وہ سیاسی شخص نہیں تھے اور سیاست سے اپنے آپ کو بہت دور رکھتے تھے علم دین تدریس اور روحانیت ان لوگوں کا یہ خاص مزاج تھا اور میں بھی اس معنی میں سیاسی شخص نہیں تھا لیکن پھر بھی عرف میں ایک سیاسی شخص تھا‘ تہمت تو ہم پر لگی ہوئی ہے لیکن میرے ساتھ انہوں نے ہر معاملے میں شفقت کا ہاتھ رکھا جو بھی ہماری یہ تحریکیں چلیں اور جو جدوجہد ہوئی تو وہ ہمیں دعائیں

دیتے تھے عام مزاج سے ہٹ کر یہاں آپ سے خطاب کا حکم دے دیتے تھے‘ یہی حالت حضرت مفتی زین العابدین مرحوم کی تھی کوئی بھی سخت معرکہ آیا تو بیماری کی حالت میں انہیں اٹھا کر وہاں اکوڑہ خٹک لایا گیا‘ یہی حضرت شیخ کی شفقت تھی‘ ان کی دعائیں تھیں میرے ساتھ کچھ نہیں سوائے ان اکابر کے توجہ و اخلاص کے اور یہی ہمارا سرمایہ تھا ہم جیسے لوگ تو بہت یتیم اور بے سہارا ہوجاتے ہیں‘ جب اور کچھ نہ ہو اور یہ سہارا بھی چلا جائے‘ سب دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ اس خلاء کو پُر فرمائے اور حضرت کی برکات جاری وساری رکھیں ان شاء اللہ یہ ہر طالبعلم اور حضرت کا ہر فرزند باقیات الصالحات ہوگا اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

واخردعوانا أن الحمدلله رب العالمين

ضبط وترتیب: حافظ عرفان الحق حقانی

الحق: ج ۳۹، اگست ۲۰۰۴ء،

مولانا یونس خالص مرحوم کی وفات کا حادثہ فاجعہ

قیامِ حقانیہ سے بھی قبل شیخ الحدیث کے حلقہ درس کے اولین فرزند یعنی قدیم اولڈ بوائے
عظیم مجاہد مولانا یونس خالص کے تعزیتی اجتماع میں مولانا سمیع الحق کا خطاب

جہاد افغانستان کے عظیم ہیرو اور مجاہد اول حضرت مولانا محمد یونس خالص حقانی ۱۸/ جولائی کو طویل علالت کے بعد سرخرو اور شاداں دار آخرت کو روانہ ہوئے ، بعد میں اُن کی یاد میں دارالعلوم حقانیہ میں ۲۶/جولائی کو ایوان شریعت ہال میں ایک تعزیتی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا اور اس موقع پر ہزاروں طلباء نے ختماتِ قرآن کئے اور احقر نے حضرتؒ کے کارنامے بیان کئے اور اس عظیم حقانی سپوت کو مادر علمی کی طرف سے بھرپور خراج تحسین پیش کیا گیا...... (س)

بسم اللّٰہ الرَّحمن الرَّحیم اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰۃِ وَ الْاِنْجِیْلِ وَ الْقُرْاٰنِ وَ مَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ وَ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۱۱﴾ (التوبہ:۱۱۱)

حالات وتذکرہ فراغت

مولانا یونس خالصؒ فارسی کے رسائل وجرائد تقسیم کیا کرتے تھے،عربی میں ان کو بہت مہارت حاصل تھی وہ بہت سے رسائل چھپکے چھپکے تقسیم کیا کرتے تھے اور اسی طرح بہت سے واقعات ان کے زمانے کے مشہور ہیں ۔

میری تاریخ پیدائش سے تو وہ ۱۹۳۷ء یا ۳۸ میں یہاں تھے اس وقت دارالعلوم حقانیہ قائم نہیں ہوا تھا اُس وقت حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ دارالعلوم دیوبند تدریس کیلئے نہیں گئے بلکہ فراغت کے بعد جب وہ دیوبند سے واپس آئے تو یہ طلباء اور علماء اُنکے خدمت میں آگئے ہماری پرانی مسجد محلّہ ککے زئی میں والدِ محترم نے درس شروع کیا اُن طلباء میں پہلے طالب علم مولانا یونس خالصؒ تھے اور ان کے بھائی مولانا یوسف بھی تھے، ان دونوں بھائیوں نے تین سال اُس مسجد میں گزارے آپ طلباء کو ترمذی ایک سال میں پڑھاتے ہیں مگر انہوں نے ترمذی دوسال میں پڑھی۔

مولانا انوارالحق صاحب مجھ سے تقریبا پانچ سال چھوٹے ہیں اور میں نے اس بات کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا کہ مولانا خالصؒ ،مجھ سے کہا کرتے تھے کہ آپ ایک سال ڈیڑھ سال کے تھے اور آپ ہمارے ساتھ پرانی مسجد میں بیٹھا کرتے تھے اور والدمحترم دیوار کے سائے میں بیٹھ کر درس دیا کرتے تھے تو مولانا خالصؒ مجھ سے فرماتے تھے کہ کھیلتے کھیلتے کبھی آپ پیشاپ کر لیتے تو مولانا مجھ سے فرماتے کہ اُٹھ کر اس پیشاب پر پانی بہاؤ،تو معلوم ہوا کہ میں ایک سال کا تھا اور مولانا خالصؒ نے سن ۱۹۳۷ء ۳۸ میں دورہ حدیث کیا ہوگا اور پھر فراغت کے بعد تدریس میں مصروف ہوگئے انتہائی پختہ عالم تھے ۔

علمی مہارت اور جہادی کردار

معقولات میں حددرجہ ماہر تھے جہادِ افغانستان کا ابتدائی آغاز انھوں نے کیا تھا اور انھوں نے حزب اسلامی قائم کیا، حکمتیار بھی انہی کے پارٹی میں تھے، اس وقت حکمتیار حزبِ اسلامی کا ایک عام کارکن تھا اور جب یہ پارٹی مضبوط ہوگئی تو اس نے اپنی پارٹی علیحدہ کرلی، تب دوگروپوں میں تقسیم ہوگئے بہر حال زیادہ ترمجاہدین وعلماء مولانا خالص کی پارٹی میں تھے اور زیادہ ترجہاد علماء نے کیا ہے اور اسی سبب سے علماء حق کو اللہ تعالیٰ نے سرخرو کرادیا، مولانا یونس خالصؒ، مولانا جلال الدین حقانی حفظہ اللہ کو آخر وقت تک حق پر قائم رکھا۔

فاضل حقانیہ نے ریگن کو براہ راست دعوت اسلام دی

مولانا خالصؒ پاکستان کا دورہ کیا کرتے تھے، ہم اُن کو جہاد کی دعوت کے لئے لے جایا کرتے تھے میں ایک مرتبہ اُن کو لاہور لے کر گیا شیخو پورہ میں ایک بڑا جلوس استقبال کر رہا تھا اور ہر شہر میں علماء جمع تھے اور اکثر جلسوں میں مولانا خالصؒ بیان فرمایا کرتے تھے بہرحال وقت گزرتے گزرتے اللہ نے جہاد کو بڑی تقویت بخشی، امریکہ خوش تھا اپنے مقصد کو پورا ہوتا دیکھ کر، مجاہدین کے بہت بڑے استقبال کیا کرتا تھا ایک وفد میں مولانا یونس خالص صاحبؒ یورپ گئے، امریکہ گئے، ریگن کا زمانہ تھا اور ریگن کو اسلام کی دعوت بھی دی یہ حقانیہ کے واحد فاضل ہے جنہوں نے ریگن کو براہ راست اسلام کی دعوت دی تمام آداب کے مطابق اَسْلِمْ تَسْلِمْ کی بنیاد پر۔

خانہ جنگی سے کنارہ کشی

پھر خانہ جنگی کا دور شروع ہوگیا، بدقسمتی سے تمام لیڈرز ایک دوسرے کے

خلاف ہوگئے تو یہ حضرات ایک طرف ہوکر خاموش بیٹھ گئے اور کسی بھی ایک جماعت کا ساتھ نہ دیا بعد میں مولانا یونس خالص یہاں آگئے اور حکمتیار اور ربانی، پنجشیر اور سیاف کے جنگ میں یہ لوگ بالکل لاتعلق ہوگئے اور آخر تک جہاد کے حامی رہے۔

طالبان کی حمایت

جب طالبان آگئے تو مولانا یونس خالصؒ نے علی الاعلان ان کا ساتھ دیا مولانا خالصؒ نے ان خطرناک حالات میں اعلان کیا کہ امریکہ کے خلاف جہاد فرض عین ہے جب امریکہ کو اس بات کا علم ہوا ان کو قید کرنے کے احکامات جاری کردیئے اس کے بعد مولانا خالصؒ روپوش ہوگئے اور تقریبا تین سال تک روپوش رہے اور ۱۷ جولائی کو وفات ہوگئے، اس سے پہلے بھی ان کی وفات کی افواہیں پھیلی تھیں مگر تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ سب جھوٹی افواہیں تھیں اس بار پورے وثوق کے ساتھ خبر ملی ہیں کہ مولوی خالصؒ وفات پاچکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ کے جنت البقیع میں جگہ دی ہے۔

غیرت ایمانی سے سرشار

اللہ رب العزت نے ان سے دین کے بڑے بڑے کام لیئے اُسامہ بن لادن نے سوڈان میں پناہ لی تھی لیکن جب سوڈان کی رائے اُن کی بارے میں مختلف ہونی شروع ہوگئی تو اُس وقت حکومت ربانی کی تھی مگر یونس خالصؒ ایک عظیم مقام ومرتبہ رکھتے تھے تو مولوی خالصؒ نے اُسامہ سے کہا کہ آیئے میں آپ کو پناہ دیتا ہوں، جلال آباد کے باہر ایک چھوٹا سا گاؤں نجم الجہاد کے نام سے قائم کیا تو یہ سب اُسامہ بن لادن وغیرہ اُن کے ساتھ جمع ہوگئے اُس گاؤں میں مولوی خالصؒ کے مکانات تھے اور ہماری بھی کئی ملاقاتیں ان سے وہاں ہوا کرتی تھیں۔

عظیم سپوت

بہرحال یہ دارالعلوم کے عظیم سپوت تھے جیسا فلسطین میں شیخ یاسین ہیں اور اسی طرح چیچنیا کے امام الشیخ شاملؒ سب نے عظیم جہاد کیا ایسی عظیم ہستی دنیا سے چلی گئی، پاکستان کو کیا پتا، یہ تو غلاموں کا ملک ہے صرف ایک بیان جو کہ جنرل حمید گل نے دیا ہے

آج تو چاہیے تھا کہ عالمِ اسلام میں ایک بڑا ماتم ہوتا اور واضح کہا ہے کہ کاش! ہم اُن کے نمازہ جنازہ میں شریک ہوجاتے لیکن ہم بدقسمتی سے شریک نہ ہوسکے

وآخر دعونا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

عالم بے بدل صاحب بصیرت عبقری شخصیت

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد فرید صاحب کے جنازہ سے قبل نماز جنازہ میں شرکت کے لئے آنے والے ایک لاکھ سے زائد کے مجمع سے خطاب

مورخہ ۷/شعبان ۱۴۳۲ھ بروز ہفتہ مفتی اعظم پاکستان شیخ المشائخ حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب رحمہ اللہ کی وفات کا سانحہ پیش آیا، نماز عصر کے بعد چھ بجے آپ کے جنازہ کا اعلان کیا گیا چنانچہ ملک کے کونے کونے سے جنازہ میں شرکت کے لئے ایک بجے سے لوگ جوق در جوق آنا شروع ہوگئے حتیٰ کہ ۵ بجے کے بعد ٹریفک جام ہوگئی اور دوتہائی سے زیادہ افراد جنازہ میں شرکت کی سعادت سے محروم ہوگئے، عصر کی اذان ہوتے ہی جگہ جگہ لوگوں نے نماز باجماعت ادا کی، دارالعلوم صدیقیہ کے ہال میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی امامت میں نماز ادا کی گئی اس کے بعد لوگ جنازہ گاہ کی طرف بڑھنے لگے، ہر ایک شخص حضرت مفتی صاحبؒ کے دیدار کیلئے بیتاب تھا چنانچہ لاکھوں لوگوں کو کنٹرول کرنا انتظامیہ کی بس کی بات نہ تھی، اس وقت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ مائیک پر تشریف لائے اور لوگوں کو صبر وسکون اور نظم وضبط کی تلقین فرمائی اسکے بعد آپ نے خطاب فرمایا جسے مولانا محمد ابراہیم فانی اور مولانا امداد اللہ نے نقل کیا اور اب شامل خطبات کیا جارہا ہے............(ادارہ)

عالم کی موت عالَم کی موت

محترم حضرات! رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے موت العالِم موت العَالم یعنی ایک عالم کی موت پورے عالم کی موت ہے اور آج نماز جنازہ میں شرکت کے لئے آنے والے انسانوں کا یہ سیلاب اس حدیث کی صداقت کی دلیل ہے، آج بہت بڑے عالم اور شیخ کے انتقال کا سانحہ پیش آیا ہے، یہ تمام عالم کیلئے بالعموم اور علمی دنیا کیلئے بالخصوص بہت بڑا نقصان ہے، آپ کے جانے کے بعد جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پُر ہونا بہت مشکل ہے، اللہ تعالیٰ ہم اور آپ کو اس عظیم مصیبت پر صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

دارالعلوم حقانیہ میں تدریسی خدمات

میرے محترم حضرات! حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنی علمی اور تدریسی زندگی کا اکثر حصہ دارالعلوم حقانیہ میں گزارا، تقریباً تیس سال سے زیادہ کے عرصہ تک آپ نے مسند تدریس و افتاء اور اصلاح و ارشاد کو رونق بخشی دارالعلوم حقانیہ میں آپ بہت خوش تھے اس کی روزافروں ترقی کے لئے دعائیں فرماتے، میرے والد حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہ کے ساتھ آپ کی بہت عقیدت تھی جب حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ نے آپ کو دارالعلوم حقانیہ آنے کی دعوت دی تو حضرت مفتی صاحبؒ نے کہا میں استخارہ کرنے کے بعد آپ کو حتمی فیصلہ سے آگاہ کروں گا چنانچہ ایک دو دن بعد آپ نے فرمایا کہ میں نے استخارہ کیا ہے اور میں نے دیکھا کہ میں دارالعلوم حقانیہ کے مین گیٹ کے سامنے کھڑا ہوں اور اس گیٹ پر بہت بڑا بینر آویزاں ہے جس پر لکھا گیا ہے وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا درحقیقت یہ ارشاد ربانی حرم شریف اور بیت اللہ کے متعلق ہے یعنی جس طرح کہ بیت اللہ شریف پرامن مقام ہے اسی طرح دارالعلوم حقانیہ جو حرمین کی شاخیں ہیں بھی امن کی جگہ ہے چنانچہ اس کے بعد آپ دارالعلوم

حقانیہ تشریف لائے اور بیماری تک وہاں رہے۔ اس دوران آپ سے ہزاروں تلامذہ اور مریدین نے کسب فیض کیا آپ کے پیرومرشد اور ہمارے مخدوم پیر طریقت حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ کی بھی یہی آرزو تھی کہ آپ حقانیہ تشریف لائیں۔

اکوڑہ خٹک اور زروبی کے درمیان مضبوط علمی رشتہ

محترم حضرات! زروبی اور اکوڑہ خٹک کے درمیان مضبوط علمی اور روحانی رشتہ اور تعلق استوار ہے حضرت مفتی صاحبؒ سے پہلے اسی قصبہ زروبی کا ایک فقیرمنش اور ایک مرد درویش گزرا ہے، جس کو علمی دنیا صدر صاحب یعنی صدر المدرسین اور امام المتکلمین کے نام سے جانتی ہے یعنی حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ انہوں نے دارالعلوم حقانیہ کو طویل عرصہ تک اپنے فیوضات سے نوازا دارالعلوم کی تعمیر و ترقی اور اس کو اعلیٰ مقام تک پہنچانے میں آپ کا بہت بڑا کردار ہے، اسی طرح ان دونوں بزرگوں کی شبانہ روز محنتوں اور دعاہائے نیم شبی سے آج جامعہ دارالعلوم حقانیہ کو تمام مدارس دینیہ میں ایک ارفع و اعلیٰ مقام حاصل ہے۔

صوابی ایک زرخیز خطہ

محترم حضرات! آپ کا یہ علاقہ بہت خوش قسمت ہے علماء ومشائخ کیلئے انتہائی زرخیز خطہ ہے اس خطہ سے حضرت علامہ عبدالحلیم زروبوی کے علاوہ قصبہ شاہ منصور سے عظیم مفسر اور صوفی بزرگ مولانا عبدالہادی عرف کوکا مولانا صاحب نے علوم نبویہ ﷺ بالخصوص تفسیر کے دریا بہائے اب ان کے مدرسہ میں ان کے فرزند مولانا نورالہادی اس چشمہ سے سیرابی کا ذریعہ بنے ہیں۔ اسی گاؤں سے حضرت مولانا فضل الٰہی صاحب جنہوں نے چودہ پندرہ سال دارالعلوم حقانیہ سے ہزاروں لوگوں کو فیض یاب کیا، ان کے دوسرے بھائی مولانا شمس الہادی صاحب نے بھی ساری زندگی علم کی ترویج

میں بسر کی اور آج ان کے فرزند حضرت مولانا رضاء الحق صاحب جنوبی افریقہ کے شہر جوہانسبرگ میں پورے افریقہ کو افتاء اور تدریس کے ذریعہ سے منور فرما رہے ہیں، اسی علاقہ کے موضع ڈاگئی میں یادگار سلف مولانا حمد اللہ جان صاحب ڈاگئی نے ساری زندگی علوم حدیث کے فروغ میں لگا دی جو آج خوش قسمتی سے یہاں موجود ہیں اور اس پیرانہ سالی میں بھی حدیث کا دورہ پڑھا رہے ہیں، یہاں قریب میں ایک گاؤں بام خیل ہے جس کے بادشاہ صاحبان علم کے ساتھ ارشاد وسلوک میں ایک مقام رکھتے ہیں اور اکثر صاحبزادگان حقانیہ کے چشمہ فیض سے سیراب ہوئے ہیں، کوٹھا گاؤں میں شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن اور موضع مینئی کے شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمان، مولانا عبدالمنان کا بھی علمی دنیا میں ایک مقام تھا یہ کچھ مثالیں ہیں جس کی وجہ سے اس خطہ کو سمرقند و بخارا سے ہمسری کرنے کا حق حاصل ہے۔

علوم کی ترویج میں ساری زندگی گزاری

علم کی ترویج پر آپ دونوں (حضرت صدر صاحب اور حضرت مفتی صاحب) بہت حریص تھے' باوجود یکہ اس وقت راستوں اور سڑکوں کی حالت بہت ناگفتہ بہ تھی اور گاڑیوں کا بھی اتنا مربوط انتظام نہ تھا، اس کے باوجود آپ دونوں بزرگ بروقت مدرسہ پہنچ جاتے اور اسباق کی پڑھائی میں مشغول رہتے' بعض اوقات نہیں بلکہ اکثر اوقات آپ زروبی سے کلابٹ اڈہ تک پیدل سفر کرتے، آج ہمیں گاڑیوں اور سہولتوں کے باوجود کن مشکلات سے یہاں پہنچنا پڑا مگر ان دونوں بزرگوں نے پیرانہ سالی' بیماریوں اور موسم کی شدتوں کے باوجود تیس سال تک حقانیہ کے ان سڑکوں کے تانگوں اور بسوں کے ذریعہ بادیہ پیمائی کی علم کے پھیلانے کیلئے حقانیہ کے لئے یہ اسفار اسلاف کے علمی رحلات کا حصہ ہیں۔جس سے پورے علاقہ پر برکات کا نزول ہوتا ہے۔

ایک مضبوط علمی شخصیت سے امت کی محرومی

حضرت مفتی صاحبؒ تو ماشاء اللہ صحت مند تھے لیکن حضرت صدر صاحبؒ باوجود ضعف اور بیماری کے بغیر کسی سواری کے یہ اتنا بڑا راستہ طے کرتے، بہرحال اس سے پہلے دارالعلوم حقانیہ کو حضرت صدر صاحبؒ کے سانحہ وفات کی شکل میں عظیم نقصان اٹھانا پڑا تھا اور پھر حضرت مفتی صاحبؒ کی بیماری اور پھر آپ کے انتقال کے واقعہ سے دارالعلوم ایک عظیم علمی شخصیت سے محروم ہوگیا، حضرت شیخ الحدیث صاحب آخر میں جب خود بھی بیماری کے باعث تدریس اور دارالعلوم کے انتظامی امور سے معذور ہوگئے تھے اور مدرسہ تشریف نہیں لا سکتے تھے تو فرماتے کہ حضرت مفتی صاحب دارالعلوم کے روح رواں ہیں۔

قحط الرجال میں عظیم شخصیت سے محرومی ایک عظیم خسارہ

حضرات گرامی! زمانہ ایسے جامع الصفات بزرگوں کے لحاظ سے قحط الرجال کا ہے اور کسی ایک بزرگ کا جانا بڑا خسارہ ہے مگر اس وقت جبکہ پورا عالم کفر اسلام اور امت مسلمہ کے خلاف ایک ہو چکا ہے اسلامی تہذیب ہمارے شعائر مدارس مساجد خانقاہیں ان کا نشانہ ہیں اور عالم اسلام کی تمام طبقات حکمران فوج اور جرنیل اور روشن خیال ان کے ہمنوا ہیں تو صرف ان علماء اکابر اور مدارس کے طلبہ سے امت کی امیدیں وابستہ ہیں اور یہی طبقہ امریکہ اور کافروں کے سینے کا ناسور بنا ہوا ہے وہ اس سارے سلسلہ کو ختم کرنا چاہتے ہیں گویا ہم حالت جنگ اور میدان قتال میں ہیں ایسے وقت میں کسی مدرسہ کا ایک بہت چھوٹا طالب علم اور قرآن ناظرہ پڑھنے والے کسی بچے کا نقصان بہت بڑا خسارہ ہے اور جب حضرت مفتی صاحب مرحوم جیسے حضرات جائیں تو گویا ایک عظیم جرنیل اور کمانڈر کی جدائی کتنا عظیم خسارہ ہوگا۔

قرآن وسنت کی ترویج مفتی صاحب کا ایک اہم مشن

ملک ان اکابر کی بڑی قربانیوں سے آزاد ہوا تھا اوران تمام قربانیوں کوامریکہ کی غلامی کی نذر کردیا گیا اور اب اس ملک کو دوبارہ آزادی دلانا اور یہاں اسلامی میراث قرآن وسنت اسلامی تشخص اورتصوف وسلوک درس وتدریس دعوت وتبلیغ کے نظام کو بچانا آپ اور ہم سب کی ذمہ داری ہے یہ جنگ آپ نے تکمیل تک پہنچانی ہے جانے والے اکابر اور حضرت مفتی صاحب کا یہی مشن تھا اوران کو حقیقی خراج عقیدت یہی ہے کہ ان کے وابستگان اس راستہ پر گامزن رہیں گے آپ نے اس مشن پر گامزن رہنا ہے غیروں کی غلامی کو ختم کرنا اوراپنے دینی سرمایہ کی حفاظت کیلئے آپ مرمٹنے کے لئے تیار رہیں(مجمع نے اللہ اکبر کے ساتھ اور ہاتھ بلند کرکے اس پر عمل کا وعدہ کیا) بہرحال آج بہت ہی درد اور غم کا دن ہے مفتی صاحب کا انتقال کوئی معمولی صدمہ نہیں میں آپ لوگوں سے پھر اپیل کرتا ہوں کہ بڑے منظم طریقے سے صفوف بنائیں اور جولوگ انتشار اور بدنظمی پیدا کرتے ہیں ان کو سختی سے روکیں تاکہ مزید گڑبڑ پیدا نہ ہو۔

اللّٰهم أكرم نزله وبرّد مضجعه وأنزل عليه شبائيب المغفرة والرضوان وصلى الله على خيرخلقهٖ محمد وآله وصحابه اجمعين۔